نامِ کتاب

مطالعہ بریلویت

جلد ——— دوم

مصنف

ڈاکٹر علامہ خالد محمود ایم اے، پی ایچ ڈی

زیرِ اہتمام

عثمانی برادرس

ناشر

حافظی بکڈپو دیوبند

HAFZI BOOK DEPOT
DEOBAND U.P.

ایک ضروری گزارش

اس کتاب کو ای بک بنانے میں ہماری غرض صرف اتنی ہے کہ کوئی اللہ کا مخلص بندہ اس کو پڑھ کر ہدایت پا جائے اور ہمارے لئے مغفرت کا ذریعہ بن جائے۔

جن پبلشرز حضرات کی کتاب کو بغیر اُنکی اجازت کے ہم نے یہ کیا ہے ان سے عاجزانہ گزارش ہے کہ اللہ کے لئے ہم کو معاف کر دیں، اللہ سے قوی امید ہے کہ انشاءاللہ قیامت میں آپ کو اس کا بدلہ آپ کی توقع سے زیادہ دیکر آپ کو خوش کر دے گا

عمر بھر حضور کی زیارت نصیب نہ ہوئی ۱۸۹
مولانا احمد رضا خاں کی نماز ۱۸۹
سنت صاف نقش صاف ۱۸۹
نفس کی حرکت سے بند ٹوٹ گیا ۱۹۰
حضور تناسل پر تمام تحقیق ۱۹۲
گاؤں کی انجانہ لڑکی پر نظر ۱۹۲
ستر کے مزاج کی چار سال کی عمر میں تغیر ۱۹۳
مرزا غلام قادر بیگ پر جان چھڑکتے تھے ۱۹۳
مولانا احمد رضا خاں کی مالی پوزیشن ۱۹۴
خانصاحب نے عمر بھر کبھی زکوٰۃ نہ دی ۱۹۴
نوٹوں پر زکوٰۃ نہ ہونے کا فتوے
حضرت گنگوہی کا نوٹوں پر زکوٰۃ کا فتوے

اخلاقی زندگی کی ایک جھلک

بریلویوں کی فحش زبانی ۲۰۲
خانصاحب کی فحش زبانی پر مولانا حسیری کا تبصرہ ۲۰۳
خانصاحب کا تین کے تصور میں لذت لینا ۲۰۴
بد زبانی میں قرآن پاک کے الفاظ سے کھیلنا ۲۰۵
سنت و بدعت کے شرعی اصطلاحات سے تمسخر ۲۰۶

عقیدہ توحید کی ایک جھلک

اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے ۲۱۰
کوئی اور واجب الوجود نہیں ۲۱۱
واجب اور ممکن کے مابین کوئی برزخ نہیں ۲۱۲
حضور کے ممکن الوجود ہونے سے بریلویوں کا انکار ۲۱۲
کچھ سمجھ نہیں آیا کہ حضور کیا تھے؟ ۲۱۳
تشکیک کا سوفسطائی عقیدہ ۲۱۳
وجوب و امکان میں برزخ کا اثبات ۲۱۴
حضور کے ممکن الوجود ہونے کی تردید ۲۱۴
کل مخلوقات حادث اور ممکن الوجود ہے ۲۱۵
حضور نبی کریم مخلوق اور ممکن الوجود تھے ۲۱۶
حضرت مجدد الف ثانی کی تصریح ۲۱۶
شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تصریح ۲۱۷
حضرت امام شاہ ولی اللہ کی تصریح ۲۱۸
جس کی بھی تکوین ہوئی وہ حادث ہے ۲۱۹

تکوین کی حقیقت

اولیاء کن کہہ کر جہاں بنا ڈالیں ۲۲۰
اولیاء کرام کا کن پر قبضہ ہو چکا ہے ۲۲۱
تکوینی امور کو تشریعی پر قیاس کرنے کی غلطی ۲۲۲
اصحاب تکوین کلیۃ مرضی حق کے تحت ۲۲۳
خانصاحب کے عقیدے میں مجاز کی تاویل نہیں چلتی ۲۲۴

صوفیہ کی حالت سکر میں غلطیاں ۳۸۴
تصویر کا دوسرا رخ بھی دیکھئے ۳۸۴

حصہ سوم

مکہ اور مدینہ مرکز اسلام ہیں ۳۸۵
حقیقت کعبہ اور اس کا مقام ۳۸۵
مقام حرمین ۳۸۷
مکہ اور مدینہ کی اسلامی عظمت ۳۸۷
مکہ مکرمہ میں ہمیشہ کے لئے غلبہ حق ۳۸۷
اسلام کی عالمگیر دعوت ۳۸۸
ارض حجاز کی شرعی حیثیت ۳۸۸
حرمین شریفین ابدی قبضہ اسلام ۳۸۸
حرمین دنیا کے آخری دنوں میں ۳۸۹
مدینہ منورہ کا روحانی جذب ۳۸۹
امام نووی کا ایمان افروز بیان ۳۹۰
مدینہ سے کوئی شخص برائی نہ کر سکے گا ۳۹۲
دجال مدینہ میں داخل نہ ہو سکے گا ۳۹۲
اکابر دیوبند جنہیں حرمین نے قبول کیا ۳۹۰
ائمہ حرمین کی اقتداء میں نماز ۳۹۳
بریلوی فتویٰ کہ نماز ان کے پیچھے جائز نہیں ۳۹۴
حرمین کے بارے میں بریلوی عقیدہ ۳۹۵
مولانا احمد رضا خاں کی ایک پیشگوئی ۳۹۶
کعبہ حقیقی بیت اللہ نہیں ۳۹۶
حقیقت کعبہ بریلوی نظر میں ۳۹۶
کعبہ طواف اولیاء میں ۳۹۷
کعبہ شیخ عبدالقادر جیلانی کا طواف کرتا ہے ۳۹۷
بیت اللہ شریف مجرا کرتا ہے ۳۹۸
کعبہ کی گردی کو الز قرار دینا ۳۹۹
علی پور کو مدینہ کے برابر کہنا ۴۰۰
بریلی کو مدینہ شریف کے برابر کہنا ۴۰۰
ملتان کو مدینہ شریف کے برابر کہنا ۴۰۱

کلمہ شریف، قرآن شریف، درود شریف

پیش لفظ ۴۰۳
کلمہ شریف کے دو جزو ۴۰۴
آخری وقت میں لا الٰہ الا اللہ کی تعبیر ۴۰۵
مولانا احمد رضا خاں کا مختلف تعبیر ۴۰۵
لا الٰہ الا اللہ سے کلمہ شریف مراد لینا ۴۰۵
نیا کلمہ یا محمد معین خواجہ ۴۰۶
محمد رسول اللہ سے مراد ۴۰۶
قبر میں قادری طریقے کا بیان ۴۰۷
لا الٰہ الا اللہ چشتی رسول اللہ ۴۰۷
لا الٰہ الا اللہ شبلی رسول اللہ ۴۰۸
پیر اپنے کریم کو عین محمد قرار دینا ۴۰۸

قرآن کریم بریلویت کی زد میں

قرآن کریم مخلوق نہیں ۴۰۹
قرآن کریم انسانی کلام نہیں ۴۱۰
قرآن کریم کسی کی مملوک نہیں ۴۱۰
قرآن کریم ایک سے دو نہیں ۴۱۰
ایک دوسرے قرآن کا دعویٰ ۴۱۰
قرآن پر سواری کرنے کا جواز ۴۱۱
قرآن سے حضور کو کچھ نہیں ملا (توبہ) ۴۱۲
دیول شریف بریلویوں کے خلاف ۴۱۳
قرآن کریم میں ہیر پھیر کا دعویٰ ۴۱۴
قرآن کریم کی بعض باتوں کو جانوروں کی سی بولی قرار دینا (توبہ) ۴۱۵
قرآن کی دعاؤں کو کارتوس کہنا
قرآن سے گمراہی بھی ملتی ہے ۴۲۵
قرآن پر تفصیلاً ایمان لانا فرض کفایہ ہے ۴۲۶

درود شریف بریلویت کی زد میں

کھڑے ہو کر درود پڑھنے کی شرط ۴۲۰
مولانا احمد رضا خاں پر درود پڑھنا ۴۲۱
پیر صاحب پر درود و القابات کے ساتھ ۴۲۲
بریلویوں کی درود ابراہیمی سے دل تنگی ۴۲۳
درود و سلام میں افراد کا مسئلہ ۴۲۴
حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت حسن بن علیؓ ۴۲۵
علامہ عبدالعزیز صاحب نبراس کا فتویٰ ۴۲۶
علامہ ابن عابدین شامی کا فتویٰ ۴۲۷
درود و سلام کیا برابر کے دو حکم ہیں؟ ۴۲۹
تسلیم کے ایک دوسرے معنی ۴۲۹
درود و سلام دو مستقل عمل ہیں ۴۳۲
دونوں عملوں کی جزا علیحدہ علیحدہ ۴۳۴
دعائے قنوت کے آخر میں صرف درود ۴۳۵
صحابہ کا افراد صلوٰۃ پر عمل ۴۳۶
افراد سلام پر اشارت نبوی ۴۳۸
ایک جگہ حکم ہونے سے معیت لازم نہیں آتا ۴۳۹
نماز میں درود و سلام کے متعلق دیکھئے ۴۴۱
مولانا احمد رضا خاں کا اپنا بیان پر عمل ۴۴۴
درود و سلام افراد کے ساتھ ۴۴۵
پیر نادان فی الجملہ اور فی جملہ کے معنی میں فرق نہ کر سکا ۴۴۷

تفریق امت کی سمندر پار کوششیں

اور ان کا علمی تعاقب

مولانا احمد رضا خاں کا جلسۂ تعارف

ازخامہ

ڈاکٹر علامہ خالد محمود ایم اے پی ایچ ڈی
ڈائرکٹر اسلامک سینٹر مانچسٹر

اعلان و انتباہ

دیوبندی، بریلوی اختلاف پر پہلی کتاب "انوار ساطعہ" عوام کے سامنے آئی تھی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے "انوار ساطعہ" کو متن بنا کر ذیل میں "براہین قاطعہ" کے نام سے اس کا جواب لکھا۔ تاکہ مطالعہ کرنے والا دونوں طرف کی بات ایک ہی وقت میں دیکھ سکے۔

فضیلۃ الاستاذ علامہ خالد محمود صاحب نے نزاع کو ختم کرنے اور غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لئے کتاب ہذا ہدیۂ قارئین کی ہے اگر کوئی صاحب اس کا جواب لکھنا چاہیں تو وہ اس کتاب کو متن بنا کر ساتھ ساتھ جواب تحریر فرمائیں۔ کتاب ہذا کے لفظ لفظ کو سامنے لائے بغیر اس کا جواب ناکافی اور ناقابل اعتنا سمجھا جائے گا۔

جب تک کوئی جواب کتاب ہذا کے پورے متن کا حامل نہ ہو گا اسے کتاب ہذا کا جواب نہ سمجھا جائے گا۔

مرتب کتاب ہذا

حافظ محمد اسلم عفا اللہ عنہ

ساکن ڈنکاسٹر انگلینڈ : فاضل جامعہ رشیدیہ ساہیوال پاکستان ۵ اکتوبر ۱۹۸۵ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعارف

یہاں تک حالات کیسے پہنچے

انگلینڈ میں مسلمانوں کی آمد اور مدارس و مساجد کا وجود قدرتِ الٰہی کا عجیب کرشمہ ہے۔ ایک وقت تھا کہ انگریز یہاں سے اپنی نوآبادیات کی طرف جاتے تھے۔ وہاں سے رہنے کے لیے یہاں کوئی نہ آتا تھا اور ان ملکوں سے یہاں اونچے خاندانوں کے طالب علموں کے سوا کسی کا گزر نہ ہو سکتا تھا۔ یہ دُنیا ولایت کہلاتی تھی۔

صنعتی انقلاب آیا تو ان لوگوں کو مشرقی قوموں کی ضرورت پڑی، ایشیائی لوگ ان نوآبادیات سے یہاں آنے شروع ہوئے۔ ۱۹۶۰ء تک یہاں اتنے مسلمان آچکے تھے کہ مختلف علاقوں اور شہروں میں ان کے اپنے معاشرے قائم ہو گئے۔ کچھ لوگوں نے اپنے بال بچے بھی بلوا لیے۔ یہ لوگ اپنے علاقے میں کوئی بڑا مکان خرید لیتے اور اسے مسجد میں منتقل کر دیتے۔ اس طرح کی مسجدیں بننے لگیں، بچے اوقاتِ سکول کے بعد ان میں پڑھنے لگے اور کہیں کہیں حلال گوشت کی دکانیں بھی کھلنے لگیں۔ یہ انگلستان میں ایک نئے معاشرے کی تشکیل تھی۔

مسلمان جہاں بھی گئے اپنی تمدنی، معاشرتی اور دینی ضرورتیں پوری کرنے کے سامان فراہم کرتے گئے۔ ان دیار میں غریب الوطن مسلمانوں کو مذہب آشنا رکھنے کا سہرا تبلیغی جماعتوں کے سر ہے جنھوں نے اس وقت یہاں کلمے پر محنت کی جب لوگ کلمہ بھول چکے تھے اور اس وقت یہاں نمازیں قائم کیں جب نماز یہاں کسی کسی کو یاد رہ گئی تھی۔

مولانا نورانی ایک پٹھان کی آغوش میں

مولانا شاہ احمد نورانی ۱۹۷۵ء میں انگلستان آئے، ان کے ساتھ ایک پٹھان تھا جو بریلوی مذہب سے اختلاف رکھنے والوں کو برسرِعام مکّوں سے تر کرتا تھا مولانا نے ایسے اپنے ساتھ کیوں رکھا ہوا تھا یہ وہی جانیں لیکن حقیقت ہے کہ وہ خان مذکور کی اس خدمت خاص سے بہت خوش تھے، ان کی خاموشی اس ستم کار کو دادِ ستم دیتی رہی اور انگلینڈ میں مسلمان فرقہ بندی کے کانٹوں پر لوٹنے لگے اور پھر بریلوی مولوی اور پیر صاحبان ان تڑپنے والوں کو خوب لوٹتے رہے۔

سعودی عرب کے خلاف ورلڈ اسلامک مشن کی سرگرمیاں شروع سے ہی تیز تھیں روزنامہ ملت لندن کی اطلاع کے مطابق ورلڈ اسلامک مشن کے جنرل سیکرٹری مولانا ارشد القادری ۱۹۷۴ء میں ایک بیان دے چکے تھے:

"شاہ فیصل کو پاکستان اور عالمِ عرب خواہ مخواہ اہمیت دے رہے ہیں یہ نجدی وہابی ہیں جو قادیانیوں سے زیادہ خطرناک ہیں، اس کی حکومت کو تختہ الٹ جانا چاہئیے تاکہ ختم کرکے کسی دوسرے اچھے عرب کو لانا چاہئیے"

"ملت" لندن ۲۴ اپریل ۱۹۷۵ء

یہ وہ دور تھا جب قادیانی پاکستان میں اقلیت قرار دیئے جا رہے تھے اور اس تحریک میں سب مسلمان اکٹھے تھے، ایسے وقت میں ورلڈ اسلامک مشن کے سیکرٹری کا یہ بیان بہت معنی خیز تھا۔ قادیانی تو اس سے اس لئے خوش تھے کہ ورلڈ اسلامک مشن والے مرزائیوں سے بھی زیادہ خطرناک سمجھتے ہیں اور جب تک یہ ذہن باقی ہے، قادیانیوں کے خلاف نفرت زیادہ نہ بڑھے گی۔ قادیانی چاہتے تھے کہ کسی طرح یہ لوگ وہابیوں کے خلاف بھی غیر مسلم اقلیت ہونے کی قرار داد پیش کریں۔

عرب ممالک اور بھارت

اس پر بریلویوں کی بھارتی مشینری حرکت میں آئی، بھارت کی سیاسی پالیسی یہ تھی کہ عرب ملکوں کو ناراض نہ کیا جائے لیکن اگر بھارت سے یہ مطالبہ اُٹھے کہ وہابیہ نجد کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے تو ظاہر ہے کہ اس میں بھارت کی سیاسی پالیسی پر بھی کچھ ضرب آئیگی بمبئی سے ماہنامہ المیزان جناب مدنی میاں کی سرپرستی میں نکلتا ہے اس نے مطالبہ کر دیا:

"وہابیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے" (ماہنامہ المیزان دسمبر ۱۹۷۴ء)

بریلویوں کی اس سوز سرگرمیاں پورے زور پر تھیں اور یہ لوگ شاہ فیصل کے خلاف بڑی تیزی سے جذبات نفرت بھڑکا رہے تھے، تبلیغی جماعتوں کے خلاف ان کا پروپیگنڈا بڑے زور کا تھا اور دیوبند سے عقیدت رکھنے والے ہر شخص کو برسر عام کافر اور مرتد کہا جا رہا تھا۔ کہ یکایک خبر آئی شاہ فیصل شہید کر دیے گئے۔

جلالۃ الملک شاہ فیصل کی شہادت سے لوگ جاگ پڑے اور ہر جگہ پوچھنے لگے کہ بریلوی مذہب کیا ہے؟ جو لوگ مکہ و مدینہ پر بھی کافروں کا قبضہ جتلاتے ہیں ان کا اپنا تعارف کیا ہے؟

مجبوراً انجمن خدام التوحید وابستہ برمنگھم نے اعلان کر دیا کہ ۲۷ اپریل ۱۹۷۵ء کو مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے تعارف پر ایک جلسہ عام ہوگا جس میں مولانا احمد رضا خاں کے عقائد و نظریات اور اہم وقائع حیات پچاس علماء کے ایک پنچ (JURY) کے سامنے ایک کیس کی صورت میں پیش کیے جائیں گے اور ان سے استفسار کیا جائے گا کہ ان عقائد و نظریات کے لوگ کیا سُنّی کہلانے کے مستحق ہیں؟ اور جو انہیں سُنّی کہے وہ گناہگار ہوگا یا نہ؟

اشتہار نکلنا تھا کہ پورے ملک میں بریلوی حلقے تھرا اُٹھے مختلف گوشوں سے سفارشیں آنے لگیں کہ یہ جلسہ روک دیا جائے خود بریلویوں نے وفود بھیجنے شروع کیے کہ ان معلومات کو جلسہ عام میں زیر بحث نہ لایا جائے انہیں کہا گیا کہ جب تمہارے مقررین کی زبانیں ہر

جلسۂ عام میں حضرت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ اور حضرت مولانا تھانویؒ کے خلاف کفر و الحاد کی نوا
الاپتی ہیں تو اگر مولانا احمد رضا خان صاحب کی روح کو بھی کچھ اس کا ثواب پہنچا دیا جائے تو
کیا حرج ہے؟ ان لوگوں نے بہت منت و سماجت کی لیکن افسوس! پانی سر سے اونچا ہو
چکا تھا ؎ اذا السماء خوجت رأس حذاء

فکیف تنالہ و العیش سواء

یہ جلسہ ۲۰ اپریل بروز اتوار بڑے انتظام و اہتمام سے ٹاؤن ہال برنز ٹن سکول
ہیلسو کے وسیع ہال میں منعقد ہوا۔ ساٹھ ارکان جیوری کے طور پر اسٹیج پر تشریف فرما تھے
میزوں پر کتابوں کے ڈھیر لگے تھے۔ جلسہ کی صدارت ماریشس کے مشہور عالم دین حضرت مولانا
احمد پانڈور نے کی۔ اسٹیج سیکرٹری کے فرائض پاکستان کے ممتاز عالم دین مولانا عبدالرشید ارشد
نے ادا کیے۔ مرکزی تقریر علامہ خالد محمود صاحب کی رہی جس میں آپ نے مولانا احمد رضا خان
صاحب کا تمام علمائے جیوری کے سامنے بڑی تفصیل سے پیش کیا۔ حوالے پیش کرنے میں آپ کے
معین مولانا منظور الحق صاحب تھے۔ سرزمین انگلستان میں پہلی مرتبہ بریلویت کے چہرے سے
نقاب اٹھا اور ساٹھ علمائے کرام نے بالاتفاق فیصلہ دیا کہ مولانا احمد رضا خاں اور ان کے پیرو
ہرگز اہل سنت نہیں اور جو شخص ان کے عقائد جانتے ہوئے انہیں اہل سنت کہے وہ سخت
گناہگار رہے گا کہ اس نے دانستہ بدعت کو سنت اور اہل بدعت کو اہل سنت کہا۔

سنی مسلک وہ ہے جو کتاب و سنت کی روشنی میں ائمہ اربعہ فقہاء و محدثین اور
حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور امام ربانی مجدد الف ثانی جیسے بزرگوں سے علماً و عملاً منقول
ہے۔ اسی طریقے کے لوگ سنی ہو سکتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں کے طریقے کے لوگ ہرگز ہرگز
سنی نہیں۔

ساٹھ علمائے جیوری کے اس متفقہ فیصلے سے پورے انگلستان کی فضا بدلی۔ تصویر
کے دونوں رخ لوگوں کے سامنے آ گئے اور بریلویوں کا روز و شب کا مشغلہ کہ ہر جلسے میں

عشاق پر اعتراضات کرتے رہیں یکایک سرد پڑ گیا جہاں کہیں وہ بات کرتے لوگ کہتے کہ عبارت کے الزامات تو دونوں طرف موجود ہیں اب کس کی بات مانیں اور کس کی نہ مانیں ان ذاتیات اور الزامات کو چھوڑ کر سب لوگ سیدھے کتاب و سنت کی چوکھٹ پر کیوں نہیں آ جاتے ہیں اس کا جواب بریلویوں کے پاس کچھ نہ ہوتا تھا۔

جلسہ کے دوران علماء کرام کا قیام جامع مسجد ڈوشاک روڈ برمنگھم میں تھا۔ جلسۂ عام سے ماقبل اور مابعد مسجد میں درس کی محفلیں بھی رہیں جو بڑی کامیاب تھیں۔ لوگوں کو سوال و جواب کے مواقع بھی خوب ملے اور توحید و شرک اور سنت و بدعت کے فرق لوگوں کے سامنے بہت کھل کر آئے۔

ان درسوں اور جلسہ عام میں پیش کیے گئے حوالوں کو دیکھنے اور نوٹ کرنے کا ناظم ترتیب کو خوب موقع ملا۔ ان معلومات افزا درسوں کی روشنی کو عام کرنے اور اس جلسہ تعارف کے فیض کو ہر جگہ پھیلانے کے لیے مولانا احمد رضا خان صاحب کا یہ تعارف بڑی احتیاط سے ترتیب دیا گیا ہے اور یہ بات جتلانے کے لیے کہ مولانا احمد رضا خان ان عقائد و نظریات میں اکیلے نہیں۔ ان کے ساتھ ان کے ہم خیال چند دیگر علماء و مصنفین کی تحریرات بھی پیش کی گئی ہیں۔ الحاصل ایک جماعت ہے یا اسے ایک جتھہ کہیے جو ایک غلط سمت جا نکلی ہے اور حق یہ ہے کہ یہ حضرات اہل سنت سے ہی نکلے ہیں اور جاتے ہوئے اہل السنۃ والجماعۃ کی مرکزیت کو اس قدر کمزور کر گئے ہیں کہ اب اہل سنت کے بنیادی مخالفین اہل تشیع کی اس زبوں حالی پر بدست نازاں و فرحاں ہیں۔ فالی اللہ المشتکی

احباب کو خواہش ہوئی کہ اس جلسہ تعارف کو بین الاقوامی بنانے کے لیے ان جمع شدہ معلومات اور حوالوں کو ایک کتابی صورت میں شائع کیا جائے۔ یہ جلسہ اور تعاقبات شرک و بدعت کے ابواب پر ایک ایسا دستاویز ثابت ہوئے کہ اسی نسبت سے اس کتاب کو شہرت ہوئی۔ مطالعہ بریلویت کی یہ پہلی تاریخی دستاویز ہے۔

اس کتاب کے ذریعہ قارئین کرام کو مولانا احمد رضا خاں کی فکری اور عملی تحریک پر سیر حاصل بحث ملے گی، چودھویں صدی کے سیاسی مدوجزر کے کچھ نقشے آپ پہلے دیکھ آئے جن میں آگے مولانا احمد رضا خاں تھے۔ اور پیچھے برطانوی استعمار کی گھنٹی یہ بجاتی سنائی دیتی تھی (DIVIDE AND RULE) کہ تفرقہ پھیلاتے جاؤ اور حکومت کرتے جاؤ۔

اس کتاب کے ذریعے جن دوستوں کو بریلوی مذہب سے توبہ کرنے کی توفیق ملے ان سے ان تمام لوگوں کے حق میں دعا کی درخواست ہے جن کی مساعی سے کارکنان انجمن خدام التوحید والسنۃ اس عظیم جلسہ تعارف کے لائق ہوئے۔

رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہمیں سنّی عقائد پر استقامت بخشے، بریلوی عقائد و اعمال سے پوری قوم کی حفاظت فرمائے اور قوم کے سامنے سے جہالت کے وہ دبیز پردے اٹھ جائیں جن کے پیچھے کھڑے ہو کر بریلوی علماء اپنے آپ کو سنّی کے قالب میں پیش کرتے ہیں۔

آپ کو انتظار ہوگا کہ بریلویوں کی یہ تکفیری مہم جس مذہب کی خاطر ہے اس مذہب کے چند نمونے جلد آپ کے سامنے آئیں یہاں مولانا احمد رضا خاں صاحب کی کتابوں سے اور کہیں کہیں ان کے ہم خیال بعض دوسرے بریلوی مولویوں کی تحریرات سے بھی استناد کیا گیا ہے یہ سب اپنی اپنی جگہ حضرت تھے اور مولانا احمد رضا خاں انہی کے اعلحضرت۔ قافلہ سالارانہ کی قیادت میں یہ حضرات کیا کچھ کہتے گئے اس کی سیر حاصل بحث آپ کو اسی کتاب میں ملے گی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بریلوی مذہب اور اس کے حضرات کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور قوم کو اس زہر رساں بیماری سے نجات بخشیں۔

واللہ ولی التوفیق وبیدہ ازمۃ التحقیق　　　ناظم ترتیب

ایم ۔ اے خاں

ناظم اعلیٰ انجمن خدام التوحید والسنۃ برنگھم

مقدمہ

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ و علیٰ آلہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسلمانوں میں اختلاف پیدا کرنے کی ضرورت

صدیوں کی ابتدا تھی مشرق کی سیاست میں مسلمانانِ ہند ترکوں کا ساتھ دے رہے تھے، انگریز ترکوں کے خلاف تھے، برصغیر میں عجیب کشمکش تھی۔ اس وقت مسلمانوں میں سخت اتحاد کی ضرورت تھی، ایسا اتحاد جس میں کوئی رخنہ نہ پڑ سکے۔ بریلی سے مولانا احمد رضا خاں اُٹھے اور آپ نے دو کام سرانجام دیے۔

مسلم ممالک میں ترکی سب سے طاقت ور تھا اور یورپ پر اس کا رعب تھا "سلطنت" تھی، ایسے نازک دور میں "دوام العیش" کے نام سے ایک مستقل رسالہ لکھا اور مسلمانوں کو بتایا کہ خلافت ترکوں کا حق نہیں۔ اس وقت یہ بحث نہیں کہ مسلم مفادات کی کتنی نفیاں اس کتاب کے پیچھے تڑپتی ہوں گی، مصنف اس کی جواب دہی کے لیے

خود اللہ کے حضور میں پیش ہو چکے ہیں ہم مزید تبصرہ نہیں چاہتے ؎

قریب ہے یارو روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستین کا

مولانا احمد رضا خاں نے دوسرا کام یہ کیا کہ مسلمانوں کو ایک نئے اختلاف سے روشناس کیا۔ ایک نیا اختلاف پیش کیا ایسا اختلاف جو اختلاف اتحاد ملی کی جڑیں کاٹ دے ایک خدا، ایک رسول، ایک قبلہ اور ایک کتاب کے ہوتے ہوئے مسلمانوں میں کفر و اسلام کے فاصلے قائم کر دیے اور مسلمانوں کو آپس میں لڑا دے۔

اسلام کی پچھلی بارہ صدیوں میں مسلمانوں میں یہود و مجوس کی سازش سے صحابہ کرام پر کچھ اختلاف ہو گیا تھا۔ فروعی مسائل میں مجتہدین عظام کی علمی راہیں کہیں کہیں مختلف تھیں لیکن شاہراہ ایک تھی اور اس سے اسلام کا یہ قافلہ آگے بڑھتا چلا آیا تھا۔ اصولی مسائل میں سنی شیعہ اختلافات اور فروعی امور میں حنفی شافعی اور اہل حدیث قسم کے اختلافات تھے، مگر خدا اور اس کے رسول پاک پر اختلاف کبھی نہ سنا تھا۔ خدا اور رسول کو سب مسلمان مانتے تھے اور ان کی ناموس پر وقت کی ہر ضرورت میں قربانی دیتے تھے۔ انہی ناموسوں پر ملت کا شیرازہ جمع ہوتا تھا۔ مسلمانوں کے لیے یہ بات ناقابل تصور تھی کہ کوئی ایسے مسلمان بھی ہو سکتے ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانتے ہوں۔

اختلاف کی نئی شاہراہ

مولانا احمد رضا خاں صاحب نے بتایا کہ نہیں، مسلمانوں میں ابھی کئی ایسے لوگ ہیں جو خدا اور اس کے رسول کو نہیں مانتے۔ خدا پر جھوٹ بولنے کا الزام لگاتے ہیں اور اس کے رسول برحق سے دشمنی رکھتے ہیں۔ مولانا مذکور نے بعض علماء اسلام کے اعتقادات میں کچھ تاویل کر کے ان کی

خیالات میں اپنے معنی داخل کیے اور اپنے اعمالات کی مسلسل مخالفت مسلمانوں میں کفر و اسلام کے فرقے قائم کر دیے جن کو شخصی مقصدوں و فائدوں نے انگریزوں کی پالیسی (DIVIDE AND RULE) سے پھیلنے کی توفیق دی تھی وہ اس دھوکہ فریب میں نہ آئے ہوئے کہتے رہے کہ مسلمان ہونے کا مطلب یہی ہے کہ وہ خدا اور اس کے آخری رسول کو مانتے ہیں لیکن اسلام بھی انہی دو پر مشتمل ہے۔ خدا اور رسول کے ماننے پر مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں۔

مومن اور منافق کے عملی فاصلے

عملی زندگی میں اسلام شریعت کی پابندی کرنا ضروری ہے اس کے لیے مال اور جانی قربانی دینا، دوسروں کو اسلام کی تعلیم و عمل کی ترغیب و دعوت دیتے رہنا اور اس پر سالہا سال سے محنت کرتے چلے آنا ان لوگوں کو کبھی میسر نہیں آسکتا اس کی توفیق ملتی ہے جو منافق نہ ہوں۔ سرسید کی سرداری سے کلمہ پڑھ رہے تھے یوں قرآن کریم نے مومن اور منافق کے جو فاصلے بتلائے ہیں وہ ان عادات پر منطبق نہیں ہوتے جو انگریزی عہد میں مسلمانان ہند کے تھے مسلمانوں میں کفر و اسلام کے دعوے قائم کرتے وقت کے وہ تحریک کرتا صرف اپنی آخرت کو برباد کرتا تھا بلکہ دنیا میں بھی اپنی قومی زندگی کو شدید زک پہنچاتا تھا اور شاید یہ زخم اب کبھی مندمل نہ ہو سکیں۔ اے آنکھوں والو! عبرت حاصل کرو ؎

اے چشم اشکبار ذرا دیکھ تو سہی — یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

جب حال یہاں تک پہنچے کہ مسلمانوں میں خدا اور اس کے رسول کو ماننا بھی اختلافی مسئلہ بنا دیا جائے تو پھر اسلام کی کشتی کس کنارے لگے گی؟ یہ بات ہم سب کے سوچنے کی ہے ہم نہیں سمجھتے کہ کوئی شخص لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کو اپنی عبادت کا حق دار جان کر اور اس کے رسول برحق کو آخری رسالت مآب جان کر اور اپنے ان اقرارات پر ہر طرح کی مالی اور جانی قربانی کرتے بھی خدا اور اس کے رسول کا نہ ماننے والا ہو سکتا ہے۔

تحریک کی اہمیت

یہ تصور اسلام کی تیرہ صدیوں میں نہ تھا کہ مسلمانوں میں خدا اور اس کے رسول کے ماننے پر اختلاف ہو سکتا ہے۔ چودھویں صدی میں ایک "اعلیٰحضرت" نے مسلمانوں میں کفر و اسلام کے فاصلے قائم کرنے کے لیے محنت کی یہ کام کسی چھوٹے "حضرت" کا نہ تھا اس کے لیے واقعی "اعلیٰحضرت" کی ضرورت تھی۔ مولانا احمد رضا خان نے اس کام کا قصد کیا اور بریلی سے یہ تحریک شروع کی، اپنی کتابوں میں ایک مذہب پیش کیا اور دوسروں کو اپنے مذہب پر چلنے کی دعوت دی۔ آپ کے ماننے والوں کو بریلوی کہا جاتا ہے ان میں کئی ایسے لوگ بھی ہیں جو پہلے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر تھے اور اس تحریک سے وہ مولانا احمد رضا خاں کے مذہب پر آ گئے بہرحال بریلوی مذہب نے ایک باقاعدہ شکل اختیار کر لی اور یہ مذہب ہندوستان میں کئی جگہ پھیل گیا جہاں جہالت زیادہ ہوتی وہاں ان کے لیے زمین زیادہ ہموار ہوتی۔

مذہب کی نسبت کس کی طرف ہوتی ہے؟

اللہ کا پسندیدہ دین اسلام ہے، اجتہادی مسائل میں مذہب کی نسبت مجتہدین کی طرف ہوتی ہے۔ مذہب کی نسبت اتباع اور عمل کی غرض سے اللہ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی طرف ہوتی ہے تو وہ صحابہ کرامؓ اور مجتہدین عظام ہیں ہاں امتحان اور تعارف کے لیے آپ کسی سے بھی پوچھ سکتے ہیں کہ تیرا مذہب کیا ہے؟ اور اسی انداز میں سوال قبر میں بھی ہوگا لیکن اتباع اور پیروی کی غرض سے مذہب کی نسبت مجتہدین کے بعد کسی شخص نے اپنی طرف نہیں کی۔ مولانا احمد رضا خاں پہلے شخص ہیں جنہوں نے باقاعدہ دعوت دی کہ: میرے دین و مذہب پر رہو اسلام کی چودہ صدیوں میں ایک بھی مسلمان نہ ملے گا جو لوگوں کو اپنے دین و مذہب پر چلنے کی دعوت دیتا ہو

میرے دین و مذہب پر چلو

چودھویں صدی میں اپنے مذہب کی پیروی فرض کرنے والے یہ کون صاحب ہیں؟ یہ نیا مذہب جس میں ایک ایک سنت پر بدعت کے سو سو غلاف چڑھائے گئے آخر کس نے ایجاد کیا؟ اس مذہب کے عقائد و مسائل کیا ہیں؟ آیئے اعلیٰحضرت اور ان کی پوری تحریک سے تعارف کیجئے۔ ان کے ماننے والے سب حضرت ہیں اور یہ خود ان کے اعلیٰحضرت (بڑے حضرت) سمجھے جاتے ہیں۔

آپ نے اپنے مخصوص نظریات کو اپنا مذہب کہا یہ کسی اور کی زیادتی نہیں ان حضرت کی اپنی ایجاد ہے۔ اعلیٰحضرت نے اپنے آخری وقت میں اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ شریعت کی پیروی تو حتی الامکان کریں مگر ان کے مذہب کی پیروی کو سب سے بڑا فرض جانیں۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب اپنے وصایا شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

رضا حسنین حسنین [?] اور تم سب محبت و اتفاق سے رہو۔ اور حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ اللہ توفیق دے۔ والسلام

ص ٥ حسنین مظفر [?] ١٣٤٠ھ و محفوظ فقیر احمد رضا غفرلہ تعلیم خود [?]

اعلیٰحضرت اپنے دین و مذہب کے لیے حدیث و فقہ کی کتابوں کا نام لیتے تو میرے دین و مذہب سے اسلام بھی مراد لیا جا سکتا تھا مگر اس کے ناظر کے طور پر [?] انھوں نے ان کتابوں کی ترغیب نہیں دی بلکہ اپنی کتابیں بتلائیں۔ امام ابو حنیفہ نے اپنے شاگردوں سے فرمایا تھا کہ جب تمہیں صحیح حدیث مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے تم میری بات چھوڑ دو اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر عمل کرنا مگر اعلیٰحضرت نے حدیث و فقہ کی بجائے اپنی کتابوں کی ترغیب دی اور اپنے مذہب کی پیروی [illegible] بتلایا اس بات کی وضاحت ہے

مثال کسی فرقے کی تاریخ میں شاید ہی مل سکے ۔

ایک صحیح الدماغ آدمی یہ سوچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس قسم کی عبارتیں جب احمد رضا خاں صاحب کے قلم سے نکلتی ہیں تو بریلوی حضرات انھیں عین اسلام قرار دیتے ہیں اور ایسی کوئی بات خواہ اپنے الفاظ میں ان سے کتنی ہی کمزور اور سادہ کیوں نہ ہو، جب دوسروں کی زبان سے سنتے ہیں تو ان لوگوں کے دل و دماغ کا لاوا اُبلنے لگتا ہے۔ کیا یہی انصاف ہے؟ حق کا کیا یہی تقاضا ہے کہ وہی بات جب اپنے بزرگوں کے منہ سے نکلے تو شیر مادر کی طرح ہضم ہو جائے اور جب دوسروں سے سننے میں آئے تو آنکھوں میں تنکے کی طرح کھٹکنے لگے ؎

غیر کی آنکھوں کا تنکا تجھ کو آتا ہے نظر   دیکھ غافل آنکھ اپنی کا ذرا شہتیر بھی

علم و دیانت کا یہ تقاضا نہیں کہ اپنے اور بیگانے میں فرق کرکے عبارتوں کے الزامات قائم کیے جائیں۔ حق یہ ہے کہ ارشد صاحب کی مذکورہ تحریر نے خود بریلوی مذہب کا خون کیا ہے اور ان کے قلم کا یہ خون اعلیٰحضرت پر گرا ہے۔ مزید تفصیل چاہیے تو بریلویوں کی تفرقہ انگیز تحریریں اور ان کے فرقہ وارانہ ماحول میں جاکر دیکھیے، ان کے اسلامی تصورات دیکھیے اور ان پر غور کیجیے اور پھر ان کی روشنی میں بریلوی مذہب جس کے نمونے اعلیٰحضرت کی کتابوں میں ملتے ہیں ان کا جائزہ لیجیے۔ اگر آپ محسوس کریں کہ بریلوی حضرات اپنے بزرگوں کی قابل اعتراض عبارتوں کی توجیہ اپنے علمی ذخیرہ کی روشنی میں کرتے ہیں اور ان عبارتوں کے متشابہ کو اپنے دوسرے محکم نظریات کی روشنی میں حل کرتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ وہ یہ حق کیا دوسروں کو بھی دینے کے لیے تیار ہیں یا نہ؟ بہ تجربہ خود کے ساتھ یہ استفتاء پیش کیے دیتے ہیں کہ جو امور وہ اپنے بزرگوں کے حق میں جائز سمجھتے ہیں وہ انھیں دوسروں کے بارے میں کیوں شجرۂ ممنوعہ قرار دیتے ہیں نہ صرف یہ بلکہ دوسروں کو کافر قرار دینے میں نہ ان کی زبان رکتی ہے نہ قلم تھمتا ہے اور دنیا

حیرت سے کفر کی اس گولہ باری کا نظارہ کر رہی ہے ۔ یا تو ہ الیس منکم رجل رشید بریلویوں کی تکفیر کی گولہ باری سے کون غافل نہیں ؟ اس کی تحقیق آپ ہی فرمائیں

بریلوی تکفیر کی گولہ باری

اس حقیقت سے کوئی سمجھدار انکار نہیں کر سکتا کہ بریلوی مذہب کے بانی مولانا احمد رضا خاں صاحب جناب عبدالوہاب صاحب نجدی (۱۲۰۶ھ) اور ان کے تمام پیروکاروں کو کافر اور مرتد سمجھتے ہیں ان کے پیچھے نماز پڑھنا حرام جانتے ہیں نہ ان کی نماز جنازہ کے قائل ہیں نہ ان کے لیے ایصالِ ثواب کو جائز سمجھتے ہیں ، یہ لوگ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ جا کر بھی اہل کی باجماعت نمازوں سے محروم واپس لوٹتے ہیں ۔ ان محرومانِ قسمت کے پیشوا جناب احمد رضا خاں صاحب ان وہابیہ کو قادیانیوں کے ساتھ ملاتے ہوئے لکھتے ہیں :

" وہابی رافضی قادیانی وغیرہم کفار مرتدین کے جنازہ کی نماز انہیں ایسا جانتے ہوئے پڑھنا کفر ہے ۔[۱]

" رافضی تبرائی وہابی دیوبندی وہابی غیر مقلد قادیانی چکڑالوی نیچری ان سب کے ذبیحے محض نجس و مردار قطعی ہیں اگرچہ لاکھ بار نام الٰہی لیں اور کیسے ہی متقی پرہیزگار بنتے ہوں کہ یہ سب مرتدین ہیں ۔"[۲]

" نہ ان کی نماز نماز ہے نہ ان کے پیچھے نماز نماز ۔ بالفرض وہی جمعہ یا عیدین کا امام ہو اور کوئی مسلمان امامت کے لیے نہ مل سکے تو جمعہ و عیدین کا ترک فرض ہے ۔"[۳]

عرض : وہابیوں کی بنوائی ہوئی مسجد مسجد ہے یا نہیں ؟

ارشاد : کفار کی مسجد مثل گھر کے ہے ۔[۴]

---

[۱] ملفوظات ۲ ص۱۰۶ [۲] احکام شریعت ص۱۲۲ [۳] ایضاً ص[۱۲] [۴] ملفوظات ص۱۰۸

آجکل کے روافض تو عموماً ضروریات دین کے منکر اور قطعاً مرتد ہیں، ان کے مرد یا عورت کا کسی سے نکاح ہو سکتا ہی نہیں ایسے ہی وہابی قادیانی دیوبندی نیچری چکڑالوی جملہ مرتدین ہیں کہ ان کے مرد یا عورت کا تمام جہان میں جس سے نکاح ہوگا مسلم ہو یا کافر اصلی یا مرتد انسان ہو یا حیوان[1] محض باطل اور زنا خالص ہوگا اور اولاد ولد الزنا عالمگیریہ میں ظہیریہ سے ہے، احکام احکام المرتدین[2]

بلا شبہ اس سے دور بھاگنا اور اسے اپنے سے دور کرنا اس سے بغض اس کی اہانت اس کا رد فرض ہے اور توقیر حرام وہدم اسلام اسے سلام کرنا حرام اس کے پاس بیٹھنا حرام اس کے ساتھ کھانا پینا حرام اس کے ساتھ شادی بیاہ حرام اور قربت زنا خالص اور بیمار پڑے تو اسے پوچھنے جانا حرام، مر جائے تو اس کے جنازے میں شرکت، اسے مسلمانوں کا سا غسل وکفن دینا حرام، اس پر نماز جنازہ پڑھنا حرام بلکہ کفر، اس کا جنازہ اپنے کندھوں پر اٹھانا، اس کے جنازے کی مشایعت حرام، اسے مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنا حرام، اس کی قبر پر کھڑا ہونا حرام اس کے لیے دعائے مغفرت یا ایصال ثواب حرام بلکہ کفر[3]

کیا اب بھی کوئی صورت باقی رہی جس میں خان صاحب کے پیرو دوسرے مسلمانوں سے کبھی اکٹھے ہو سکیں حق یہ ہے کہ خان صاحب کو چھوڑے بغیر مسلمان کبھی آپس میں متحد نہیں ہو سکتے۔

---

[1] اسلام میں حیوان سے نکاح ہونے کی کوئی صورت نہیں، بریلوی مذہب میں اس کی کیا صورت ہے، یہ مولانا محمد عمر اچھروی کو خوب معلوم تھی۔ [2] ملفوظات مولانا احمد رضا حصہ ۲ صفحہ ۱ [3] عرفان شریعت ۲۱

بریلوی تصویر کا دوسرا رخ

۲۵ مارچ ۱۹۷۵ء کو والئ حرمین شریفین شاہ فیصل مرحوم شہید کیے گئے۔ اس لرزہ خیز واردات سے پورا عالم اسلام لرز اٹھا۔ یہ وفات پوری دنیا کے لیے ایک عظیم سانحہ تھی۔ بریلوی عقیدے کے مطابق وہابیہ نجد کے سرخیل شاہ فیصل کی نماز جنازہ نہ نماز تھی نہ بریلوی ان کے اور ان کے مقرر کردہ اماموں کے پیچھے حرمین شریفین میں نماز پڑھنا جائز سمجھتے تھے۔ بریلوی ان کے بارے میں یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ نہ ان کی نماز نماز ہے نہ ان کے پیچھے نماز نماز۔

انگلینڈ میں بریلویوں کی مرکزی تنظیم جمعیت تبلیغ الاسلام بریڈفورڈ ہے۔ ان کے خطیب مولانا ابوالمحمود نشتر اور نائب ارشد القادری ہیں۔ ان کے پیر معروف حسین نوشاہی ہیں اور صدر راجہ عارف ہیں۔ شاہ فیصل کی شہادت پر ان بریلوی زعما نے اپنے ہاتھوں اعلیٰحضرت کے ان فتووں کو پامال کیا اور اپنے مذہب کا خون کیا ہے۔ برطانوی بریلویت کی تاریخ سے شاید ہی یہ دھبہ کبھی نکل سکے۔ معلوم ہوا ہے کہ اس مذہبی خودکشی کے بعد ارشد القادری صاحب نے ایک توبہ نامہ شائع کیا تھا کہ وہ آئندہ سیاست میں دخل نہ دیں گے۔[1]

مذہبی خودکشی کا لرزہ خیز سانحہ

روزنامہ "مشرق" لندن کی ۲۸ مارچ کی اشاعت میں جمعیت تبلیغ الاسلام بریڈفورڈ کی مذہبی خودکشی کا یہ سانحہ اس طرح درج ہے:

> بریڈفورڈ ۔ جمعیت تبلیغ الاسلام کے عارف قریشی نے شاہ فیصل کی شہادت پر شاہ خالد اور ریاض میں سعودی عرب کے سفیر کے نام اپنے تعزیتی تار میں کہا ہے کہ شاہ فیصل کی شہادت عالم اسلام

[1] دیکھیے روزنامہ مشرق لندن ۱۲ مئی ۱۹۷۵ء

کا ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔ جمعیت کل بعد از نماز جمعہ مرحوم کی روح کو
ایصالِ ثواب کے لیے قرآن خوانی کا اہتمام کر رہی ہے۔"

پھر روزنامہ جنگ لندن کی یکم اپریل ۱۹۷۵ء کی یہ خبر پڑھیے اور بریلویوں کی مذہبی
خودکشی پر سر دُھنیے:

"بریڈ فورڈ ۳۱ مارچ (نمائندہ جنگ) جامع مسجد تبلیغ الاسلام
ساؤتھ فیلڈ سکوائر میں خطبہ جمعہ سے پہلے ایک جلسہ میں شاہ فیصل کی
شہادت کو عالمِ اسلام کے لیے ناقابلِ تلافی نقصان قرار دیا گیا۔ امام مسجد
مولانا ابوالمحمود نشتر نے اپنی تقریر میں کہا کہ اس زمانہ میں ایسا شخص جس
نے عالمِ اسلام کو ایک لڑی میں پرونے کی کوشش کی اور اس میں ایک
حد تک کامیاب ہوا ان کا اس طرح سے ناگہانی طور پر جدا ہونا انتہائی
رنج کی بات ہے۔ نماز جمعہ کے بعد مرحوم کے ایصالِ ثواب کے لیے مسجد
میں قرآن خوانی کی گئی۔"

دیکھیے وہابیہ نجد کے سرخیل جن کے مقرر کردہ اماموں کے پیچھے کبھی نماز جائز نہ تھی
اب کافر نہ رہے۔ مرحوم ہو گئے ان کے لیے ایصالِ ثواب جائز ہو گیا اور ان کی تعزیت بھی
ان لوگوں کا دینی کام بن گئی۔ مذہبی انحراف کی اس سے زیادہ واضح مثال شاید ہی تاریخ میں
مل سکے۔

بریلویوں کی مذہبی خودکشی جس طرح ارشد القادری صاحب کی جمعیت تبلیغ الاسلام
کے ہاتھوں عمل میں آئی اس سے بریڈ فورڈ بلکہ انگلینڈ کے سارے بریلوی حلقے چونک اُٹھے
ان میں سے جو لوگ کچھ بھی اللہ کا خوف رکھتے تھے اپنے ضمیر سے پوچھنے لگے کہ ان بریلوی علماء
نے جب وہابیہ نجد کے سرخیل شاہ فیصل بن عبدالعزیز آل سعود کو مسلمان تسلیم کر لیا ہے اور

ان کے ایصالِ ثواب کے لیے یہ لوگ دعائیں کر رہے ہیں تو ہمیں یہ لوگ ان کی نمازِ جنازہ اور ان کے اماموں کے پیچھے نماز پڑھنے سے کیوں روکتے رہتے ہیں جس چیز کو وہ اپنے لیے جائز سمجھتے ہیں اسے ہمارے لیے ناجائز کیوں کہتے رہتے ہیں؟

جن حق پسندوں نے اپنے ضمیر سے اس کا فیصلہ پوچھا وہ جان گئے کہ بریلویوں کے ہاں یا تو دین ایمان نہیں وہ حق کے آگے نہیں رائے عامہ کے آگے جھکتے ہیں اور اپنا مذہب بدل لیتے ہیں۔ دنیا سے اگر انصاف ختم نہیں ہو گیا تو اہلِ انصاف اس کا ضرور فیصلہ کریں گے کہ جب یہ لوگ اپنے شعور و فطرت سے وہابیہ نجدیہ پر کفر کے تیر برساتے ہیں تو کیا وجہ ان کا خون غریبوں پر گرتا ہے اور بادشاہوں کی سطوت کے سامنے ان کا فتویٰ بدل جاتا ہے۔

قتال و جدال کے معرکوں میں تصادم ہمیشہ مقابل لشکر سے ہوتا ہے لیکن اپنے ہی مذہب سے ایسا خونریز تصادم شاید ہی تاریخ میں مل سکے۔ بریلویوں کی مذہبی خودکشی کا المناک منظر آپ کے سامنے ہے تاہم جس مذہب کا انھوں نے خون کیا اور جس سے وفا کی جو لیں اب خود ان کے ہاں بھی ڈھیلی پڑ رہی ہیں مناسب ہے کہ بریلویت کے ان گمشدہ رات سے اس کے کچھ نمونے بطور یادگار جمع رکھے جائیں تاکہ آنے والی نسلیں جان سکیں کہ چودھویں صدی میں ایک یہ نقش بھی ابھرا تھا جو برگشتہ کے تاریخی دھماکے میں اپنی آخری نیند سو گیا ؎

جو خود کو کہتے تھے توبچی وہ میٹ ہوئے کارتوس نکلے

ہم خوش ہیں کہ جمعیت تبلیغ الاسلام بریڈ فورڈ اور اس کے دینی رہنماؤں مولانا ابوالمحمود نشتر اور ارشد القادری وغیرہ نے وہابیہ نجدیہ کو مسلمان تسلیم کر کے اور ان کے سرخیل شاہ فیصل کے حق میں ایصالِ ثواب کی دعائیں کر کے ایک نیکی کی جو برائی نہیں کی ہم یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ حرمین شریفین کے کافروں کے قبضے میں ہونے کی تلقین کرنا اور وہابیہ نجدیہ کو کافر ٹھہرانا مرکزِ اسلام میں زلزلہ پیدا کرنے کے مترادف ہے۔

شاہ فیصل پر نجدی وہابی ہونے کا فتویٰ

چونکہ جلالۃ الملک شاہ فیصل کے سانحہ شہادت سے پہلے شاہ فیصل مرحوم کے بارے میں یہ لوگ کس قسم کا عقیدہ رکھتے تھے اس کے لیے ورلڈ اسلامک مشن کے سیکرٹری کی تجویز ملاحظہ کیجیے جو اس نے اس سانحہ شہادت سے ایک سال پہلے پیش کی تھی۔ روزنامہ "ملت" کی ۲۹ اپریل ۱۹۷۵ء کی اشاعت میں یہ تجویز چھپی ہے:

"شاہ فیصل کو پاکستان اور عالم عرب خواہ مخواہ اہمیت دے رہے ہیں وہ یہ نجدی وہابی ہے جو قادیانیوں سے بھی زیادہ خطرناک ہیں اس کی حکومت کا تختہ الٹ جانا چاہیئے یا اسے ختم کر کے کسی دوسرے اچھے عرب کو لانا چاہیئے۔"

(روزنامہ "ملت" ۲۹ اپریل ۱۹۷۵ء)

جب شاہ فیصل شہید کر دیئے گئے تو یہی لوگ پھر ان کے ایصال ثواب کے لیے تیار ہو گئے کہ شاید اس بہانے سعودی عرب سے کوئی مالی امداد مل جائے۔

خدا کی قدرت دیکھیے کہ مرکز اسلام کے خلاف کفر کا فتویٰ دینے والے اور والیٔ حرمین کے خلاف اس درجہ سوچنے والے خود ہی اس جلسے تلے دب گئے۔ بریلویوں کا ایصال ثواب کا یہ جلسہ مولانا احمد رضا خان کے تعارف میں ہر حق پسند ضمیر کو بریلویت سے دور کرتا رہے گا۔

پاکستان کی مخالفت

یہ نہ گمان کیا جائے کہ بریلوی تکفیر کی گولہ باری صرف عالم عرب پر تھی یا کبھی حضرت ترکی اس کی زد میں تھا۔ نہیں پاکستان بھی ان کی زد سے محفوظ نہیں رہ سکا۔ مولانا احمد رضا خان کے پیرو مرشد سید آل رسول سجادہ نشین مارہرہ شریف کا رسالہ "مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری"

اس کی منہ بولتی شہادت یہ ہے مولانا ابوالاولاد رسول نے مارہرہ شریف سے ایک رسالہ الجوابات السنیۃ علی زہاء السوالات اللیگیۃ شائع کیا تھا اس میں مسلم لیگ کے اساسی مقاصد کے بارے میں لکھا ہے : "صریح محرمات، ضلالات بلکہ منجر بکفریات ہیں" [۱]

اس رسالہ میں حزب الاحناف لاہور کے مولوی ابوالبرکات سید احمد کا یہ فتویٰ بھی دیکھیے : "لیگ کی حمایت کرنا اس میں چندے دینا اس کا ممبر بننا اسکی اشاعت وتبلیغ کرنا منافقین ومرتدین کی جماعت کو فروغ دینا ہے"

ڈاکٹر اقبال کے خلاف فتویٰ

بریلویوں کی مشہور کتاب تجانب اہل السنۃ جس پر مولانا احمد رضا خاں کے خلف ثالث مولوی حشمت علی کی تصدیق درج ہے اس میں نقاش پاکستان علامہ اقبال کے بارے میں ہے :

"ڈاکٹر صاحب کی زبان پر شیطان بول رہا ہے اگر ان خرافات کے باوجود بھی ڈاکٹر صاحب مسلمان ہیں تو معلوم ہوگیا ہے کہ انھوں نے کوئی اور اسلام گھڑ لیا ہے" [۲]

ڈاکٹر اقبال ہی نہیں اب بانیٔ پاکستان کے بارے میں بھی سنیے :

بحکم شریعت مسٹر جناح اپنے ان عقائد کفریہ قطعیہ یقینیہ کی بنا پر قطعاً مرتد اور خارج از اسلام ہے جو شخص اس کے کفروں پر مطلع ہونے کے بعد اس کو مسلمان جانے یا اس کے کافر ومرتد ہونے میں شک رکھے یا اس کو کافر کہنے میں توقف کرے وہ بھی کافر ومرتد اور بے توبہ مرا تو مستحق لعنت عزیز علام ہے [۳]

یہ زور آزمائی اس لیے تھی کہ مسلم لیگ کے جلسوں میں مولانا تھانوی زندہ باد کے نعرے لگتے تھے، سو ضروری تھا کہ بریلوی علماء مسلم لیگ پر بھی وار دات کریں۔

---

[۱] الجوابات السنیۃ صہ [۲] تجانب اہل السنۃ صہ [۳] تجانب اہل السنۃ صہ

کیسے چلی اور کس بے رحمی سے اُمّت کو دو ٹکڑے کیا گیا۔ آپ مولانا احمد رضا خان کے شوقِ تکفیر کا میابی جائزہ بھی لے چکے۔ آپ نے یہ بھی دیکھا کہ خان صاحب نے اپنے اس شوق کو پورا کرنے کے لیے کونسی راہ اختیار کی۔ اسے ہم "پہلے خیالات" کے عنوان سے پیش کر آئے ہیں۔

مولانا کا شخصی تعارف آپ کو ان کے **علم و فضل** اور **زہد و عمل** کی داستان میں ملے گا۔ **علم و فضل** کے تحت آپ ان کے ترجمہ قرآن "کنز الایمان" پر بھی ایک دیسی نظر ڈال سکیں گے اور جان سکیں گے کہ مختلف اسلامی حکومتوں نے اسے کیوں خلاف قانون قرار دیا۔ مولانا کے زہد و عمل پر نظر ڈالنے کے بعد آپ ان کے عقائد کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ ان حضرات نے ملتِ اسلام میں کس قدر گہرے شگاف ڈالے ہیں اور اسلامی تصوف کو کس طرح پامال کیا ہے۔

آپ دیکھیں گے کہ مولانا احمد رضا خان اور ان کے پیروؤں نے کس بے دردی سے اسلام کے عقیدۂ توحید میں تحریف کی۔ ہے کس بے خوفی سے عقیدۂ رسالت میں گستاخی کی چال چلے ہیں، کس طرح صحابۂ کرامؓ کی شان میں بے ادبی کی اور کس بے دردی سے اولیاء اللہ کی شان میں توہین کے مرتکب ہوئے ہیں۔

مولانا احمد رضا خان کی ان گستاخیوں کی نشاندہی اس لیے نہیں کی جا رہی کہ ان کی بے آبروئی ہو بلکہ محض اس لیے کہ ان کے پیرو انہیں ان کے اصل آئینہ میں دیکھ سکیں اور امت میں تفرقہ پھیلانے کی دلآزار روش چھوڑ دیں۔ اس کتاب کی اشاعت میں حضورؐ کی اُمت کی خیر خواہی مقصود ہے۔ کسی گروہ کی بدخواہی اور دلآزاری ہرگز پیشِ نظر نہیں۔ خدا کرے لوگ مولانا احمد رضا خان اور ان کی جماعت کے عقائد و افکار کو اچھی طرح سمجھیں اور پھر خود فیصلہ کریں کہ بدعت و الحاد کا یہ ریلا انہیں کس طرف بہا لے جائے گا۔

تشکر و امتنان

اللہ تعالیٰ کے حضور ہم بخلوص دل شکر گزار ہیں کہ اس نے دعوۃ کو اتنی عظیم مقبولیت عطا فرمائی کہ ہم ابتدائی مرحلہ میں اس کا تصور بھی نہ کر سکتے تھے۔ پاکستان اور ہندوستان میں کتنے ہی اداروں نے اس کے ایڈیشن نکالے اور کتاب کی طلب پھر بھی قائم رہی۔ انگریزی، بنگلہ، پشتو،

گجراتی اور برمی زبانوں میں اس کے ترجمے ہو چکے ہیں۔ مولانا محمد عمر کے گجراتی ترجمے کو ہندوستان کے علاقہ بمبئی، سورت اور غیر وبیج میں مقبولیت حاصل ہوئی ہے، ساؤتھ افریقہ میں انگریزی ترجمے کی بہت مانگ ہے، انگلستان، سکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ میں جہاں جہاں بھی پاک و ہند کے لوگ آباد ہیں، "دھماکہ" کو بڑی دلچسپی سے پڑھا گیا بلکہ بعض حلقوں میں جب بھی ۲۰ اپریل کی تاریخ آتی ہے لوگ گھروں میں ۲۰ اپریل ۱۹۸۵ء کے جلسہ تعارف کی ٹیپ ریکارڈ تقریر سنتے ہیں اور اسے دل لگی میں یوم دھماکہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

"دھماکہ" کی اشاعت کا ایک فوری اثر برطانیہ میں یہ دیکھنے میں آیا کہ مولوی ارشد القادری مصنف "زلزلہ" کو جمعیت تبلیغ الاسلام بریڈ فورڈ نے ان کی کتاب "زلزلہ" کی شہرت کے باعث یہاں انگلینڈ بڑے شوق سے بلایا تھا کہ ان کی وجہ سے یہاں بریلوی مذہب کو فروغ ہوگا وہ یہاں سے فارغ کر کے واپس ہندوستان بھیج دیئے گئے اور جن امیدوں سے بریلویوں نے انہیں یہاں بلایا تھا ان پر یکسر پانی پھر گیا اور ان لوگوں کو یہاں لینے کے دینے پڑ گئے۔ مولانا ارشد القادری کی ہندوستان واپسی "دھماکہ" کی یادوں میں سے ایک مؤثر یاد ہے۔

یہ کتاب کسی کتاب کے جواب میں نہیں لکھی گئی بلکہ یہ ایک مستقل کتاب ہے، جسے ارشد القادری صاحب کی ملک واپسی کے باعث بریلوی حلقوں میں خواہ مخواہ اسے زلزلہ کا جواب سمجھ لیا گیا حالانکہ اس میں کہیں درج نہ تھا کہ زلزلہ نامی کسی کتاب کا جواب ہے، زلزلہ کے جواب میں کئی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں اور اہل علم مطلع ہیں — ان سے زلزلہ کی ہیبت بہت کم ہو گئی ہے
"دھماکہ" کی اس مقبولیت عام اور اس کی ضرب کاری پر ہم بصمیم قلب اللہ تعالیٰ کے حضور میں شکر گزار ہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نور سنت سے پورے جہان کو منور فرمائے اور شرک و بدعت کے اندھیروں سے پوری قوم کو خلاصی عطا فرمائے۔ آمین۔

کارکنان انجمن خدام التوحید والسنۃ برمنگھم

تحریک اور بانی تحریک

تحریک اور بانی تحریک کا بہت قریب کا ساتھ ہوتا ہے۔ بانی کی فکر اور تحریک کا عمل ساتھ ساتھ چلتے ہیں "مطالعہ بریلویت" جلد اول میں تحریک (اہلسنت پر تیشہ تفریق) اور اس کا پس منظر (وہ کون سے حالات تھے جو اس تحریک کا موجب ہوئے) آپ کے سامنے آ چکے۔ اختلاف پیدا کرنے میں مولانا احمد رضا خان نے کونسا زینہ منتخب فرمایا؟ آپ خیالات کی بحث میں اسے بھی اچھی طرح جان چکے۔ یہ سب کچھ خانصاحب کی تحریک کے بارے میں تھا خان صاحب کے بارے میں نہیں۔ آپ کے اپنے بارے میں قارئین کرام شاید ابھی تک یہ جاننے کے منتظر ہوں کہ آپ کس علمی ماحول کی پیداوار تھے اور کن بزرگوں کے زیر سایہ آپ نے علم و کردار کی تربیت پائی ہوگی۔

بانی تحریک مولانا احمد رضا خان کس علم و عمل کے مالک تھے؟ اس جلد میں اس پر کچھ تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے لئے مرتبہ امامت کا مدعی ہو اور لوگوں کو اپنے مذہب پر چلنے کی دعوت دے تو لوگوں کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ جانیں کہ وہ خود کیا ہے۔ کس ماحول کی پیداوار ہے اور اس کی زندگی علم و کردار کے پہلو سے کس درجہ لائق اعتماد ہو سکتی ہے۔ اسی پہلو سے ہم نے خان صاحب کے علم و فضل اور عمل و کردار پر قدرے بحث کی ہے۔ انہیں بے آبرو کرنا ہرگز مقصود نہیں۔ نہ ہم ان کے پیرؤوں کی دل آزاری چاہتے ہیں۔ بلکہ خود ان سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ نہایت ٹھنڈے دل سے ان کے مرتبۂ علم و فضل کو جانیں اور پھر فیصلہ کریں کہ وہ سلف صالحین کی پیروی میں روح کی تسکین پاتے ہیں یا خان صاحب کے مذہب کی پیروی میں!

رب العزت کی توفیق شامل رہی تو اگلی جلد میں اس تحریک کے اثرات پر بھی کچھ بحث کی جائے گی اور بتایا جائے گا کہ خانصاحب کی اس تحریک سے مسلمانوں میں کن کن غیر اسلامی نظریات نے دخل پایا اور کن عقائد پر ان کے پیرو چلے اور انہوں نے اپنے دینی اعمال میں کونسی راہ اختیار کی؟

مؤلف

مولانا احمد رضا خان

علم وفضل کے آئینے میں

اساتذہ سے فیض پایا تو تم بھی کچھ دکھا گیا
اب تو سب نے یہ دیکھا یا اصرِ جہالت کی آرہی ہے
تیرے بھی غافل نہیں ہے جب ہیں رشید فانی
مگر ادھر سے تمہید ہے ہوا تجارت کی آری ہے

از خامہ

ڈاکٹر علامہ خالد محمود ایم اے پی ایچ ڈی

ڈائرکٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ آللہ خیر اما یشرکون اما بعد

مولانا احمد رضا خاں صاحب کے اساتذہ کرام

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کسی باقاعدہ عربی مدرسہ یا دار العلوم کے تعلیم یافتہ نہ تھے آپ کی ساری دینی تعلیم گھر پر ہی ہوئی تھی۔ آپ کے پہلے استاد مرزا غلام قادر (مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی کے بھائی) تھے ان کے بعد آپ اپنے والد مولانا نقی علی خاں سے پڑھتے رہے مولانا نقی علی خاں بھی کسی معروف عربی مدرسہ یا دار العلوم کے فارغ التحصیل نہ تھے وہ بھی گھر ہی پڑھتے رہے تھے نہ آپ نے کسی مدرسہ میں کبھی پڑھایا تھا اس کے باوجود آپ نے مولانا احمد رضا خاں کو تیرہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل کر دیا اور آپ کو اس قابل کر دیا کہ بریلویوں نے آپ کو اسی عمر میں "علوم و فنون کا ماہر" سمجھ لیا ؎۱

زہر بن جائے جو زندگی کے لیے — مجھ کو ایسا نوالہ نہیں چاہیے
میری نسبت صفا اور مروہ سے ہے — مجھ کو کوہ ہمالہ نہیں چاہیے

دنیوی تعلیم میں آپ نے علم ہیئت اور نجوم مولانا عبد العلی صاحب رامپوری سے اور علم جفر اور تکسیر اپنے مرشد مولانا ابو الحسین نوری سے سیکھا ان دونوں گدی نشینوں کو علم جفر اور نجوم کی بہت ضرورت لاحق ہوتی تھی اور جتنی ان علوم میں دسترس ہو ان کا حلقۂ عقیدت اتنا ہی وسیع ہو جاتا تھا۔ مارہرہ شریف کے گدی نشین علم جفر میں ماہر تھے۔ مولانا احمد رضا خاں

؎۱ المیزان امام احمد رضا نمبر کے ایک مضمون کی سرخی ص ۲۳۵

نے علم جفر اپنی سے سیکھا تھا اور یہی کشش انہیں آستانۂ مرشد پر لے آئی تھی۔ آپ علم جفر میں اتنے کھوئے ہوئے تھے کہ مدینہ منورہ جہاں ہر طالب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضری کی تمنا لئے حاضر ہوتا ہے آپ وہاں بھی اس لیے گئے کہ شاید وہاں کوئی علم جفر کا ماہر مل جائے اور اس کے ذریعہ آپ کا کام چل نکلے۔ آپ کے ملفوظات میں ہے۔

خیال کیا کہ یہ شہر کریم تمام جہاں کا مرجع و ملجا ہے اہل مغرب بھی یہاں آتے ہیں ممکن ہے کوئی صاحب جفرداں مل جائیں کہ ان سے اس فن کی تکمیل کی جا سکے[1]

مولانا احمد رضا خاں صاحب ستاروں کے اثرات کے بھی قائل تھے سیرت امام احمد رضا میں ہے؛
ستاروں کے اثرات کے قائل تھے مگر اسی فاعل حقیقی عزوجل شانہ کو جانتے تھے[2]

مولانا احمد رضا خاں علاوہ بطور انبیاء اور اولیاء کے کوئی اختیارات کے بھی قائل تھے اور ستاروں میں بھی ان اثرات کا اعتقاد رکھتے تھے اس وقت یہ زیر بحث نہیں کہ اسلام میں ستاروں کے اثرات کا قائل ہونا کیسا ہے اہل حق اس کے قائل رہے ہیں یا اہل الحاد۔ یہ اس وقت کا موضوع نہیں تاہم ایک دو باتیں ضرور یاد رکھئے۔

علمائے اہل سنت میں کوئی ستاروں کی تاثیر کا قائل نہیں[3] نہ اس علم میں دلچسپی لینا ان کا شیوہ[4] تھی ستاروں میں اس طرح کی تاثیر اور تصرف ماننا کو مختار الٰہی کی تاویل سے ہو ہرگز درست نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ یونانی ستاروں میں کرشمہ جانیں تو کافر ٹھہریں اور مولانا ستاروں کے اثرات کا عقیدہ رکھیں تو مجدد تسلیم کئے جائیں۔ کیا عجب

بہرحال مولانا احمد رضا خاں صاحب نے جس دن مارہرہ شریف میں بیعت کی تو مرشد نے اسی دن آپ کو خلافت دے دی تھی اس سے پتہ چلتا ہے کہ جہاں تک سلوک، طریقت اور مجاہدہ و ریاضت کا تعلق ہے آپ ان کے تجربات سے نہیں گزرے اور آپ کا علم مسائل

---

[1] ایضاً صفحہ ۳۴ [2] ملفوظات حصہ ... [3] ایضاً صفحہ ۴۴ [4] ... من علوم النجوم کان مشروعا فی زمن ادریس علیہ السلام و تعلقہ ... والاشتغال بالعلم المنسوخ ... فالعمل به باطل ... الشریعۃ فی بیان ... طبع ... [illegible]

طریقت میں بھی علم شریعت کی طرح ناپختہ ہی رہا۔

المیزان کے امام احمد رضا نمبر میں ہے کہ آپ کے مرشد گرامی نے آپکو یونہی خلافت دیدی تھی:۔

آپ نے بغیر مشقت و مجاہدہ کے امام احمد رضا کو خلافت دے دی ہے[1]

بادی النظر شریعت سے تعلق جب زیادہ تر علم جفر اور تکسیر کی بناء پر تھا تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں سلوک و طریقت کی منزلیں طے کرانے کی کیا ضرورت تھی؟ پیر و مرید اسی فضول علم میں کھوئے ہوئے تھے جس کے بارے میں وہ خود حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے جواب لے چکے تھے کہ یہ علم فضول ہے مولانا احمد رضا خاں کہتے ہیں کہ حضورؐ نے خواب میں مجھے ایک تھان دکھایا جس پر ا ۔۔ ف ۔۔ ب ۔۔ ذ کے حروف لکھے تھے اس کی تعبیر مولانا احمد رضا خاں صاحب نے خود یہ بیان کی

ا ، ف ، ب ، ذ کے معنی ہیں فضول ہیکہ[2]

وقت کی مشہور درسگاہیں

دارالعلوم دیوبند کو ایک طرف رہنے دیجئے اس وقت کئی اور بھی درسگاہیں موجود تھیں جن میں نادر روزگار علمی شخصیتیں موجود تھیں اور علم وفن کے متلاشی دُور دُور سے آکر ان کے حلقہ درس میں شامل ہوتے تھے مولانا پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی طلب علم میں وقت کے جن مشہور مراکز علمی میں گھومے مولانا احمد رضا خاں صاحب ان میں سے کسی مرکز علم سے فیض یاب نہ ہو سکے۔

اس وقت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری (۱۲۹۷ھ) مولانا فیض الحسن سہارنپوری (۱۳۰۴ھ) شاہ عبدالرزاق فرنگی محلی (۱۳۰۷ھ) مولانا احمد حسن کانپوری (۱۳۲۲ھ) حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادی (۱۳۱۳ھ) اور مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی جیسے حضرات موجود تھے جن سے مولانا احمد رضا خاں صاحب بخوبی استفادہ کر سکتے تھے پیر مہر علی شاہ صاحب کے تذکرہ "مہر منیر" میں ان نادر روزگار علمی شخصیتوں کا ذکر موجود ہے مگر حیرت ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کو اساتذہ کی کمی پر ہمیشہ فخر رہا حالانکہ زیادہ سے زیادہ علماء سے استفادہ کرنا علماء سلف کے

---

[1] المیزان احمد رضا نمبر صفحہ ۲۹۰ [2] ملفوظات حصہ اول صفحہ ۱۰۵

لیے سرمایہ افتخار رہا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ نے تقریباً چار ہزار اساتذہ سے استفادہ کیا تھا جہاں بھی کسی صاحب علم کی شہرت ہوتی علم کے لیے وہاں پہنچتے اور اپنے دامن کو علم کے موتیوں سے بھر لیتے۔

بریلوی حلقے اس پر فخر کرتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں نے مرزا غلام قادر (برادر مرزا غلام احمد قادیانی) اور اپنے والد نقی علی خاں۔ مولانا عبد العلی رامپوری اور شاہ ابو الحسین صاحب نوری کے سوا کسی سے نہیں پڑھا۔

ان کے سوا کسی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ نہیں کیا[1]

مولانا احمد رضا خاں کا تعلیمی پہلو اتنا کمزور رہا کہ آپ کے پیرو مجبور ہوئے کہ آپ کے لیے علم لدنی کا دعویٰ کریں اور اعتقاد رکھیں کہ آپ کے علم و فن کے کمالات وہبی تھے جو آپ خدا کی طرف سے اپنے ساتھ لائے تھے۔

تین برس کی عمر میں فصیح عربی میں گفتگو

مولانا عرفان علی صاحب کہتے ہیں کہ ایک دفعہ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے فرمایا:۔

میری عمر ساڑھے تین برس کی ہوگی اور میں اپنے محلے کی مسجد کے سامنے کھڑا تھا ایک صاحب اہل عرب کے لباس میں جلوہ فرما ہوئے انھوں نے مجھ سے عربی زبان میں گفتگو فرمائی میں نے بھی فصیح عربی میں ان کی باتوں کا جواب دیا[2]۔

یہ حکایت محض اس لیے وضع کی گئی ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کے لیے اساتذہ کی کمی کا جبر ہو سکے اور مولانا کے لیے علم لدنی ثابت کرنے کی بنیاد فراہم کی جا سکے تاہم تعجب ہوتا ہے کہ جب ساڑھے تین برس کی عمر میں علم کی یہ شان تھی تو چار سال کی عمر میں طوائف کے سامنے قمیص اوپر کیوں اٹھا لیتے تھے۔ فتاویٰ رضویہ کے مقدمہ میں ہے:۔

چار برس کی عمر میں ایک دن بڑا سا کرتہ پہنے باہر تشریف لاتے تو چند بازاری

---

[1] ملفوظات حصہ دوم ص ۳ [2] المیزان، امام احمد رضا نمبر ص ۳۴۳

جلوا ہوں کو دیکھ کر کرتے کا دامن چہرۂ مبارک پر ڈال لیا یہ دیکھ کر وہ عورت

بولی واہ میاں صاحبزادے آنکھیں ڈھک لیں اور ستر کھول دیا ۔[1]

ہم اپنے آپ کو کس طرح سمجھائیں کہ ساڑھے تین سال اور چار سال کی عمر کے یہ دونوں واقعات کیسے سچ ہو سکتے ہیں۔ دروغ گو را حافظہ نباشد کہہ کر بھی ہم آگے نکلنا نہیں چاہتے کہ یہ موضوع کے ادب کے خلاف ہوگا۔

(۶) چھ سال کی عمر میں فصیح تقریر

بریلوی لٹریچر میں یہ روایت بھی ملتی ہے:

> چھ سال کی مبارک عمر میں کہ ماہ ربیع الاول تھا ایک بہت بڑے مجمع کے سامنے منبر پر جلوہ افروز ہو کر آپ نے پہلی مرتبہ تقریباً دو گھنٹے تک علم و عرفان کے دریا بہائے ۔[2]

مولانا احمد رضا خاں نے چھ سال کی عمر میں تقریباً دو گھنٹے علم و عرفان کے دریا بہائے۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ میرا کوئی استاد نہیں تھا:

> میرا کوئی استاد نہیں میں نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ سے صرف چار قاعدے جمع، تفریق، ضرب، تقسیم محض اس لیے سیکھے تھے کہ ترکے کے مسائل میں ان کی ضرورت پڑتی تھی شرح چغمینی شروع کی ہی تھی کہ حضرت والد ماجد نے فرمایا کیوں اپنا وقت ضائع کرتے ہو[3] مصطفیٰ پیارے کی سرکار سے یہ علوم تم کو خود ہی سکھا دیے جائیں گے ۔[4]

۱۔ [illegible] ۲۔ فتاویٰ رضویہ [illegible] ۳۔ اصل بات یہ ہے کہ مولانا نقی علی خان کو شرح چغمینی خود نہ آتی تھی اب پڑھائیں کیا؟ [illegible] ایک مسلکی اجازت تھی جو آپ نے [illegible] اگر یہی بات ہوتی جو انہوں نے کہی تھی تو پھر مولانا احمد رضا خاں مولانا عبدالعلی صاحب رامپوری سے یہی کتاب پڑھنے کیوں جاتے؟ افسوس کہ آپ وہاں بھی صرف چند اسباق ہی پڑھ سکے حضرت کے استاد ہونے کا فخر ... مولانا عبدالعلی رامپوری کو حاصل ہوا جن سے حضرت نے شرح چغمینی کے کچھ اسباق لیے (المیزان نمبر صفحہ ۲۳۳) ۴۔ المیزان امام احمد رضا نمبر صفحہ ۲۳۳

ایک سینٹر یہاں یہ سوچے بغیر رہ نہیں سکتا کہ پھر حضرت امام اعظمؒ اور حضرت امام بخاریؒ جیسے حضرات اساتذہ کے سامنے کیوں وقت ضائع کرتے رہے کیا ان کے لیے اس طرح سے حصول علم کے دروازے بند تھے ؟

امام ابوحنیفہ کے اُستاد

ممکن اور بہت ممکن ہے کہ بریلوی حضرات نے مذکورہ روایتیں مولانا احمد رضا خاں صاحب کی تعلیمی کمی کو علم لدنی سے پورا کرنے کے لیے وضع کی ہوں لیکن اگر یہ صحیح ہیں تو پھر چار پانچ سال کی عمر میں بازاری عورتوں کے سامنے ستر کھولنا یقیناً ایک ادنیٰ حرکت ہوگی ۔

علماء میں اساتذہ کی کثرت ہمیشہ سرمایہ عزت رہی ہے حافظ ابوالحجاج المزی امام ابوحنیفہؒ کے اساتذہ کی تعداد سو بتلاتے ہیں اور اگر ان تمام راویوں کو بھی لے لیا جائے جن سے آپ نے حدیث سنی تو پھر ملا علی قاریؒ کا بیان فیصلہ کن ہوگا کہ امام اعظمؒ کے اساتذہ (صحابہ تابعین اور تبع تابعین میں سے) چار ہزار ہیں [۱]

تیرہ سالہ مفتی

مولانا احمد رضا خاں مرزا غلام قادر اور اپنے والد نقی علی خاں سے پڑھ کر ۱۳ سال کی عمر میں فارغ ہوگئے اور اسی دن والد نے آپ کو مسند افتاء پر بٹھایا آپ اسلام کی چودہ صدیوں میں پہلے مفتی ہیں جنہوں نے تیرہ چودہ سال کی عمر میں فتوے کا قلمدان سنبھالا امام ابوحنیفہؒ جیسے جلیل القدر امام بھی اس عمر میں اس ذمہ داری کے لائق نہ ہو سکے تھے ۔

بریلوی حضرات کا عقیدہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں جو ۱۲۷۲ھ میں پیدا ہوئے تھے اسی دن مسند افتاء پر بیٹھے جس دن آپ پر نماز فرض ہوئی تھی :-

> "تیرہ سال کی عمر میں ۔۔۔ ایک فتویٰ لکھ کر اپنے والد ماجد کی خدمت میں پیش کیا جواب بالکل صحیح تھا والد صاحب نے جودت ذہن دیکھ کر اسی وقت سے افتاء کا کام آپ کے سپرد کر دیا" [۲]

---

۱ مسند الامام شرح مسند امام ص ۱۲ — ۲ المیزان احمد رضا نمبر ص ۳۴۲

یہ حضرات یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خان اسی دن سے مجدد کامل بھی تھے :-

آپ نے ۱۲۸۶ھ میں علوم مروجہ درسیہ سے فراغت حاصل کی اور منصب افتاء پر
بٹھا دیئے گئے اسی دن سے ان کی زندگی کا اگر بنظر انصاف جائزہ لیا جائے تو انکا مجدد
کامل ہونا مہر نیمروز کی طرح ظاہر و آشکار ہے ۔[۱]

یہ بات ان لوگوں کی محض اپنی روایت نہیں بلکہ ان کے اعلیٰ حضرت کا بیان بھی اس بارے
میں یہ ہے کہ :-

فقیر نے ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ کو ۱۴ برس کی عمر میں پہلا فتویٰ لکھا ۔[۲]

ان روایات کا حاصل یہ ہے کہ اسی دن آپ فارغ التحصیل ہوئے اسی دن مسند افتاء پر
بیٹھے اسی دن نماز آپ پر فرض ہوئی اور اسی دن سے آپ مجدد ٹھہرے آپ کی یہ چار خصلتیں ایک
ہی دن کی یاد ہیں۔

بریلوی مذہب کے لوگ بسا اوقات کہہ دیتے ہیں کہ اس زمانے آپ کی ہزاروں کتابوں پر نظر
تھی اور ہزاروں کتابیں آپ کے زیر مطالعہ رہتی تھیں ان حضرات کا یہ کہنا درست نہیں۔

پچاس کتابیں زیر مطالعہ

درسیات کے علاوہ صرف پچاس سے کچھ زائد کتابوں کا آپ
نے مطالعہ کیا تھا اس وسعت مطالعہ پر آپ کی اپنی ایک
شہادت بھی موجود ہے خود فرماتے ہیں ۔

درس نظامی کی تمام کتب اور پچاس سے زائد کتب میرے درس و تدریس اور
مطالعہ میں رہیں ۔[۳]

مدرسہ بریلی کی علمی حیثیت

مولانا احمد رضا خان نے جب ہوش سنبھالا تو بریلی
میں مدرسہ مصباح التہذیب موجود تھا لیکن اس پر
علمائے دیوبند کے اثرات بہت گہرے تھے بریلی میں بس انہی کی بات چلتی تھی پھر ایک مدرسہ

---

[۱] احمد رضا نمبر صفحہ ۳۹۱   [۲] ایضاً صفحہ ۵۲۹   [۳] ایضاً صفحہ ۵۴۲

حضرت مولانا عبدالحق خیرآبادی کی خدمت میں حاضری اور بدتمیزی

حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی کے صاحبزادہ مولانا عبدالحق خیرآبادی رامپور میں اپنے وقت میں منطق و فلسفہ کے شیخ تھے۔ مولانا احمد رضا خاں رامپور گئے۔ تو نواب صاحب نے مشورہ دیا کہ مولانا خیرآبادی سے کچھ منطق پڑھ لیں۔ مولانا خیرآبادی سے ملاقات ہوئی۔ تو انہوں نے پوچھا منطق میں انتہائی کتاب آپ نے کون سی پڑھی ہے۔ مولانا احمد رضا خاں نے کہا۔ قاضی مبارک۔ مولانا خیرآبادی نے جاننا چاہا کہ منطقی کتابیں ترتیب سے پڑھ آئے ہیں یا کمال ذہانت سے اونچی کتابوں پر دسترس پالی ہے۔ انہوں نے پوچھا۔ شرح تہذیب پڑھی ہے۔ تب بجائے یہ کہنے کہ میں نے منطقی کتابیں سب ترتیب سے پڑھی ہیں۔ آپ نے شیخ وقت کے سامنے گستاخانہ لہجہ اختیار کیا مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے پروفیسر مختار الدین صاحب لکھتے ہیں:۔

حضرت نے فرمایا۔ کیا جناب کے یہاں قاضی مبارک کے بعد شرح تہذیب پڑھائی جاتی ہے؟ علامہ خیرآبادی نے گفتگو کا رخ بدل دیا اور پوچھ بریلی میں آپ کا کیا شغل ہے؟ فرمایا تدریس، تصنیف اور افتاء۔ پوچھا کس فن میں تصنیف کرتے ہو۔ اعلیحضرت نے فرمایا جس مسئلہ دینیہ میں ضرورت دیکھی اور رد وہابیہ میں۔ علامہ نے فرمایا۔ آپ بھی رد وہابیہ کرتے ہیں۔ ایک وہ ہمارا بدایونی خبطی ہے کہ ہر وقت اس خبط میں مبتلا رہتا ہے۔ . . . اعلیحضرت آزردہ ہو گئے[1]

مولانا احمد رضا خاں استاذ وقت کے سامنے اگر یہ گستاخانہ لہجہ اختیار نہ کرتے۔ تو ممکن ہے آپ کو منطق میں کچھ شد بد حاصل ہو جاتی۔ اس گفتگو کا نتیجہ یہ رہا۔ کہ پھر زندگی بھر اس فن میں دسترس نہ پا سکے اور کبھی مناظرہ میں کسی کے سامنے نہ آ سکے

نامناسب نہ ہوگا۔ کہ ہم یہاں خان صاحب کی ان کی ایک اپنی تحریر کی روشنی میں

---

[1] الیزان احمد رضا نمبر صفحہ ۳۳۰

منطق کے آئینہ میں اتاریں۔ خانصاحب لکھتے ہیں :۔

نسبت و اسناد دو قسم ہے۔ حقیقی کہ مسند الیہ حقیقت میں متصف ہو، اور مجازی کہ کسی علاقہ کی وجہ سے غیر متصف کی طرف نسبت کر دیں۔ جیسے نہر کو جاری کا یا جالس سفینہ کو متحرک کہتے ہیں، حالانکہ حقیقۃً آب و کشتی جاری و متحرک ہیں۔ پھر حقیقی بھی دو قسم ہے۔ ذاتی کہ خود اپنی ذات سے بے عطائے غیر ہو اور عطائی کہ دوسرے نے اسے حقیقۃً متصف کر دیا ہو، خواہ وہ دوسرا خود بھی اس وصف سے متصف ہو، جیسے واسطہ فی الثبوت میں یا نہیں۔ جیسے واسطہ فی الاثبات میں۔[1]

مولانا احمد رضا خاں نے یہاں واسطہ فی الاثبات کی اصطلاح غلط استعمال کی ہے۔ واسطہ فی الاثبات اسے نہیں کہتے جو خانصاحب نے سمجھ رکھا ہے۔ قارئین کی سہولت کے لیے ہم واسطہ کی کچھ ابتدائی بحث درج کیے دیتے ہیں :۔

واسطہ مصطلحہ اہل حکمت

واسطہ موصوف اور صفت کے درمیان ایک علاقہ ہے۔ جیسے العالم حادث لانہ متغیر اس میں عالم ذات ہے اور حادث اس کی صفت۔ عالم تغیر کے واسطہ سے حادث ہے۔ اس میں واسطہ متغیر اور ذوالواسطہ العالم دونوں صفت کے ساتھ متصف ہیں۔ عالم اور متغیر ہر دو حدوث کے ساتھ متصف ہیں اور حادث ہیں۔ متغیر بلاواسطہ حدوث سے متصف ہے اور عالم بالواسطہ —— یہ مثال واسطہ فی الاثبات ہے۔

(٢) واسطہ بالعروض۔ جیسے کشتی میں بیٹھے آدمی کو متحرک کہیں۔ وہ بذات خود حرکت میں نہیں ہوتا کشتی کے واسطہ سے حرکت کر رہا ہوتا ہے۔ اس میں واسطہ کشتی ہے۔ جو حرکت کے ساتھ حقیقۃً

---

[1] الامن والعلیٰ ص ١٥

دو بالذات موصوف ہے۔ اور واسطہ (کشتی میں بیٹھا آدمی) حرکت سے مجازاً اور بالعرض موصوف ہے۔

(۲) واسطہ فی الثبوت — اس کی دو قسمیں ہیں:۔

واسطہ فی الثبوت غیر سیئر محض — اس میں واسطہ اور ذو واسطہ دونوں صفت سے حقیقۃً متصف ہوتے ہیں، جیسے انسان قلم کے واسطے لکھتا ہے۔ قلم واسطہ ہے اور ہاتھ ذو الواسطہ اور دونوں حرکت سے حقیقۃً متصف ہیں۔ ہاتھ کی حرکت ہاتھ کے ساتھ اور قلم کی حرکت قلم کے ساتھ قائم ہے — ہاتھ چابی سے تالا کھول رہا ہے، ہاتھ بھی حرکت سے متصف ہے اور چابی بھی ہاتھ کے واسطے سے حرکت کرتی ہے۔

واسطہ فی الثبوت سیئر محض — اس میں واسطہ صفت سے متصف نہیں ہوتا، نہ حقیقۃً نہ مجازاً، صرف ذو الواسطہ صفت سے متصف ہوتا ہے۔ ایک شخص چھری سے مرغی ذبح کر رہا ہے۔ ذبح سے مرغی (ذو الواسطہ) تو متصف ہے۔ لیکن چھری (واسطہ) متصف نہیں، وہ ذبح میں صرف واسطہ ہے، ذبح سے حقیقۃً یا مجازاً موصوف نہیں۔ رنگ ساز کے واسطے سے کپڑا رنگا جاتا ہے۔ لیکن رنگ سے صرف کپڑا موصوف ہے رنگساز نہیں، رنگساز واسطہ یا کپڑا ذو الواسطہ ہے وہ رنگ سے موصوف ہے مگر واسطہ رنگ سے موصوف نہیں۔

الحاصل ان واسطہ فی الثبوت کی دو قسمیں ہیں۔ واسطہ اور ذو الواسطہ دونوں صفت سے موصوف ہوں، تو واسطہ فی الثبوت غیر سیئر محض ہے اور اگر واسطہ خود اس سے متصف نہ ہو تو یہ واسطہ فی الثبوت سیئر محض ہوگا۔

اب دیکھئے مولانا احمد رضا خاں نے اس فن میں کتنی کاوش فعلی کی ہے۔ خاں صاحب لکھتے ہیں:۔

وہ دوسرا خود بھی اس وصف سے متصف ہو جیسا واسطہ فی الثبوت

ہیں یا نہیں جیسے واسطہ فی الاثبات میں۔[1]

اعلیٰحضرت کی علم منطق میں یہ بے مائگی دیگر علماء عصر سے کچھ ڈھکی چھپی نہ تھی۔ خیر آبادی سلسلہ کے مولانا معین الدین اجمیری صدر مدرس مدرسہ عثمانیہ اجمیر شریف جو جناب پیر قمر الدین صاحب سیالوی کے استاد اور مولانا احمد رضا خاں کے معاصر تھے۔ مولانا احمد رضا خاں کی علمی قابلیت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

> اعلیٰحضرت ایک عرصہ سے فنونِ عقلیہ کو بوجہ خود علامتاً متروک فرما چکے ہیں جس کی بنا پر نا آشنائی بڑی حد تک دخل دینے سے مانع ہے کہ اصل حقیقت ظاہر ہو جائے۔ کسی فائدہ کی توقع نہیں۔ لہٰذا اعلیٰحضرت خواہ مخالفہ ہی ترک نہ فرمائیں۔ لیکن جن فنون کی ان کی بارگاہ تک رسائی نہ ہو اگر ان سے کنارہ کش رہیں تو اس میں بڑی مصلحت ہے۔[2]

منطق سے بے مائگی میں اگر آپ واسطہ فی الثبوت غیر عبیر محض اور واسطہ فی الاثبات میں فرق نہ کر سکے۔ تو قارئین کو متوحش نہ ہونا چاہیے۔

اہل علم حضرات اس عبارت کو غور سے دیکھیں منطق کا ادنیٰ طالب علم بھی اس معنی میں واسطہ فی الثبوت کا لفظ نہ بولے گا۔ یہ عبارت خاں صاحب کے علم کی تہہ کا پورا پتہ دے رہی ہے اور بتا رہی ہے کہ آپ کتنے فاضل اعلیٰحضرت تھے۔ بریلوی علماء میں ایک صاحب حسن اتفاق سے منطق کی کچھ اصطلاحات جانتے تھے خاں صاحب کی یہ عبارت دیکھ کر حیرت میں ڈوب گئے کہ اس پر یہ فرمایا کہ اعلیٰحضرت کچھ بڑھ گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں علم لدنی سے نوازا ہوا تھا اور منطق علم لدنی میں شامل نہیں۔

کچھ سنبھلے تو کہنے لگے کہیں سہو کاتب نہ ہو۔ سہو کاتب حروف اور الفاظ میں تو غلطی کر جاتے ہیں لیکن اصطلاحات کے مقابلے میں اور اصطلاحات بدلتے کبھی نہیں دیکھے گئے۔ اس پر فرمایا ہو سکتا ہے کاتب کوئی دیوبندی ہو اور وہ عالم بھی ہو۔

---

[1] [illegible] و العلیٰ ص ۵۵ [2] [illegible]

مولانا احمد رضا خاں کے بارہ بج گئے

مولانا احمد رضا خاں کی مجلسوں میں نجومیوں کی باتیں عام رہتی تھیں آپ کے ساتھیوں میں ایک صاحب کمال بزرگ مولانا غلام حسین بھی تھے، جو بڑے نجومی کے طور پر مشہور تھے:

ایک دن مولانا غلام حسین تشریف لائے اعلیٰ حضرت نے پوچھ فرمایئے بارش کا کیا اندازہ ہے؟ کب تک ہوگی مولانا نے ستاروں کی وضع سے زائچہ بنایا اور فرمایا اس مہینے میں پانی نہیں آئندہ ماہ میں ہوگی یہ کہہ کر وہ زائچہ اعلیٰ حضرت کی طرف بڑھایا حضرت نے دیکھ کر فرمایا اللہ کو سب قدرت ہے وہ چاہے تو آج ہی بارش ہو مولانا نے کہا یہ کیسے ممکن ہے؟ آپ ستاروں کی چال کو نہیں دیکھتے۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب یہ کہنا چاہتے تھے کہ خدا کی قدرت کو بھی تو دیکھو وہ جس وقت چاہے ستاروں کی رفتار بدل دے آپ نے یہ سمجھانے کے لیے گھڑی کی طرف رُخ کیا اور پوچھا کیا وقت ہے؟ وہ بولے سوا گیارہ بجے۔ فرمایا بارہ بجنے میں کتنی دیر ہے؟ جواب ملا پون گھنٹہ۔ اس پر مولانا احمد رضا خاں صاحب اُٹھے اور اسی وقت گھڑی پر بارہ بجا دیئے

اعلیٰ حضرت نے فرمایا اسی طرح رب العزت جل جلالہٗ قادر مطلق ہے کہ جس ستارے کو جس وقت جہاں چاہے پہنچا دے[1]

خدا کے کام کو اپنے عمل سے تشبیہ دینا کہاں تک درست ہے؟ اس وقت یہ بحث نہیں کہ مولانا نے اپنے آپ کو بارہ بجانے میں قادر مطلق کیسے سمجھ لیا۔ ہم یہ سوال بھی نہیں کرتے نہ ہم یہ پوچھتے کہ لفظ اسی طرح میں مشبہ کون اور مشبہ بہ کون تھا؟ لیکن یہ بات ضرور ہے کہ اس

---

[1] المیزان امام احمد رضا نمبر ص ۳۴۲ [2] گھڑی بارہ پر کر دی

وقت بارہ ہرگز نہ بجے تھے مولانا نے گھڑی کی سوئی بدلنے کے باوجود اس وقت سوا گیارہ بجے کا وقت ہی تھا بارہ کا وقت منور نہ ہو. تھا وقت کی حقیقت وہی رہی جو پہلے سے تھی مولانا کی حرکت بہت ایک ظاہری حرکت تھی خدا کا ساعات کو بدلنا بھی کیا اسی طرح کا ہے۔ خدا جب چاہے اسباب سے ان کی تاثیرات کھینچ لے اس سے حقیقت بدلنے کی صورت ظاہر و باہر نہ ہوگی مولانا احمد رضا خاں سے کے سوا گیارہ بجے ہی بارہ بج گئے تھے۔ یہ بات ملاں تسلیم نہیں تو ہم یہ مانتے ہیں کہ مولانا قادر مطلق تھے کہ پہلے بارہ بجے ہی بارہ بجا سکتے تھے۔

علم کلام میں آپ نے مولانا کی گفتگو دیکھ لی یہ بھی سمجھ لیا کہ ان کی مجلس میں جو مسائل فلسفی باتیں کیسے چلتی تھیں اور آپ کا ذوق کلام بھی جو لیا تھا آپ یہ بھی دیکھیں کہ علوم عقلی ان کی علمی شہرت کیا تھی اور علماء اور طلباء انہیں کہاں تک جانتے تھے۔

مولانا کا علمی حلقوں میں تعارف

خانپور کے بریلوی مدرسہ دار العلوم خانپور کے مفتی سراج احمد صاحب مولانا کی علمی شہرت کا پتہ دیتے ہیں۔

افسوس صد افسوس کہ مجھے اعلیٰ حضرت کے وصال سے دو سال پہلے ان کا پتہ معلوم نہ ہوا۔[۱]

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت تک طلباء کے حلقے میں ان کا کوئی خاص تعارف نہ تھا دو سال بعد تو آپ چل ہی بسے تھے اب جتنی شہرت ہوگی وہ فوت شدہ کی ہوگی زندہ کی نہیں حضرت الشیخ مولانا عبد الغنی صاحب شاہجہانپوری لکھتے ہیں :-

علماء میں ان کا کچھ شمار ہی نہ تھا اور علماء نے کبھی قابل خطاب ہی نہ سمجھا تھا۔[۲]

امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کی برابری کا دعوےٰ

اس علمی کمزوری کے باوجود آپ کے معتقد. آپ کو حضرت امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کے برابر جگہ دیتے ہیں فتاوٰی رضویہ کا ناشر اس کی جلد اول کے

---

[۱] ملاحظہ ہو. محمد اختر صفحہ ۱۹۵ [۲] ملاحظہ ہو اختر صفحہ ۱۳

تعارف میں ایک فرضی نام سے بیان کرتا ہے :

میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس نتا دیئے کو امام ابوحنیفہ نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھتے تو یقیناً ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور اس کے مؤلف کو اپنے اصحاب امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کے زمرے میں شمار فرماتے [1]

امام ابو یوسف اور امام محمد نے زیادہ تر تعلیم عراق میں پائی تھی۔ کوفہ (عراق) شیعہ لوگوں کا مرکز تھا اور یہ حضرات شیعہ نظریات و روایات سے ہرگز بے خبر نہ تھے۔ مولانا احمد رضا خاں کیا واقعی ان کے ہم پلہ تھے؟ چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک۔ آپ اپنے مخالفین کا کہاں تک مطالعہ رکھتے تھے اسے ملاحظہ کیجئے :

شیعہ کتابوں سے بے خبری

حافظ امیر عبداللہ بریلوی ایک صاحب تھے جنہوں نے عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھی تھیں ایک شیعہ سے اختلافی مسائل میں ان کی گفتگو ہوئی وہ پریشان ہو کر بریلی کے نامی علماء کے پاس آئے کہ ان کے سوالات کا جواب دیا جائے۔ حافظ سردار احمد بریلوی لکھتے ہیں کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب کی طرف سے ان کو جواب ملا کہ ہاں جواب تو ممکن ہے مگر ایک ہزار روپیہ چاہیئے حافظ صاحب نے فرمایا آخر جواب کے لئے اتنی کثیر رقم کی کیا ضرورت ہے؟ تو معلوم ہوا کہ ان کی مذہبی کتابیں خرید کر مطالعہ کی جائیں گی اس وقت جواب لکھا جائے گا بغیر اس کے جواب ممکن نہیں ہے [2]

مولانا احمد رضا خاں کی طرف سے اب تک اس واقعہ کی تردید نہیں ہوئی۔

حدیث کے لیے دوسرے علماء کی طرف رجوع

مولانا عبدالقیوم صدر مدرس مدرسہ حنفیہ جانپور جو مولانا اشرف صاحب کچھوچھوی کے استاد تھے اپنے رسالہ میزان الحدیث میں لکھتے ہیں :-

---

[1] فتاویٰ رضویہ جلد ۳ ص — عرض ناشر مطبوعہ مبارکپور [2] تذکرۃ الخلیل ص ۱۹۱ مطبوعہ کراچی

> مولانا وصی احمد صاحب سورتی محدث پیلی بھیتی (متوفی ۱۳۳۴ھ) کی خدمت میں امام المتکلمین اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب ہمارے زمانہ میں اپنے عقیدتمند طلبہ کو علم حدیث پڑھنے کے لیے بھیج دیا کرتے تھے۔ [1]

اس سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کے مدرسہ منظر الاسلام بریلی میں حدیث پڑھانے کا کوئی خاص اہتمام نہ تھا نہ یہاں کوئی صاحب فن محدث موجود تھا۔ مولانا وصی احمد صاحب کے پاس بھیجنا صرف مسلک کی پاسداری کے لیے تھا ورنہ یہی مولانا عبدالقیوم لکھتے ہیں

> مولانا محمد قاسم نانوتوی (متوفی ۱۲۹۷ھ) کو خاندان دہلی سے تلمذ کا فخر حاصل تھا دیوبند مدرسہ کی بنیاد انہوں نے ڈالی اس میں شک نہیں کہ اس مدرسہ نے جو علم حدیث کی بیش بہا خدمت کی ہے ہندوستان کا کوئی مدرسہ اس کا مقابلہ نہ کر سکا اور اپنی تمام تر خدمت حدیث میں صرف کی ہندوستان کا ہر شخص اس سے واقف ہے [2]

> ہندوستان میں یہی ایک مدرسہ ہے جو تمام مدارس کے مقابل بیک وقت بہت ممتاز اور ہماری کوششوں اور تائید سے مستفیض ہو۔ درس پہنچانے کی قابلیت رکھنے والا نظر آتا ہے [3]

دارالعلوم دیوبند کی علمی عظمت اس وقت پورے ہندوستان میں مسلم تھی۔۔۔ مولانا غلام دستگیر صاحب قصوری بڑی صراحت سے اس کا اعتراف کرتے ہیں۔

موضع ستیہ والہ تحصیل و ضلع فیروزپور (پنجاب) میں ایک طوائف مسماۃ ... نے مال کثیر صرف کر کے ایک مسجد تعمیر کروائی۔ اپنے پیشہ سے توبہ کر کے اپنی کمائی اس نیک کام میں صرف کی۔ علماء میں مسئلہ اٹھا کہ اس مسجد میں نماز جائز ہے یا نہ؟ ناجائز قرار دینے والوں نے

---

[1] میزان الحدیث صفحہ ۱۹ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ [2] ایضاً صفحہ ۲۱ [3] علی گڑھ گزٹ

ہے حق میں دیوبند کا نام بھی استعمال کیا۔ مولانا غلام دستگیر نے جب یہ سنا کہ علماء دیوبند بلا دلیل
شرعی کوئی فتویٰ دے دیں۔ مولانا غلام دستگیر قصوری لکھتے ہیں:

ظن غالب ہے کہ جو حضرت دیوبند کے نام سے ہے وہ بھی وہاں کا نہیں
کیونکہ یہ کب ممکن ہے کہ وہاں کے علماء بلا دلیل کسی شئے کو حرام بنا دیویں
اور ایک مسجد تعمیر یافتہ اور آباد کو بلا وجہ شرعی مسجدیت سے خارج اور
غیر آباد کر دیویں۔[۵]

دیوبند کی علمی عظمت اور شرعی ثقاہت کی اس سے بڑی شہادت کیا ہو گی کہ مولانا قصوری
یہ بات ناممکن قرار دیتے ہیں کہ علماء دیوبند بلا دلیل شرعی کسی چیز کو ناجائز بتلا دیں۔

قارئین اس سے واقف ہوں گے کہ ان دنوں مولانا احمد رضا خان کے مدرسہ بریلی کا کہیں
نام و نشان تک نہ تھا۔ اور دیوبند کی عظمت کے چراغ ہر گھر میں جل رہے تھے۔

اس تفصیل کے بعد کسی شخص کو یہ کہنے کا حق نہیں رہتا کہ دیوبند اور بریلی کا اختلاف دراصل
دو مدرسوں کا اختلاف تھا۔ دونوں طرف کے لوگ اہل السنۃ والجماعۃ حنفی مسلک سے
انتساب رکھتے ہیں اس لیے اسے دو مسلکوں کا اختلاف بھی نہیں کہا جا سکتا۔ اسے علم اور
جہالت کا اختلاف کہیں تو یہ تعبیر پہلی تعبیروں سے حقیقت کے زیادہ قریب ہو گی۔

علمائے عرب کی تحسین

علمائے عرب کے مزاج میں تواضع اور فروتنی بہت
ہے عام علماء بھی انہیں ملتے ہیں تو وہ بڑی تواضع سے
پیش آتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خان صاحب ان کے سامنے ایک دینی خادم بن کر گئے تو ان
حضرات نے ان کے دینی جذبے اور محنت سے متاثر ہو کر ان کو اچھے القابات سے ذکر
لیا۔ انہیں یہ علم نہ تھا کہ جن اردو عبارات کو یہ لے کر آئے ہیں اور خود ہی ان کا ترجمہ کر کے

---

[۵] استفتاء مسجد سقیہ دار صفحہ ۵ مطبع انجمن مطبوعہ قصور ۱۲۹۴ھ

رہے ہیں ان عبارات کا ترجمہ اور مطلب کچھ اور ہے سو حسن ظن پر بھی یہ القاب عزت مولانا کی علمی سطوت کی دلیل ہرگز نہیں بن سکتے علم کی گہرائی کا پتہ یہ جانے بغیر نہیں ملتا کہ پڑھا کہاں ہے اور پڑھایا کہاں ہے اور علمی کام کیا کیا ہے۔

حضرت مولانا سید احمد برزنجی کا رجوع :

ان علماء میں سے جنہوں نے مولانا احمد رضا خاں کی تحسین کی تھی حضرت مولانا سید احمد آفندی برزنجی مفتی مدینہ بھی تھے جب آپ کو علم ہوا کہ مولانا احمد رضا خاں نے بات پیش کرنے میں زیادتی سے کام لیا ہے تو انہوں نے پھر مولانا کے رد اور حنفیہ عقیدہ کی تائید میں غایۃ المامول تصنیف فرمائی اور اس میں مولانا احمد رضا خاں کو ایسے ذکر کیا جیسے کسی عام شخص کو ذکر کیا جاتا ہے حالانکہ اس سے پہلے حسام الحرمین کی تصدیقات میں وہ مولانا کو اپنے القابات سے یاد کر چکے تھے اس واقعہ سے ان القابات کی حقیقت جو محض عزت افزائی کے لیے دیئے جاتے ہیں پوری طرح کھل جاتی ہے[1]

حضرت مولانا سید احمد صاحب برزنجی اس میں لکھتے ہیں :-

ثم بعد ذالک ورد الی	پھر علماء ہند میں سے ایک شخص جسے
المدینۃ المنورہ رجل من	احمد رضا خاں کہا جاتا تھا مدینہ منورہ
علماء الھند یدعی احمد رضا خان[2]	آیا۔

آپ دیکھیں مولانا احمد رضا خاں کے نام کے ساتھ کوئی ایک لفظ بھی ایسا نہیں جو ان کی کسی علمی عظمت پر دلالت کرتا ہو۔

مولانا احمد رضا خاں کے ہاں حضرت برزنجی کا علمی مقام :

مولانا سید احمد صاحب برزنجی کا جو اپنا مقام تھا وہ مولانا احمد رضا خاں کے الفاظ میں حسام الحرمین میں اس طرح مذکور ہے۔

---

[1] حسام الحرمین ص ۲۱۴ [2] غایۃ المامول ص ۲۹ مطبوعہ لاہور

حائز العلوم النقلية وفائق الفنون العقلية الجامع بين شرف
النسب والحسب وارث العلم والمجد اباً عن اب المحقق الالمعی
والمدقق اللوذعی مفتی الشافعیہ بالمدینۃ المنورۃ مولانا
السید الشریف احمد البرزنجی ملت فیوضہ کل دوی درزنجی [1]

حضرت الشیخ مفتی السید احمد البرزنجی مولانا احمد رضا خاں کے گرد اسے اتنے نا راض تھے کہ جب حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری نے علما دیوبند کے عقاید پر المہند علی المفند عربی زبان میں لکھی تو حضرت الشیخ البرزنجی نے اس کی تائید میں ایک مستقل کتاب کمال التنقیح والتقویم تالیف فرمائی۔

اس سے پتہ چلا کہ علماء عرب کی تحسین محض ایک اخلاقی رواداری اور حوصلہ افزائی کے طور پر تھی اور پھر یہ بھی یقین نہیں کہ حسام الحرمین میں ان حضرات کے نام سے مولانا احمد رضا خاں کے نام کے ساتھ جو القابات لکھے گئے ہیں وہ واقعی ان حضرات نے ہی لکھے تھے یا یہ بھی مولانا احمد رضا خاں نے خود ہی لکھ دیے تھے اصل تحریریں اور قلمی دستخط کس نے دیکھے ہیں جو ان کی تصدیق کر سکے حضرت الشیخ البرزنجی کی طرف سے ان القابات کی عملی تردید بتا رہی ہے کہ یہ القابات سب ایسے ہی بندہ ہی تھے ورنہ ان تمام القابات کا حامل یک دم وکیل من علماء الہند کیسے بن گیا فاعتبروا یا اولی الابصار

اخلاقی حوصلہ افزائی اور علم کی سند میں بہت فرق ہے بریلویوں کو جب مولانا احمد رضا خاں کی علمی عظمت ثابت کرنے کے لیے کچھ نہیں ملتا تو وہ ان الفاظ کا سہارا لیتے ہیں جو بعض علمائے عرب نے اگر واقعی انہوں نے کہے تھے محض اخلاقی حوصلہ افزائی کیلئے کہے تھے۔

مولانا برزنجی کے ہاں حضرت مولانا خلیل احمد کا مقام

جہاں تک علمی سند کا تعلق ہے حضرت الشیخ احمد برزنجی حضرت

---

[1] حسام الحرمین ص ۲۱۲

مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ شارح سنن ابی داؤد کے بارے میں یہ الفاظ لکھتے ہیں یہ القابات ان کی ایک علمی سند میں مذکور ہیں۔

فمن ثم توجهت همة صاحب الفضل والسماحة والعلم والرجاحة
همام الا ورع والشهم السميدع الفائز من مدارك التقى
باوفر نصيب والحائز من مسالك الهدى للسهم المصيب ذي المجد
الشائع اللوذعي الكامل والعلامة الفاضل حضرة جناب الشيخ
خليل احمد بن الشاه مجيد علي حفظه الله واوصله الله الى ما
يتمناه لنيل هذه الطريقة المثلى والسبق الى غاية تلك القصوى
فطلب منى ان اجيزه بما رويناه سماعاً واجازة من الاسانيد
المختارة المتواترة وتلقيناه من علماء هذا الشان واسلافنا
الصالحين وسائر الاعيان فلبيناه دعوة وامرهنا اجابته واجزته
اجازة خاصة وعامة وشاملة تامة بجميع مسموعاتنا ومروياتنا[1]

اب آپ ہی دیکھیں جس شیخ برزنجی کو مولانا احمد رضا خاں حسام الحرمین میں اتنے علمی القابات سے ذکر کرتے ہیں وہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کو کن علمی القابات سے یاد کر رہے ہیں۔

فضیلۃ الشیخ عبدالقادر توفیق شلبی

حسام الحرمین پر دستخط کرنے والے بے خبری میں ہوئے۔ اس کی تائید فضیلۃ الشیخ عبدالقادر توفیق شلبی مدرس حرم نبوی کے بیان سے بھی ہوتی ہے۔ جو القول الاظہر کے صفحہ ۳۶ پر درج ہے یہ اس فتوے کا خلاصہ ہے جو مولانا عبدالقادر توفیق شلبی کے قلم سے مولانا احمد رضا خاں کے خلاف صادر ہوا۔ مولانا احمد رضا خاں نے حسام الحرمین میں شیخ مذکور کو ان الفاظ میں ذکر کیا تھا۔

صورة ما سطره من سفن العلم تصدر حتى في الدرس تقرير ودقق النظر
و ورد وصدر توفيق من القادر الشيخ الفاضل عبدالقادر[2]

۵

[1] تذکرۃ الخلیل ص ۴۹۸ ص ۱۳
[2] حسام الحرمین ص

۴

ترجمہ: تقریباً ان کی عمر علم میں صرف رہی اور مدارس مشہورہ کا سفر کیا اور
مدارک علم میں آمد و رفت کی۔

ان شیخ عبدالقادر نے جب مولانا احمد رضا خاں کے خلاف لکھا اور ان کی قلعی کھولی۔
تو پھر یہی احمد رضا خاں صاحب انہی شیخ عبدالقادر اور ان کی تحریر کے بارے میں لکھتے ہیں:

ایسا احمق زید شاید طرابلس میں بستا ہو ——— طرابلسی تحریر پر جب یہ قاہرہ میں موجود تھے۔ انہیں دیکھ کر کسی ذی انصاف یا شرم والے کو ایسے مفتر تحریر کا نام بھی زبان پر لانا نہ تھا۔

مولانا احمد رضا خاں کی تحریروں کا یہ تناقض بتلا رہا ہے کہ حسام الحرمین کے فتوے کس چال سے لئے گئے اور کس طرح مرعوبی کے فتوے دینے والوں کو القاب عالیہ سے نوازا گیا اور پھر جب سمجھنے والے سمجھنے لگے۔ تو کس طرح اعلیٰحضرت پھر ان پر پل پڑے۔ سو جنہوں نے پہلے خان صاحب کے حق میں اگر کوئی اکرام کے الفاظ کہہ دیئے۔ تو وہ صرف حسن ظن کی بنا پر تھے۔ حقیقت حال اس طرح نہ تھی۔ مولانا احمد رضا خاں علماء کے سامنے آنے کی علمی قابلیت ہرگز نہ رکھتے تھے۔

مولانا کے جاہل پیرو اب بڑی تحدی سے کہتے ہیں کہ مولانا نے بڑے بڑے علمی مناظرے کئے اور بڑے بڑے میدان جیتے۔ لیکن جس نے بھی کتابوں میں تحقیق کی وہ حسرت سے ہاتھ ملتا رہ گیا اور کوئی گوہر آبدار اس کے ہاتھ نہ لگا کہ کہیں مولانا کی ذہانت چمکی۔

فخر اہلسنت حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحبؒ سے گریز پائی۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب نے جب علمائے دیوبند پر کفر کا فتویٰ لگایا تو حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحبؒ نے خانصاحب کو میدان مناظرہ میں آنے کی دعوت دی۔ خطوط پر خطوط لکھے۔ رجسٹرڈ خط بھیجے۔ مگر خان صاحب نے ایسی چپ سادھی گویا سانپ سونگھ گیا ہو۔ اپنے ہم خیال علماء میں سے خان صاحب کا ساتھ علماء بدایوں سے تھا۔ کراچی کے مولانا

عبد الماجد بدایونی جیسی علماء کی یادگار تھے۔ خانصاحب کا علماء بدایوں سے اوائل عمر کے سن
میں اختلاف ہوا۔ انہوں نے خانصاحب کو مناظرے کا چیلنج دے دیا۔ خانصاحب یہ
بھی وہی چال چلے۔ جو حضرت مولانا مرتضیٰ حسن کے سامنے اختیار کی تھی۔ اس صورت حال
خیرآبادی سلسلہ کے مشہور بزرگ حضرت مولانا معین الدین اجمیری صدر مدرس مدرسہ عثمانیہ
اجمیر شریف سے پہنچے اور مولانا احمد رضا خاں کی دوسرے علماء کے سامنے آنے کی عدم
قابلیت پر سر نہ پہنچے۔ حضرت مولانا معین الدین اجمیری لکھتے ہیں:-

علماء بدایوں نے جب تحریری مناظرہ کی بنیاد ڈالی اور ایک بار نہیں دو بار نہیں
بلکہ تین بار اشتہار طبع کرا کر مختلف طریقوں سے اعلیٰحضرت کو بھیجا اور خطوط
علیحدہ لکھے۔ تمام جلسہ کا بار صرف اپنے ذمہ لیا۔ جن علماء کو مدعو کرنا تھا۔ ان
کے نام تک ایک طویل اشتہار کے ذریعہ شائع کر دیئے۔ شرائط مناظرہ ایسے قرار
دیئے جو اگرچہ علماء بدایوں کے حق میں نہایت بارِ گراں تھے اور اعلیٰحضرت کے
حق میں نہایت ہلکے اور خفیف ——— پھر اس قدر اس میں سہولت کا اور اضافہ
کر دیا کہ آپ بذات خاص نہ سہی آپ کے خوشہ چین بزرگ ہی مناظرہ کے میدان
میں آ جائیں۔ کہ ان پر الزام بعینہٖ آپ پر الزام ہو ——— غرض جو باتیں ممکن ہو سکتی
تھیں وہ بھی علماء بدایوں نے مناظرہ کی خاطر اختیار کیں۔ اور دوسری طرف اعلیٰحضرت
کو غیرت پر غیرت دلائی گئی (۱) احیائے سنت کے مدعی اعلیٰحضرت (۲) سو
شہیدوں کا اجر تقسیم کرنے والے اعلیٰحضرت (۳) دنیا بھر کو چیلنج مجددیت سنانے
والے اعلیٰحضرت (۴) ایک عالم کی تکفیر کرنے والے اعلیٰحضرت: مناظرہ کے
لئے آمادہ نہ ہو سکے ——— پر نہ ہوئے ——— اور نہ کسی کو اپنا قائم مقام کیا۔[1]

افسوس کہ خانصاحب کے حامی پیرو بھی خانصاحب کی چال سے نہ نکل سکے اور
انہوں نے مولانا احمد رضا خاں کے مناظرہ میں آنے سے بچنے کے باوجود یہ کہا۔

---

(۱) تجلیات انوار معین

خواب میں علوم و فنون کی جملہ کتابیں پڑھا دیں اور پھر آپ کو جاگ آگئی۔ بریلویوں کے ہاں
مولانا احمد رضا خاں کی خواب کی درسی خدمات بہت مشہور ہیں۔ جناب پیر نورالدین صاحب
سیالوی کے استاد مولانا معین الدین اجمیری کے مندرجہ ذیل بیانات میں اس خواب کی طرف
اشارہ ہے۔ مولانا اجمیری مولانا احمد رضا خاں کے مجدد ہونے پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> منصب مجددیت ان کو کیسے حاصل ہوا۔ ظاہر ہے کہ محض فتویٰ نویسی اس
> کا سبب نہیں ہو سکتی۔ ورنہ ہندوستان کے تمام مفتیان کرام اس منصب
> عالی کے کیوں سزاوار نہیں۔ کیونکہ اسلامی ریاستوں مثل حیدرآباد دکن، بھوپال
> ٹونک وغیرہ کے مفتیان کرام کو تو منجانب ریاست خدمت فتویٰ نویسی
> کے لئے فارغ کر دیئے گئے ہیں اور جن کا شب و روز یہی کام ہے اس
> وجہ سے یہ نہایت قرین قیاس ہے کہ وہ اعلیٰحضرت سے بھی زائد وسیع النظر
> ہوں۔ یہاں محض فتویٰ نویسی ہی اگر اس کا سبب ہوتی تو پھر مجددیت کا
> سہرا بجائے اعلیٰحضرت کے ان کے سر بندھنا چاہیئے۔ رہی تدریس تو اس کا
> اعلیٰحضرت نے کسی زمانہ میں صرف خواب ہی دیکھا ہے۔ کہ وہ ان کو خواب
> پریشاں کی طرح یاد بھی نہ رہا۔ کثرت تالیفات کے باعث بھی وہ اس منصب
> کے مستحق نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ کثرت تعداد کی صورت میں کسی طرح وہ
> نواب صدرالدین حسین خاں صاحب کے درجہ سے نہیں بڑھ سکتے۔[1]

حضرت مولانا اجمیری تو علمائے دیوبند میں سے نہ تھے ایک غیر جانبدار مبصر کی حیثیت سے حضرت کا بیان بہت
اہمیت کا حامل ہے۔ اس میں یہ دو باتیں کھل کر سامنے آگئیں۔

اعلیٰحضرت میں کوئی ایسا علمی کمال نہ تھا جو ان کے دیگر ہمعصروں میں نہ پایا
جاتا ہو۔ بڑے بڑے مفتی اور مصنف موجود تھے۔ جو علم میں ان سے بڑھ کر تھے۔

---

[1] تجلیات انوار معین

اور یہ بات خان صاحب کے مخالفین میں ہی نہیں ان کے ہم مسلک حلقوں میں بھی مسلم تھی۔ مولانا معین الدین اجمیری نے آپ کے کچھ فضائل ذکر کئے ہیں اور بتایا ہے کہ آپ کیسے یہ مقام مجددیت پا گئے۔

اعلیٰحضرت کی شانِ مجددیت

مولانا احمد رضا خاں چودہویں صدی کے مجدد کیسے بنے؟ یہ سوال پہلے آ چکا ہے اور ناظرین جان چکے ہیں کہ حضرت میں کوئی علمی کمال نہ تھا جو اس مرتبہ عظمیٰ کا موجب ہوتا۔ حضرت مولانا معین الدین اجمیری سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے مشہور بزرگ گزرے ہیں۔ جنہوں نے اس عنوان سے کہ وہ کیا فضائل تھے جنہوں نے خاک پاک بریلی کے ایک مفتی کو مجدد بنا دیا۔[1]

اس پر پوری بحث کی ہے۔ آپ کے یہ فضائل آپ کے علم و فضل اور زبان و عمل کی سچی تصویر ہیں۔ حضرت اجمیری نے آپ کے یہ فضائل ذکر کئے ہیں:

فضیلت (۱) — پہلودار گوئی — کئی کئی پہلوؤں والی بات کرنا۔

فضیلت (۲) — تکفیر — مسلمانوں کو وہابی کہہ کر کافر بنانا

فضیلت (۳) — عمل بالحدیث — صحابہ کرام کے فیصلوں سے گریز

فضیلت (۴) — خودستائی — اپنی مدح و ثنا میں خوشی

پہلودار گفتگو میں آپ کو فنی گفتگو بہت پسند تھی۔ وہ اسے فنی تسلیم نہ کرتے تھے۔ پہلودار باتیں کہتے تھے۔ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

انہیں کوئی پہلودار لفظ کہا اور ان مسلمان بنتے اور ان کی تہذیب میں آگ لگی۔[2]

اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے مقابل سنی مسلمان ہوتے تھے اور وہی آپ کی پہلودار زبان کا تختہ مشق بنتے تھے اپنے مخالفین کو اس طرح کے الزام میں سنی ہی کہتا تھا کہ مسلمان مولانا کو بہت سمجھتے تھے اور یہ علماء اس کے نہیں ہوتے تا کہ آپ خود انگریزوں کے سوچے پر چلتے یہ بات درست ہوتی۔

---

[1] تجلیات انوار المعین ص [illegible]

[2] مقتل اجہل اکذب ص [illegible]

آپ کے علمی کمالات کی پوری تفصیل دیکھنی ہو تو یہ دیکھیے کہ آپ نے تکفیری مہم کو سر کرنے کے لئے اپنے جیسے کون سا زینہ اختیار فرمایا۔ (۱) پہلے وہابی قرار دیا۔ (۲) پھر کافر کہا اور (۳) پھر فتا جلنا اور سلام و کلام سب کچھ حرام ٹھہرا۔

> اعلیٰحضرت نے ایک دنیا کو وہابی کر ڈالا ایسا بدنصیب وہ کون ہے جس پر آپ کا خنجر وہابیت نہ چلا ہو۔ وہ اعلیٰحضرت جو بات بات پر وہابی بنانے کے عادی ہوں۔ وہ اعلیٰحضرت جن کی تصانیف کی علت غائیہ وہابیت جنہوں نے اکثر علماء اہل سنت کو وہابی بنا کر عوام کالانعام کو ان سے بدظن کرا دیا۔ جن کے اتباع کی پہچان یہ ہے کہ وہ وعظ میں اہل حق سنیوں کو وہابی گمراہ کافر کا مینہ برساتے ہیں۔[1]

> دنیا میں شاید کسی نے اس قدر کافروں کو مسلمان نہیں کیا ہوگا جس قدر اعلیٰحضرت نے مسلمانوں کو کافر بنایا ـــــ مگر درحقیقت یہ وہ فضیلت ہے جو سوائے اعلیٰحضرت کے کسی کے حصہ میں نہیں آئی۔ ایں بخشش گرامی ہر کس را نہ دہند۔[2]

علمائے اہلحدیث کے عنوان سے صحابہ کرام کے نقش قدم اور فقہ حنفی کی حدود سے نکل جانا احمد رضا خاں کا کمال خاص رہا ہے۔ جس کا دل چاہے خانصاحب کی ہدایات سے معرکہ آزادی کا پورا نقشہ دیکھ لے۔ رہی آپ کی جو علمی فضیلت جو آپ کے نثر پارے میں خود ستائی ہے۔ وہ آپ کو ایک عالم کی حیثیت میں نہیں ایک جنگجو پہلوان کی حیثیت میں پیش کرتی ہے۔ ایک مقام پر اپنا تعارف ان لفظوں میں کرتے ہیں۔

وہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے[3]

---

[1] حکایات انوار رضا ص [2] الفضائح ص [3] حدائق بخشش حصہ دوم ص مطبوعہ دہلی

اعلیٰحضرت کے پیروؤں کی علمی شان

مولانا احمد رضا خاں صاحب کے علمی کمالات کے تذکرہ میں نامناسب نہ ہوگا کہ ناظرین ان کے پیروؤں کی بھی ایک علمی جھلک دیکھ لیں۔ ہم اس سلسلہ میں علمائے دیوبند، علمائے ندوہ یا علمائے دہلی کی رائے پیش نہیں کرتے۔ سلسلہ خیرآبادیہ کے بزرگ حضرت مولانا معین الدین اجمیری صدر مدرس مدرسہ معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف جنہیں بریلوی علماء آفتاب علم تسلیم کرتے ہیں۔ ان کی رائے ملاحظہ کیجئے۔

> اعلیٰحضرت کے متبعین اطراف ہندوستان میں حشرات الارض کی طرح پھیلے ہیں۔ اعلیٰحضرت کے احکام[1] کی جابجا تبلیغ و اشاعت ان کا کام ہے۔ یہ لوگ گو خود علم سے محض ناآشنا ہوتے ہیں، جن کا مبلغ علم کل یہ ہوتا ہے کہ وہ اعلیٰحضرت کے اردو رسالے اس طرح پڑھ لیں کہ فی سطر کم از کم دس جگہ غلطیاں ضرور کر جائیں لیکن علمائے متبعین کی تکفیر و توہین ان کا شعار اور ان کی تضلیل و تفسیق ان کا دثار[2] ہے۔ جس سرزمین میں جہالت عروج پر ہوتی ہے وہاں ان کے قدم خوب جمتے ہیں۔ اور جس خطۂ پاک[3] میں علمی چرچا ہوتا ہے۔ اس طرف وہ [illegible] رخ نہیں کرتے۔ اگرچہ کہ علوم سے واقف نہ سہی لیکن اپنی حقیقت سے خوب واقف ہوتے ہیں[4]

مولانا احمد رضا خاں کے علمی مقام کو سمجھنے کے لیے ان کے پیروؤں کی یہ علمی حالت بہت مفید رہنما ہے۔ اعلیٰحضرت کا سایہ بھی جہاں پڑا وہاں کی زمین پر یہی بہار آئی ہے۔

---

[1] علمائے دیوبند کو کافر کہنا اور ان سے سلام و کلام کو حرام قرار دینا اور لوگوں کو اس پر آمادہ کرنا کہ جہاں ان کے قبرستان ہوں وہاں اپنے مردے دفن نہ کرو۔ یہ اعلیٰحضرت کے احکام ہوتے تھے۔ [2] اوڑھنا چادر، کمبل وغیرہ۔ [3] یعنی جس خطہ میں یہ نہ ہوں وہی خطہ پاک ہو سکتا ہے۔ [4] تجلیات انوار المعین ص ۳ حاشیہ

عن المرء لا تسئل وابصر قرینہ　　　فان القرین بالمقارن یقتدی

ان جہلاء میں یہ مشنری ولولہ کہاں سے آگیا؟

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اعلیٰحضرت کے پیرو اگر واقعی ایسے ہی جاہل تھے جیسا کہ اجمیر شریف کے بزرگوں نے کہا۔ تو وہ اس مخلصانہ انداز میں ان کے پیرو کس طرح بن گئے؟

آپ پہلے پڑھ آئے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں نے اپنے مدارس کے لیے انگریزوں سے گرانٹ (مالی امداد) لینے کو جائز کیا تھا[۱] —— اس فتوے سے اعلیٰحضرت کو جو دنیوی منافع حاصل ہوئے ہوں گے، کیا ان میں ان کے پیروؤں کا حصہ نہ ہوگا —— انگریزی حکومت کا یہ وہ مال تھا جس نے ان جہلاء کو علم و عقل سے خالی کر رکھا تھا اور ان کی زبانیں دن رات علماء دیوبند کے خلاف تکفیر کا لاوا اگلتی تھیں۔ حضرت مولانا معین الدین اجمیریؒ ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

> اعلیٰحضرت کے خاص خاص مشنریوں سے انصاف کی توقع اس لیے نہیں کہ ان کو اعلیٰحضرت کی ذات سے منافع دنیوی حاصل ہیں۔ جن پر ان کا کاروبار زندگی چل رہا ہے اور اسی لیے وہ دنیا کے قدرشناس، علم و عقل سے پاک ہیں[۲]

اس پس منظر میں یہ سمجھنا کچھ مشکل نہیں کہ مولانا احمد رضا خاں کے پیرو اس مشنری جوش سے کیسے چلتے تھے اور مسلمانوں کو آپس میں لڑانے میں کس طرح ایک دوسرے سے آگے بڑھتے تھے۔

اعلیٰحضرت کے پیروؤں کی کیفیت کا یہ بیان محض ایک ضمنی بات تھی۔ بات اعلیٰحضرت کے اپنے علمی کمالات کی ہو رہی تھی۔ ممکن ہے کسی کے ذہن میں یہ بات کھٹکے کہ اگر اعلیٰحضرت واقعی کسی مدرسہ کے فارغ التحصیل نہ تھے۔ شاعر سے عالم بن گئے تھے اور محض مطالعہ کے زور سے کتابیں لکھتے تھے۔ تو انہوں نے اپنے وقت کے بڑے بڑے علماء سے کس طرح ٹکر لے لی۔

جواباً گذارش ہے کہ جنہیں زندگی بھر کسی مستند عالم سے دو دو علمی مناقشے کی نوبت

---

[۱] میزان احمد رضا نمبر ص ۲۸۳　[۲] تجلیات انوار المعین ص ۲

(۹)۔۔ کج بحثی تعصب و ہٹ دھرمی کے وقت اس حربہ مذموم کا بھی استعمال اعلیحضرت بکثرت کرتے ہیں۔ ص۱۱

(۱۰)۔۔۔ خلاف بیانی ص۲۱

(۱۱)——افتراء و تحریف ص۳۱

(۱۲)——خود فراموشی۔ اعلیحضرت اپنی شان و مرتبہ کو فراموش کر کے صحابہ کرام رضی اور مجتہدین پر اپنی ذات کو قیاس کر بیٹھنے کے بھی عادی ہیں۔ ص۳۸

(۱۳)——تحکم و تحکمیت طلبی کبھی اس طرح کہ ہاں میں ہاں ملانے والے شخص کو سند فضل و کمال کا مصدر تسلیم بنا دیا۔ پھر جو لہر آئی تو اس کو ایک دم جاہل و احمق جیسے معزز خطاب دے دیتے۔ ص۴۵

حضرت مولانا اجمیری نے مولانا احمد رضا خاں کی ان تیرہ خصوصیات پر سیر حاصل بحث کی ہے اور ان کی ہر ایک خصوصیت پر ان کی تحریرات سے مثالیں پیش کی ہیں۔ حضرت اجمیری" نے خان صاحب کے علم و فضل کو اس طرح بے نقاب کیا ہے کہ اب خان صاحب کو اس آئینہ میں اتارنے کی کوئی اور حاجت نہیں رہ جاتی۔ المیزان بمبئی کے مدنی میاں کا یہ تاثر بالکل صحیح ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کے متعلق پڑھے لکھے حلقوں کی رائے یہ ہے۔

آج اہل دانش امام احمد رضا کی عبقری ذات کو نہ تو جانتے ہیں نہ ہی پہچانتے ہیں۔
ان کا اسم گرامی ایک مذہبی گالی سمجھا جاتا ہے۔[۲]

پروفیسر مسعود احمد صاحب بھی درست لکھتے ہیں:۔

کہ مولانا احمد رضا خاں کے متعلق مدتوں یہی تاثر رہا ہے کہ گویا آپ جاہلوں کے پیشوا تھے۔[۳]

مولانا احمد رضا خان کی یہ پچاس سالہ علمی تصویر ہے۔

---

[۱] تجلیات انوار المعین ص۴ سے ص۴۵ تک [۲] المیزان احمد رضا نمبر ص۳ [۳] فاضل بریلوی اور ترک موالات ص۱۸

کثرتِ تصنیف سے علمی برتری پر استدلال

مولانا احمد رضا خاں کی اس حقیقت پسندی کی ہم داد دیتے ہیں کہ آپ نے تفسیر یا حدیث کی کسی خدمت کا دعوے نہیں کیا اور نہ اس کی کوئی شہادت موجود تھی تاہم ان کے پیروؤں نے مصداق پیراں نمے پرند و مریداں مے پرانند آپ کو تفسیر و حدیث کی خدمتیں بھی اٹھانے کی بہت کوشش کی ہے۔ دیکھئے المیزان احمد رضا نمبر صـ۲

۱ تفسیر میں بیضاوی شریف، معالم التنزیل اور درِ منثور کے حاشیے لکھنے کا دعوے کیا ہے پڑھنے والے کا ذہن فوراً اس طرف جاتا ہے کہ جس طرح الصاوی علیٰ الجلالین، القونوی علی البیضاوی، خفاجی علی البیضاوی، عبد الحکیم علی البیضاوی اور اختصاصات علی کشاف وغیرہ تفسیر کی حواشی ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے بھی کچھ ایسے ہی حاشیے لکھے ہونگے۔ اپنے حلقوں کو خوش کرنے کا یہ ایک حیلہ بنا رکھا ہے ورنہ کہاں مولانا احمد رضا خاں کا علمی مقام اور کہاں ان کتابوں کی علمی خدمت؟ آخر دونوں میں کچھ تو مناسبت چاہیئے۔ جب پوچھا جائے کہ یہ علمی حاشیے کہاں ہیں؟ تو کہہ دیتے ہیں کہ ابھی چھپے نہیں۔ جب پوچھا جائے کہ کب چھپیں گے اب تو مولانا کو وفات پائے بھی ساٹھ سال سے زیادہ ہونے کو ہیں؟ تو کہتے ہیں پتہ نہیں، اگر کچھ ہو تو پتہ ہو۔

بات صرف یہ ہے کہ جس طرح علماء حضرات اپنی زیر مطالعہ کتابوں پر کہیں کہیں اپنی یادداشتیں اور نوٹ لکھ لیتے ہیں یا اضافی حوالے لگا دیتے ہیں تاکہ ضرورت کے وقت آسانی سے وہ مقام مل سکیں مولانا احمد رضا خاں نے اپنی ان کتابوں پر کہیں اپنے حوالے لگائے ہوں گے اور کہیں کہیں یادداشت کے نوٹ لکھے ہوں گے ان پڑھ مریدوں نے انہیں علم تفسیر کی خدمت اور بیضاوی و معالم کے علمی حاشیے سمجھ لیا حالانکہ حقیقت کچھ بھی نہیں۔ مولانا کو علمی دنیا میں لانے کی ایک جذباتی حرکت ہے۔

ان لوگوں نے مولانا احمد رضا خاں کے چند در چند بیس بیس صفحوں کے رسالوں کو جن میں کسی ایک مسئلے کی بحث تھی علم تفسیر کی خصوصی خدمت سمجھ لیا اور یہ کہہ کر کہ مولانا نے تفسیر پر بڑی کتابیں لکھی ہیں اپنے آپ کو مطمئن کر لیا۔

ہے کہاں تک آشنا تھے اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل روایت پر غور کیجئے۔

حافظ امیر اللہ صاحب بریلوی کی کسی شیعہ عالم سے تکرار ہو گئی تو انہوں نے شیعہ اعتراضات کے جوابات کے لیے مولانا احمد رضا خاں صاحب کی طرف رجوع کیا آپ نے کیا کہا اس کیلئے اس روایت کو دیکھیے اور خاں صاحب کی علمی قابلیت کی داد دیجئے۔

حافظ سردار احمد بریلوی لکھتے ہیں کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب کی طرف سے انکو جواب ملا کہ ہاں جواب تو ممکن ہے مگر ایک ہزار روپیہ ہونا چاہیئے حافظ صاحب نے فرمایا آخر جواب کے لیے اتنی کثیر رقم کی کیا ضرورت ہے؟ تو معلوم ہوا کہ ان کی مذہبی کتابیں خرید کر مطالعہ کی جائیں گی اس وقت جواب لکھا جائے گا بغیر اس کے جواب ممکن نہیں ہے۔[1]

۴۔ پھر اسی طرح فقہ اور اصول فقہ کی خدمات میں جتنی کتابوں کے نام ان حضرات کو یاد تھے یا سنے تھے انہوں نے ان سے پہلے لفظ حاشیہ اضافہ کر کے انہیں مولانا احمد رضا خاں کی تالیفات میں شمار کر دیا جیسے حاشیہ فواتح الرحموت۔ حاشیہ حموی شرح الاشباہ، حاشیہ الاسعاف، حاشیہ اتحاف، حاشیہ کشف الغمہ۔ حاشیہ کتاب الخراج۔ حاشیہ معین الحکام، حاشیہ ہدایہ، حاشیہ فتح القدیر، حاشیہ بدائع الصنائع۔ حاشیہ جوہرہ، حاشیہ مراقی الفلاح حاشیہ مجمع الانہر، حاشیہ جامع الفصولین، حاشیہ جامع الرموز۔ حاشیہ بحر الرائق۔ حاشیہ تبیین الحقائق۔ حاشیہ غنیۃ المستملی، حاشیہ رسائل شامی، حاشیہ فتح المعین، حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار، حاشیہ فتاوی عالمگیری۔ حاشیہ فتاوی خانیہ، حاشیہ فتاوی سراجیہ۔ حاشیہ خلاصۃ الفتاوی، حاشیہ فتاوی بزازیہ، حاشیہ فتاوی عزیزیہ وغیرہ۔

یہ ایک الف لیلہ کی داستان ہے جو مولانا احمد رضا خاں کی علمی خدمات کے نام سے مریدوں کو سنائی جا رہی ہے یہ تمام حاشیے دنیا کے کسی کونے میں مطبوعہ یا غیر مطبوعہ شکل میں موجود نہیں جتنی کتابوں کے ان لوگوں نے کہیں سے نام سنے ہوئے ہیں لفظ **شرح حاشیہ لگا کر**

۱؎ تذکرہ ص ۱۹۱

ایک تدبیر تھی اور دوسری طرف مولانا کی کثرت تصنیفات اور علمی خدمات کا شہرہ بھی پیش نظر تھا چنانچہ ہم نے مندرجہ ذیل رسالوں کو اس فہرست کے ان نمبروں میں دیکھا۔

١٢٧ - منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین
١٣٢ - الاعلیٰ من السکر
٢٠٢ - سلب الثلب عن القائلین بطہارۃ الکلب
١٨٤ - حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلوتین
٢٥٨ - ایذان الاجر فی اذان القبر

منیر العین ١٠٥ صفحات پر۔ الاعلیٰ من السکر ٧ صفحات پر سلب الثلب ٢٥ صفحات پر۔ حاجز البحرین ١١٣ صفحات پر اور ایذان الاجر بڑی تقطیع کے ١٥ صفحات پر مشتمل رسائل ہیں اور ان کے مجموعی صفحات ٢٨٥ بنتے ہیں۔

یہ رسائل بھی فتاویٰ رضویہ کی جلد دوم جو ٩٥٥ صفحات پر مشتمل ہے اس میں ص ٢٢٥، ص ٢٥٥، ص ٣١٢ اور ص ٣١٥ پر ملے ہم پھر حیران ہوئے کہ فتاویٰ رضویہ کی ضخامت بڑھانے کے لیے کس طرح ان کتابوں کو اس میں شامل کر لیا گیا ہے اور پھر یہ کہ فہرست تالیفات میں ان کا نام فتاویٰ رضویہ کے نام کے علاوہ مستقل تصنیفات کی حیثیت سے بھی اس میں موجود ہے اسی طرح مولانا احمد رضا خاں صاحب کے ان رسالوں کو فہرست تالیفات میں ان نمبروں پر لکھا۔

١٤٠ - انہار الانوار من یم صلوٰۃ الاسرار
١٤٢ - النہی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید
١٥٥ - التبصیر المنجد بان صحن المسجد مسجد
٢٩٣ - سرور العید فی حل الدعاء بعد صلوٰۃ العید
١٦٨ - وصاف الرجیح فی بسملۃ التراویح
١٧٦ - القلادۃ المرصعۃ فی نحر الاجوبۃ الاربعۃ
١٩٠ - القطوف الدانیۃ لمن احسن الجماعۃ الثانیۃ
٢٠٨ - الجام الصاد عن سنن الضاد
٢٢١ - تیجان الصواب فی قیام الامام فی المحراب
٢٠٩ - مرقاۃ الجمان فی الہبوط عن المنبر لمدح السلطان
٢٢٢ - اوفی اللمعۃ فی اذان الجمعہ
٢٣٤ - ہدایۃ المتعال فی حد الاستقبال
٢٥٩ - رعایۃ المذہبین فی الدعاء بین الخطبتین
٢٤٣ - نعم الزاد لروم الضاد
٢٦٢ - اجتناب العمال عن فتاویٰ الجہال
٢٧٧ - ازہار الانوار من صبا صلوٰۃ الاسرار

ہم نے دیکھا کہ یہ سولہ کتابیں بھی فتاویٰ رضویہ کی تیسری جلد کے ص ۲۲۲ ، ص ۲۷۹ ، ص ۵۹۹
ص ۴۹۲ ، ص ۵۰۸ ، ص ۲۴۱ ، ص ۳۵۸ ، ص ۱۳۱ ، ص ۲۲۴ ، ص ۵۳ ، ص ۴۹۱
ص ۳۸ ، ص ۵۸۳ ، ص ۱۲۵ ، ص ۵۱۰ ، ص ۵۸۱ میں درج ہیں تب معلوم ہوا کہ
فتاویٰ رضویہ کی جلد اتنی ضخیم کیسے ہوگئی ۔

پھر ہم نے فہرست تصنیفات میں ان نمبروں پر ان کتابوں کے نام بھی دیکھے

۷۳ ۔ حیات الموات — ۱۴۳ ۔ حیق الریان
۱۴۴ ۔ ازکی الہلال — ۱۵۵ ۔ الزہر الباسم
۱۵۲ ۔ تجلی المشکوٰۃ — ۱۹۱ ۔ الحجۃ الفائحۃ
۱۶۰ ۔ الحرف الحسن — ۱۷ ۔ جلی الصوت
۱۶۴ ۔ بذل الجوائز — ۱۹۵ ۔ النہی الحاجز
۲۰۰ ۔ الاعلام بحال البخور فی الصیام — ۲۰۲ ۔ الوفاق المتین
۲۰۳ ۔ تفاسیر الاحکام — ۲۱۳ ۔ افصح البیان
۲۱۵ طرق اثبات ہلال — ۲۲۸ ۔ ہدایۃ الجنان فی احکام رمضان
۲۴۵ ۔ الہادی الحاجب — ۲۵۴ ۔ البدور الاجلہ
۲۵۳ ۔ اتیان الارواح — ۳۴۳ ۔ رادع التعسف
۳۷۹ ۔ العروس المعطار — ۳۸۰ ۔ المنۃ الممتازہ
۳۸۵ ۔ اعز الاکتناز

یہ چوبیس رسالے پھر ہمیں فتاویٰ رضویہ کی جلد چہارم کے ص ۲۳۵ ، ص ۹۱ ، ص ۵۲۴
ص ۴۰۶ ، ص ۴۰۹ ، ص ۱۹۵ ، ص ۱۲۶ ، ص ۳۸ ، ص ۲۳ ، ص ۳۴
ص ۵۹۰ ، ص ۳۲۴ ، ص ۶۰۲ ، ص ۶۹۲ ، ص ۵۳۲ ، ص ۲۴۱ ، ص ۷۸
ص ۵۹۷ ، ص ۲۲۴ ، ص ۲۳۱ ، ص ۲۵۲ ، ص ۹۸ ، ص ۲۳۳ میں بھی ملے ہیں

جلد چہارم میں مولانا احمد رضا خاں کی کتابیں مبین الفسار لشرح المزار، جلی النور، درء القوار، البشارة فی
مسائل الحج والزیارة بھی شامل ہیں اور اس طرح فتاوی رضویہ جلد ۴ کی ضخامت ۸۰۲ صفحات بنائی
گئی ہے۔ مختصر سارے فتاوی رضویہ کا یہی حال ہے کہ موصوف کے رسالوں کو اس میں شامل کر کے اس
کی جلدیں ضخیم کی گئی ہیں ہم نے یہاں چار جلدوں کا حال لکھ دیا ہے باقی کا اندازہ اس سے کر لیں۔ مولانا
احمد رضا خاں نے سوا سو کے قریب چھوٹے بڑے رسالے لکھے تھے اور کوشش کی کہ ایک ایک
صفحے کو ایک ایک رسالے کا عنوان دے دیا جائے اور پھر ان رسالوں کو فتاوی رضویہ میں
لا کر فتاوے کو ایک ضخیم کتاب کی صورت میں پیش کیا جائے سو مولانا کا اگر کوئی کام ہے تو صرف یہی
فتاوی رضویہ ہے اسکے علاوہ جو ان کی تصنیفات کا ڈھنڈورا ہے وہ صرف اعلان ہی اعلان ہے
جس میں کوئی حقیقت منطوی نہیں۔

ان کتابوں کو فتاوی رضویہ میں شامل کر کے اس کا حجم بڑی حکمت سے بڑھایا گیا ہے اور
بہت ہاتھوں میں اسے دیا گیا ہے کہ گویا فتاوی رضویہ مولانا کی ایک بہت بڑی خدمت تھی اس کی
۱۲ ضخیم جلدوں کا ڈھنڈورا مولانا کے وقت سے اسی عمل کے ساتھ پیٹا جا رہا ہے اور پھر لطف
یہ کہ ان کتابوں کے نام فتاوی رضویہ کے بالمقابل مستقل تالیفات کی حیثیت سے بھی اس فہرست
میں مذکور ہیں قارئین کرام انہیں ان نمبروں میں جو ہم کتاب سے پہلے ہم نے لکھ دیئے ہیں المیزان
کے احمد رضا نمبر کی فہرست تالیفات میں دیکھ لیں۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب کی تالیفات میں بس یہی ایک فتاوی رضویہ ہے جس کی چند
جلدیں ان کی دیگر تالیفات کو اپنے میں شامل کر کے ضخیم بنائی گئی ہیں لیکن اس کی ۱۲ جلدیں اب
تک بھی کہیں دیکھی نہیں جا سکیں اب یہ ان حضرات کی مرضی ہے کہ مولانا کی تالیفات پانچسو تک لیں
یا ہزار کسی کے قلم کو کوئی کیسے روک سکتا ہے۔

باقی رہے متفرق رسائل جن کو شامل کر کے فتاوی رضویہ کی چند جلدیں اب تیار ہوئی ہیں
ان کا حال بھی دیکھئے اور انہیں ملاحظہ کیجئے خالص حسب نے ان میں وقت کے کن کن اہم اور نازک

مسائل پر قلم اٹھایا ہے آپ کو ان کی تحقیق ان رسائل کے عنوانوں سے ہی ہو جائے گی۔

"انہار الانوار من یم صلوۃ الاسرار" اس کا موضوع فہرست میں یہ بیان کیا گیا ہے "نماز غوثیہ کے بیان میں" ایک دوسری کتاب "ازہار الانوار من صبا صلوۃ الاسرار" ہے اس کا موضوع حسب بیان یہ ہے "نماز غوثیہ کے نکات اور طریقہ"۔ یہ عنوانات مولانا احمد رضا خاں کی علمی خدمات کا پتہ دیتے ہیں کہ آپ نے عمر گرامی کن باتوں میں صرف کی اور کس قسم کے پیچیدہ رازوں سے پردہ اٹھایا اور قوم کو آپ کی کاوشوں سے کیا ملا۔ ناظرین ان کتابوں کے عربی اور فارسی دار ناموں سے یہ نہ سمجھیں کہ ان میں کوئی علمی مسائل ہوں گے ان کے زیادہ تر موضوعات ختم حلوہ اور چادر شیرینی قبور و ارواح کے گرد گھومتے ملیں گے۔

فتاویٰ رضویہ کی عدم مقبولیت کی وجہ

فتاویٰ رضویہ کی ۱۲ جلدیں نہ سہی یہ تین چار جلدیں تو آخری ہی ہیں جو متعدد مسائل پر مشتمل ہونے کے ساتھ ضخیم نظر آتی ہیں ان کی بھی خاطر خواہ مقبولیت نہیں ہو سکی خود بریلوی حلقے ہی ان سے اچھی طرح مستفید نہیں ہو سکے کتاب کی عدم مقبولیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس کی دوسری اور تیسری جلدیں اب جبکہ خان صاحب کو وفات پائے ساٹھ سال گزر گئے ہیں شائع ہو چکی ہیں اس دوران خود ان کے حلقوں میں بھی اس کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی —— آخر کیوں؟

مولانا اپنے رسالوں میں اپنے فتاویٰ رضویہ کا ذکر بار بار کرتے تھے اس پر رئیس المتکلمین حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب نے ۱۳ محرم ۱۳۳۹ھ کو انہیں خط لکھا۔

آپ جو اپنی تصنیفات میں اکثر جگہ فتاویٰ کا حوالہ دیتے ہیں ان جلدوں کا نہایت مشتاق ہوں اور بہت کوشش کی مگر دستیاب نہ ہوئیں اگر یہ فرضی کتاب نہیں تو عنایت کر کے اس مجموعہ فتاوے کی تمام جلدیں ضرور روانہ کر دیجئے۔[1]

---

[1] السحاب المدرار ص ۲۲ رسائل جلد اول ص ۲۳۲

۲ جلدیں لکھی ہوتیں تو سمجھئے اس خط کو اب ایک پون صدی گزر رہی ہے لیکن یہ ۱۲ جلدیں اب تک کسی لائبریری میں یا کسی شخص کے ہاں دیکھی نہیں جا سکیں اس سے آپ ان کتب کی مقبولیت کا اندازہ ہو سکتا ہے ۔

دوسری وجہ اس کی عدم مقبولیت کی یہ ہے کہ فتاویٰ رضویہ فتاویٰ کی شکل میں نہیں یہ بہت سے الجھے ہوئے موضوعات کا ایک بے ربط مجموعہ ہے اور فتاویٰ عام لوگوں کی راہنمائی کے لیے ہوتے ہیں کہ وہ انہیں دیکھیں اور عمل کی راہ معلوم کر لیں اردو خواں حضرات کے پاس نہ اتنا وقت ہوتا ہے نہ اتنی استعداد کہ وہ اختلافات کو سمجھیں مراجع و مصادر کی طرف رجوع کریں اور مسائل کی تحقیق میں لگے رہیں انہیں علماء کے اعتماد پر صرف جائز اور ناجائز کو معلوم کرنا ہوتا ہے ظاہر ہے کہ اس کے لیے چند سطری جواب کافی ہوتا ہے اب یہ علماء کا کام ہے کہ پورے ذخائر علمیہ سے چند ایسی سطور ترتیب دیں جن میں مسئلہ پوری طرح آ جائے اور اگر کوئی شخص خود بڑی کتابوں کی طرف رجوع کرے اور مسئلے کی چھان بین کرے تو اسے اس کا دینی حاصل ہے جو ان چند سطروں میں سمو دیا گیا ہو ہاں مفتی صاحبان کہیں کہیں کسی عام متداول کتاب کا حوالہ ضرور لکھ دیتے ہیں اور اس کی غرض صرف یہ ہوتی ہے کہ مقامی علماء اور ائمہ مساجد اگر مسئلے کا ماخذ معلوم کرنا چاہیں تو ان کی کچھ راہنمائی ہو سکے سو فتووں کی کتابیں تحقیقات کے لیے نہیں معلومات اور جائز و ناجائز کی رہنمائی کے لیے ہوتی ہیں ۔

اس معیار پر اگر آپ دیکھیں تو حضرت مولانا مفتی کفایت اللہؒ کا فتاویٰ کفایۃ المفتی جو نو جلدوں تک چھپ چکا ہے عصر حاضر کا بہترین فتاویٰ نظر آئے گا اس کے سامنے فتاویٰ رضویہ فتاویٰ کی حیثیت سے کوئی وزن نہیں رکھتا یہی اس کی عدم مقبولیت کی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اب تک یہ پورا کبھی چھپ نہیں سکا اور نہ اس کی کہیں ضرورت محسوس کی گئی ہے ۔

اس کی عدم مقبولیت کی تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ علماء اس میں دیئے گئے حوالوں پر اعتماد نہیں کرتے مولانا نے علماء دیوبند کے خلاف جس دیانت کا مظاہرہ کیا ہے ۔ اسکی وجہ سے لوگ ان کی کسی بات پر بھروسہ نہیں کرتے ۔

فقہی حوالے غلط دینے کی عادت

فتاویٰ رضویہ تو ہر بریلوی کے پاس نہیں ہوگا لیکن مولانا احمد رضا خاں کے ملفوظات تو ہر جگہ عام ملتے ہیں مولانا کی فقہی ثقاہت کی ایک جھلک ان میں دیکھ لیجئے قبرستان میں جوتے پہن کر چلنے کا کیا حکم ہے؟ اس کے جواب میں خان صاحب لکھتے ہیں :

① فتح القدیر اور طحطاوی اور رد المحتار میں ہے المرور فی سکۃ حادثۃ فی المقابر حرام قبرستان میں جو نیا راستہ نکالا ہو اس پر چلنا حرام ہے[1]

فتح القدیر میں یہ عربی عبارت کہیں نہیں ملی ایک دفعہ مولانا سردار احمد لائلپوری سے گذارش کی کہ فتح القدیر میں اس کی نشاندہی فرمائیں تو انہوں نے فرمایا بدعقیدہ کو حوالہ دکھانا جائز نہیں درمختار کے حواشی اور رد المحتار میں مسئلہ تو یہ موجود ہے لیکن عربی عبارت یہ نہیں خان صاحب کے فی المقابر کے الفاظ ان میں نہیں ہیں اصل عبارت یہ ہے المرور فی سکۃ حادثۃ فیہا حرام[2] اور جوتوں سے چلنا اور جوتوں کے بغیر چلنا اس کی بحث ہی نہیں ہے یہاں بحث ہی نہیں۔

② خان صاحب علامہ شامی کی کتاب العقود الدریہ کا حوالہ دے کر فرماتے ہیں کہ میت سے گوشت کا حکم قربانی کے گوشت کا ہی ہے کیونکہ اس باب میں کہہ سکتے ہیں عقود الدریہ میں ہے احکامھا احکام الاضحیۃ[3] عقود الدریہ کی عبارت یہ ہے حکمھا کاحکام الاضحیۃ[4]

یہاں بھی مولانا احمد رضا خاں کو حوالے غلط دینے کی داد دیجئے۔

③ مولانا احمد رضا خاں یہ مسئلہ بیان کرتے ہوئے کہ شیعہ کے مرد یا عورت کا کسی سے نکاح نہیں ہو سکتا فتاویٰ عالمگیری کی ایک عبارت اس طرح پیش کرتے ہیں :

لا یجوز نکاح المرتد مع مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ ولا مرتدۃ وکذا

لا یجوز نکاح المرتدۃ مع احد[5]

---

[1] ملفوظات حصہ ا ص [2] طحطاوی علی الدر المختار جلد ص ، رد المحتار شامی جلد ا ص [3] ملفوظات حصہ ا ص [4] العقود الدریہ جلد ۲ ص [5] ملفوظات حصہ دوم ص

فتاوٰے عالمگیری کی عبارت یہ ہے:-

ولا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذلک لا یجوز نکاح المرتدۃ مع احد۔[1]

خانصاحب کی پیش کردہ عبارت میں نکاح کا لفظ ہے اصل عبارت میں تزوج کا لفظ تھا ـــــ پھر خانصاحب کی پیش کردہ عبارت میں (۱) مسلمہ (۲) کافرہ اصلیہ (۳) اور مرتدہ کی ترتیب ہے جب کہ اصل عبارت میں (۱) مرتدہ پھر (۲) مسلمہ اور پھر کافرہ اصلیہ کی ترتیب ہے۔

حدیث میں بھی آپ کی یہی عادت کارفرما رہی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی ایسی بات کو منسوب کرنا جو آپ نے کہی نہ ہو اپنے لئے جہنم خریدنا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا باندھنے والا اللہ رب العزت پر جھوٹ باندھنے کا مرتکب ہے حدیث جان بوجھ کر بنانا جہنم کی راہ اختیار کرنا ہے مگر افسوس کہ مولانا احمد رضا خان نقل حدیث میں بھی اپنی عادت سے مجبور رہے اور کئی کئی ایسی باتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیں۔

۱: مولانا احمد رضا خان لکھتے ہیں کہ ایک پری مسلمان ہو کر حضور کی خدمت میں رہتی تھی ایک دن وہ دیر سے آئی اور ابلیس کو ایک پہاڑ پر نماز پڑھتے پایا۔[2] مولانا احمد رضا خان کا تاثر یہ ہے کہ ابلیس خوف خدا سے نماز پڑھ رہا تھا۔

علامہ ذہبی ؒ منصور بن حکم کے ترجمہ میں لکھتے ہیں یہ روایت موضوعات میں سے ہے۔[3]

۲: دوسری حدیث سخت تر ہے لا تمارضوا فتمرضوا فتموتوا فتدخلوا النار۔

ترجمہ: جھوٹے بیمار مت بنو ورنہ بیمار ہو جاؤ گے اور مرو گے تو جہنم میں داخل ہو گے۔[4]

سیدنا ملا علی قاری ؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں جاہل عوام نے اپنی طرف سے بنائی ہے۔

فتموتوا فتدخلوا النار فلا اصل لہ اصلا۔[5]

---

[1] فتاوٰے عالمگیری جلد ۱ صفحہ ۔ [2] ملفوظات حصہ اول ص ۔ [3] میزان الاعتدال جلد ص ۔
[4] ملفوظات حصہ چہارم ص ۔ [5] موضوعات کبیر ص ۔

۴ : حدیث پاک میں ہے ان الحدة تعتری قراء امتی بعزة القرآن فی اجوافهم۔ میری امت کے علماء کو گرمی پیش آئے گی قرآن کی عزت کے سبب جو ان کے دلوں میں (الملفوظ ۲۴/۴)
اس کی سند میں ابوالبختری وہب بن وہب کذاب ہے اور حدیث موضوع ہے۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔
هذه احادیث مکذوبة علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (میزان الاعتدال ۲۷۹/۴)
یہ وہ احادیث ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھی گئی ہیں آپ نے نہیں کہیں۔

جدید ترجمہ قرآن کی ضرورت

فتاویٰ رضویہ کے علاوہ مولانا احمد رضا خاں کی اگر کوئی علمی خدمت ہے تو قرآن پاک کا ایک نیا اردو ترجمہ ہے۔ اس وقت تک حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی اور حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی صاحبزادگان حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بامحاورہ اور لفظی اردو ترجمے کل اسلامیان ہند میں شائع اور تحقیقی ترجمے سمجھے جاتے ہیں چونکہ مولانا احمد رضا خاں کی زندگی کی پوری جدوجہد یہی رہی کہ جس طرح بھی بن پڑے مسلمانوں کو محدثین دہلی سے بدگمان کیا جائے اور حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہید کی تحریک جہاد کو جہاں تک ہو سکے بدنام کیا جائے اس لیے ضروری تھا کہ مولانا احمد رضا خاں قرآن کریم کا ایک ایسا ترجمہ سامنے لائیں جو دہلی کے ان مرکزی ترجموں سے ہٹا ہوا ہو اور دونوں کے تقابلی مطالعہ میں کسی حیلے بہانے سے پہلے ترجموں کے خلاف کوئی پروپیگنڈہ کرنے کا موقع مل سکے آپ نے اس پر پوری محنت کی اور کنزالایمان کے نام سے ایک نیا اردو ترجمہ کیا اب جب یہ حضرات کہیں اپنے ترجمہ کو شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب کے ترجمہ پر فائق کرنے کے لیے کچھ مثالیں وضع کرتے ہیں وہاں اعتراض دراصل حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی پر مقصود ہوتا ہے کیونکہ حضرت شیخ الہند کا ترجمہ دراصل انہی کے ترجمہ کی ایک جدید صورت ہے حضرت

ا۔ مولانا احمد رضا خاں نے [illegible] سے فتویٰ نویسی شروع کی ان کے مستفتین نے [illegible] میں جو رضا نمبر نکالا اس کے صفحہ ۔۔۔ پر ذکر ہے کہ اب تک فتاویٰ کی صرف پانچ جلدیں چھپی ہیں جب پانچ جلدوں کے ترتیب پانے اور شائع ہونے میں اسی سال لگ گئے تو باقی سات جلدیں (اگر کہیں ہوئی بھی) کو طبع ہونے کے وقت ہی کیسے ظاہر ہوئی کتاب کی مقبولیت اور افادیت کا قارئین اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں۔

شاہ عبدالقادر صاحب پر اعتراض کرنے کی انہیں ہمت نہیں ہوئی تو نام حضرت شیخ الہند کا لے لیتے ہیں تاہم اصل مقصد ان کا یہی ہوتا ہے کہ جس طرح بھی ہو سکے مسلمانوں کا محدثین دہلی پر اعتماد کمزور کیا جائے۔

رضا خانی ترجمہ قرآن کی خصوصیت

مولانا احمد رضا خاں نے کوشش کی کہ جاہل لوگوں کے لیے اپنے اس نئے ترجمے میں اپنے مخصوص نظریات سمو دیں قطع نظر اس سے کہ قرآن کے عربی الفاظ اس ترجمے کے متحمل ہوں۔ ظاہر ہے کہ ایسا ترجمہ جو علمی قواعد پر مبنی نہ ہو محض اپنے مسلک کے پرچار کے لیے ہو غیر مسلم اردو داں حضرات کے لیے کشش اسلام کا باعث کبھی نہ ہو سکے گا جب کسی مفہوم میں اختلاف ہوگا لوگ اصل عربی الفاظ کی طرف رجوع کریں گے اور بات وہیں آجائے گی جس سے بچنے کے لیے یہ نیا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے بر سبیل علماء تشریح اور تفسیر میں تو اپنی بات کہتے رہے لیکن ترجمانی الفاظ میں کرتے رہے جو اصل عربی الفاظ کی رو سے ہو غیر مسلموں کے اعتراضات سے بچنے کے لیے اصل ترجمہ کو ہی بدل دینا یہ کوئی بہادری نہیں ترجمہ وہی ہونا چاہیے جو الفاظ بتائیں ہاں پھر ان کی وضاحت ایسے طرز پر ہونی چاہیے کہ حق کا چہرہ الحاد والتباس سے پاک ہو کر سامنے آجائے۔

مشرکین بشریت اور رسالت میں منافی کے قائل تھے ان کا عقیدہ تھا کہ رسالت بشر کو نہیں مل سکتی قرآن کریم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بشریت اور رسالت کا واضح اعلان فرمایا۔

قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الٰھکم الہ واحد ﴿پ۱۶﴾

(ترجمہ) تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں۔ (ترجمہ مولانا احمد رضا خاں)

اب دیکھیے مولانا احمد رضا خاں نے کس طرح قرآن کے الفاظ میں اپنے الفاظ داخل کئے ہیں تحریف قرآن کی اس جرأت پر عالم اسلام کیوں خاموش ہے؟ ظاہر صورت بشری کے الفاظ قرآن کے نہیں یہ مولانا کا اپنا اضافہ ہے قرآن کی تحریف ہے اور بریکٹ بھی یہاں نہیں۔

نیک کام کے اثرات بھی نیک ہوتے ہیں جن علماء ربانی نے جدوجہد میں "کنز الایمان" کو خلاف قانون قرار دیا ہے انکے پیچھے اخلاص کار فرما ہے کوئی جذبہ عناد نہیں ہے اسکا نتیجہ یہ ہے کہ اب اہل بدعت پیچھے اسلام کیطرف لوٹنے لگے ہیں اور اسلام کے وہ بنیادی عقائد جنکا انکے داعیین یا وہ جاہل مناظرین پیشہ ور تمسخر اڑاتے تھے انکے شدوں سے اب انکار طلاً اقرار کرلیا ہے اور سعودی عرب کے حضور اپنی وضاحتیں اور صفائیاں پیش کی ہیں۔

جیسا کہ پیر کرم شاہ صاحب نے اس سلسلہ میں قدم اٹھایا ہے اور سعودی عرب کے حضور ایک مفصل خط لکھا ہے جو آہ و زاری اور فریاد سے بھرپور ہے یہ خط انہوں نے سیال شریف کے صاحبزادہ غلام حمید الدین صاحب کے نام سے لکھا ہے۔ صاحبزادہ غلام حمید الدین صاحب نے بھی اپنے مریدوں کے زیر اثرات اپنے نام سے چھپنے کی اجازت دے دی ہوگی ورنہ سیال شریف کے جناب خواجہ ضیاء الدین صاحب مرحوم تو دار العلوم دیوبند کے معتقد تھے اور وہاں چندہ بھی دیتے تھے جناب پیر کرم شاہ صاحب بھی اپنے استاذ مکرم حضرت مولانا معین الدین اجمیری کے زیر اثر مولانا احمد رضا خان کے سخت مخالف تھے مولانا احمد رضا خان نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی کتاب تحذیر الناس میں جو تحریف کی اور اسکی عبارتوں کو ایک نئی ترتیب سے جوڑا تو پیر قمر الدین صاحب نے اسکی پوری تردید کی تھی اور کہا کہ جن لوگوں نے انہیں انکار ختم نبوت کی جگہ پائی ہے وہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی بات کو سمجھ نہیں سکے حضرت کی علمی بات تک انکا دماغ نہیں پہنچ سکا۔ پیر کرم شاہ صاحب خود بھی اسی موقف پر تھے معلوم نہیں اب انہوں نے کیا حکمت دیکھی کہ صاحبزادہ پیر حمید الدین صاحب کو جن کے بڑے مولانا احمد رضا خان سے بیزار رہتے تھے انہیں مولانا احمد رضا خان کی حمایت میں لا کھڑا کیا ہے۔

اس وقت ہمیں انکے وجوہ و عوامل سے بحث نہیں اس وقت صرف یہ بتلانا ہے کہ کنز الایمان پر پابندی لگنے سے اہل بدعت نے بہت سے اسلامی عقائد برملا تسلیم کرلئے ہیں جنہیں وہ پہلے نشانہ تمسخر بناتے تھے مثلاً .....

۱ پہلے یہ لوگ جاہل مناظرین مسئلہ بشریت کو متشابہ مسئلہ بتاتے تھے اور کہتے تھے کہ جس طرح حضرت جبرائیل انسانی صورت میں محض بطور تمثیل ظاہر ہوتے تھے حقیقت میں وہ فرشتے تھے اور جس طرح حضرت موسیٰ کی لاٹھی سانپ کے تمثل میں ظاہر ہوئی مگر حقیقتاً سانپ نہ تھی اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی صرف بطور تمثل انسانی صورت میں ظاہر ہوتے تھے حقیقت میں انسان نہ تھے بشریت صرف ایک لباس تھا اور آپ اندر سے بشر نہ تھے۔

کنزالایمان ترجمہ قرآن نہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ:-

مولانا احمد رضا خاں کی زندگی بھر کی جدوجہد یہ رہی کہ جہاں تک ہو سکے اور جس طرح بھی ممکن ہو بڑے محدثین دہلی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے ادارہ افتخار سے دینی اعتماد اٹھایا جائے۔ یہ بات بڑی جگہ مسلم ہے کہ اس وقت تک مسلمانوں میں اسی خاندان کے تراجم قرآن زیادہ تر رائج تھے۔ مولانا احمد رضا خاں نے ان تراجم کے بالمقابل ایک مختلف ترجمہ لانے کی سوچی اور کنزالایمان نام سے ایک نیا ترجمہ قرآن لکھا ——— یہ ترجمہ ہے یا تفسیر؟ یہ بات ابھی تک معلوم نہیں ہو سکی۔ اسے دیکھیں تو یہ نہ ترجمہ ہے نہ تفسیر ——— جب سے شائع ہو رہا ہے مولانا نعیم الدین مراد آبادی کے تفسیری حاشیے کے ساتھ یا مفتی احمد یار صاحب کے تفسیری حاشیے کے ساتھ ——— اس سے اتنا تو پتہ چلتا ہے کہ یہ تفسیر نہیں ورنہ اس پر تفسیری حواشی لکھنے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ پھر جب ہم اسے ترجمہ کہتے ہیں تو اس میں ایسے الفاظ بھی ملتے ہیں جو عربی متن میں سرے سے ہیں ہی نہیں۔ ——— سو اسے ترجمہ کہنا بھی خاصا مشکل ہے اس میں ترجمے کی کوئی ادا نظر نہیں آتی ——— نہ اردو الفاظ اصل عربی الفاظ سے کچھ مناسب نظر آتے ہیں۔

بریلویوں نے اس مشکل سے تنگ آ کر لفظی ترجمے اور بامحاورہ ترجمہ کے علاوہ ایک

تیسری قسم نکالی ہے وہ کیا ہے؟ تفسیری ترجمہ ___ ہم اسے بھی ترجمہ کی ایک قسم سمجھ لیتے اگر اس پر تفسیری حواشی نہ ہوتے کہ یہ ترجمہ تفسیری ترجمہ قرار پا جائے اور تفسیر ولے سے بے نیاز کر دے

مولانا احمد رضا خان نے قواعد ترجمہ سے گریز کیوں کی؟

بریلوی علماء نے اپنے گرد جن عقائد اور مسائل کی باڑ بنا رکھی ہے اور انہیں اپنے مسلک کی ضروریات بتلاتے ہیں۔ قرآن پاک میں ان کا کہیں نام و نشان نہیں ملتا، مولانا احمد رضا خان اس صورت حال سے بہت تنگ تھے ---- بخلاف اس کے علماء دیوبند توحید و رسالت کے باب میں جو کچھ کہتے وہ مضمون الفاظ قرآنیہ میں صریح مل جاتا۔ بشریت انبیاء، علم غیب کا خاصہ باری تعالیٰ ہونا، اللہ نے کسی مخلوق کو مختار کل نہیں بنایا، صرف خدا کی ذات قدیم ہے باقی سب حادث ہیں، شفاعت اسی باذن الٰہی ہوگی کوئی مخلوق از خود شفاعت کا اختیار نہیں رکھتی، واجب الوجود اور ممکن الوجود کے درمیان کوئی واسطہ نہیں وغیرہ مضامین بہت آسانی سے الفاظ قرآن میں تلاش کیے جا سکتے ہیں ___ بریلوی علماء قرآن کریم کے اس انداز وضاحت اور توحید کی اس نکھری شان سے بہت پریشان تھے، مولانا احمد رضا خان نے محنت کی اور وہ ایک ایسا ترجمہ سامنے لے آئے جو الفاظ قرآن سے ہٹ کر ایک نئی راہ قائم کرتا تھا

___ یہی بریلویت ہے ___

بریلویوں نے قرآن کریم کے لفظی ترجمہ میں ان تمام خرابیوں کا اقرار کیا ہے جو غیر مسلم اقوام قرآن کریم کے ذمہ لگاتی چلی آ رہی تھیں، پادری عبدالحق کی "صحف مقدسہ" کی اس عبارت کو غور سے پڑھیے :-

"قرآن کہیں انبیاء کو بے گناہ نہیں بتلاتا۔ آدم اور داؤد کے واقعات غور سے پڑھو عصمت کہاں ہے؟ خدا واقعات ہو چکنے پر انہیں جانتا ہے لِیَعْلَمَ اللّٰہ کے الفاظ مسلمانوں کے خدا کا علم حادث بتلا رہے ہیں، قرآن کا مطالعہ کریں تو

کوئی نقص نہیں جو خدا میں نہ ہو اور کوئی عیب نہیں جو اس کے انبیاء میں نہ ہو ہماری علماء تفسیروں میں ان تمام آیتوں کی تاویلیں کرتے ہیں لیکن قرآن کے الفاظ جوں کے توں ہیں اور وہ ہمارے دعوے کی تائید کرتے ہیں۔ مسلمانوں کا قرآن کیا کہتا ہے اور ان کی تفسیر میں کچھ خرافات کی۔ مصحف مقدسہ میں ہے[1]۔

مقدمہ "کنزالایمان" میں جناب رضا المصطفیٰ اعظمی بھی یہی کہتے ہیں:۔

"اگر قرآن کریم کا لفظی ترجمہ کر دیا جائے تو اس سے بے شمار خرابیاں پیدا ہوں گی کہیں شانِ الوہیت مجروح ہو گی تو کہیں شانِ انبیاء میں اور کہیں اسلام کا بنیادی عقیدہ مجروح ہو گا[2]۔"

ہم اس وقت اس پر بحث نہیں کرتے کہ رضا المصطفیٰ نے کس بے دردی سے شانِ الوہیت اور شانِ انبیاء کو اسلام کے بنیادی عقیدہ سے خارج کر دیا ہے ہمیں اس وقت صرف یہ شکایت ہے کہ بریلوی علماء نے الفاظِ قرآن کو اسی طرح گمراہ کن ٹھہرایا ہے جس طرح پادری عبدالحق کا الزام تھا۔ پھر ستم بالائے ستم یہ کہ بریلوی علماء ان تمام اردو تراجم کو صحیح بھی مان رہے ہیں، مولانا رضا المصطفیٰ لکھتے ہیں:۔

"تمام مترجمین نے قرآنی الفاظ کے اعتبار سے براہِ راست اردو میں ترجمہ صحیح کیا ہے مگر اس کے باوجود تراجم کا نور بے گراں ہیں[3]۔"

یہ وہی بات ہے جس کا ڈھنڈورا پادری عبدالحق نے پیٹا تھا اور اب وہی بات بریلوی علماء کہہ رہے ہیں جب یہ اردو تراجم نہ تھے تو یہی اعتراضات جو بریلوی علماء نے ان اردو تراجم پر قائم کیے ہیں عربی دان مسیحی علماء الفاظِ قرآن کے حوالے سے کرتے تھے اور علماء اسلام وہی جوابات دیتے تھے جو آج علماء دیوبند متقدمین ملت کے ان تراجم کا دفاع کرتے ہوئے بریلوی طاعنین کو دے رہے ہیں:

---

[1] مصحف مقدسہ ص۱۲ [2] کنزالایمان ص۹ [3] ایضاً ص۹

مزید تفصیل کے لیے حافظ ابن تیمیہ کی کتاب "الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح" حافظ ابن قیم کی "ہدایۃ الحیاریٰ فی رد النصاریٰ" حضرت مولانا سید آل رسول کی کتاب "الاستفسار" مولانا رحمۃ اللہ کیرانوی کی "اظہار الحق" اور "ازالۃ الاوہام" مولانا محمد قاسم نانوتوی کا "مباحثہ شاہجہانپور" اور مولانا ابو محمد عبد الحق کی تفسیر "فتح المنان" کا مطالعہ کیجئے۔

نہایت افسوس ہے کہ بریلوی علماء ان پہلے تراجم کو قواعد کے لحاظ سے غلط بھی بتلاتے اور پھر یہی الفاظ قرآنی کو مسلمانوں کے لیے خطرناک بھی ٹھہراتے ہیں ...... غور کیجئے کیا یہ براہ راست قرآن پر ہی تو حملہ نہیں؟

مقدمہ کنز الایمان میں ہے:۔

"لفظ بلفظ ترجمہ کرنے کے سبب حرمت قرآن، عصمت انبیاء اور وقار انسانیت کو بھی ٹھیس پہنچی ہے اور ...... ایسی تراجم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ معاذ اللہ بعض امور کا علم اللہ رب العزت کو بھی نہیں ہوتا۔"[1]

غور کیجیے یہ جرح کیا ابتداءً وہی نہیں جو پادری عبد الحق نے عربی دان ہونے کی حیثیت سے قرآن پر کی تھی اور ان بریلوی علماء نے اردو دان ہونے کی حیثیت سے ان اردو تراجم کے ذمہ لگا دی؟

افسوس بریلوی علماء نے یہ نہ سوچا کہ غیر مسلم عربی دان تو لیعلم اللہ کے متشابہ الفاظ پر پھر بھی وہی اعتراض کریں گے جو یہ بریلوی علماء لفظی ترجمہ قرآن پر کرتے ہیں۔ ان کے ذہنوں سے ذنبک کا لفظی ترجمہ بدون قواعد کے کیسے نکالا جا سکے گا اور یہ لوگ کہیں گے کہ اس کا ترجمہ گناہ تمہارے اگلوں کے کسی پڑھے لکھے آدمی کا کام نہیں ہو سکتا نہ یہ عربی قواعد کے مطابق صحیح ہے، رہی ضد تو اس کا کوئی علاج نہیں، اس سے کیا یہ بہتر

---

[1] مقدمہ کنز الایمان ص

نہ تھا کہ یوں کہہ دیا جاتا: ترجمہ تو یہی ہے تیرے گناہ، لیکن اس سے مراد امت کے گناہ ہیں؛ فتح مکہ بھی تو تمام مسلمانوں کے لیے تھی اسے بھی انا فتحنا لک فتحا مبینا کہا گیا ہے۔

بریلوی علماء عجیب مخلوق ہیں جو صرف اپنے ان پڑھ معتقدین کا سوچتے ہیں اور انہیں پتہ ہے کہ ان کے عوام نہیں جانتے کہ قرآن کریم کے عربی الفاظ میں وہی تعبیر موجود ہے جیسے یہ اردو تراجم میں بے شمار خرابیوں کا موجب بتلا رہے ہیں اور محدثین دہلی کے اردو تراجم کے سر آ رہے ہیں۔

علماء حق ان اردو تراجم اور قرآن کریم کے اصل عربی الفاظ دونوں کا تحفظ کرتے ہیں۔ عربی الفاظ اور ترکیب پر اعتراض ہو تو بھی وہی جواب دیتے ہیں اور اردو تراجم اور ترکیب پر اعتراض ہو تو بھی وہی جواب دیتے ہیں۔ زبان بدلنے سے بات نہیں بدل جاتی نہ اس کا پیرایہ بدلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے علماء حق کو علم کی دولت دی ہے۔ وہ جانتے ہیں کس طرح قرآن کریم پر اس سطح الفاظ سے اعتراض اٹھایا جا سکتا ہے اور کس طرح متشابہات قرآن کو اس کی محکمات کے تابع کیا جا سکتا ہے۔

مولانا احمد رضا خان اپنی علمی بے مائیگی یا احساس کمتری سے یہ سمجھتے تھے کہ شاید قرآن کریم کی اس سطح الفاظ کا ان سے دفاع نہ ہو سکے گا۔ سو انہوں نے موقع کو غنیمت جانا اور ان مقامات کا ترجمہ ہی بدل دیا قواعد کی پرواہ نہ کی اصل الفاظ کو ان کی ترکیب میں برقرار نہ رکھ سکے ——— یہ ان کی اپنی کمزوری تھی جس پر پردہ ڈالنے کے لیے انہوں نے ترجمہ قرآن میں تحریف کی راہ اختیار کی اور ترجمہ وہ کیا جو ہرگز قرآن پاک کے الفاظ کا ساتھ نہیں دیتا۔

ترجمہ کی حقیقت

ترجمہ کی ضرورت اصل زبان نہ جاننے کی وجہ سے لاحق ہوتی ہے۔ ترجمہ ایسا ہونا چاہیے

جو اصل الفاظ کے ساتھ چلے اور اصل الفاظ کی حدود میں رہے۔ ترجمہ پڑھنے والا جان جائے کہ قرآن پاک کی عبارت کیا ہے اور اس میں کہی گئی بات کتنی اور کیا ہے ——— ہر لفظ کا ترجمہ اس لفظ کے نیچے ہو۔ یہ ترجمہ تحت اللفظ کہلانے لگا جیسا کہ حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ کا ترجمہ ہے اور اگر اسے دوسری زبان میں ترتیب دینے کے لیے الفاظ میں تقدیم و تاخیر کی جائے اور جملوں کے حروف ربط ساتھ شامل کر لیے جائیں تو یہ ترجمہ با محاورہ کہلاتا ہے۔ حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی [illegible] کا ترجمہ با محاورہ ترجمہ قرآن ہے۔ ترجمہ تحت اللفظ ہو یا با محاورہ اس میں الفاظ کی پابندی اور ان کی حدود کی نگہداشت بہرحال ضروری ہے ورنہ ترجمہ ترجمہ نہیں رہتا ——— اپنی طرف سے کوئی لفظ شامل ہو تو اسے بریکٹ ( ) میں لکھتے ہیں تاکہ اسے کسی لفظ کا ترجمہ نہ سمجھا جائے۔ وضاحت مقصود ہو تو اس کے لیے حاشیہ یا تفسیر ہوتی ہے۔ ترجمہ بہرحال ترجمہ ہی ہوتا ہے۔ ترجمہ کی حد یہ ہے کہ ہر دو زبانیں جاننے والا غیر متعصب بھی اسے دیکھے تو تسلیم کرے کہ مترجم نے اسے غیر اہل زبان کے سامنے لفظاً لفظاً پیش کیا ہے اور یہ واقعی ترجمہ ہے اس میں کمی بیشی نہیں کی گئی۔

مترجم کی ذمہ داری

ترجمہ قرآن کے بہانے غیر قرآنی الفاظ میں اپنے الفاظ ملا دینا یوں سمجھیے دوسری زبان میں تحریف قرآن ہے۔ دوسری زبان کے لوگ جو اصل زبان کے الفاظ بھی پہچانتے ہوں آسانی سے جان سکتے ہیں کہ کہاں کہاں مترجم نے قرآن کے نام سے اپنے الفاظ داخل کر دیئے ہیں۔ بریکٹ ( ) کے خطوط یعنی کی تعبیر اور تفسیری جملوں سے تحریف نہیں ہوتی لیکن اپنے الفاظ ترجمہ قرآن کے نام سے پیش کرنا بڑی جسارت اور گمراہی ہے ——— یہ تحریف ترجمہ قرآن میں ہے قرآن میں نہیں۔ عربی قرآن ہر تحریف سے پاک اور بلند و بالا آسمانی کلام ہے۔ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ۔

کنزالایمان کی حقیقت

نہایت افسوس ہے کہ اردو تراجم میں کنزالایمان میں یہ تحریف سب سے زیادہ کارفرما ہے، مولانا احمد رضا خان نے اپنے الفاظ اس بے دردی سے قرآن کریم میں بڑھائے ہیں کہ قرآن پاک کی پوری تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ مرزا قادیانی اور مقبول احمد دہلوی نے بھی ترجمہ قرآن میں اس درجہ میں کہیں الفاظ زیادہ نہ کیے ہوں گے —— تفسیر اور مرادات میں یہ قادیانی اور دہلوی بے شک ارتداد اور الحاد کی گھاٹی پر زیادہ دور تک بڑھتے گئے ہیں لیکن ترجمہ میں یہ لوگ غلط یا صحیح کے درجے میں ہی رہے ہیں، قرآن کریم کے الفاظ میں اتنے لفظوں کے اضافے انہوں نے بھی نہیں کیے، کنزالایمان ترجمہ ہے یا نہیں، مثال ملاحظہ کیجئے:۔

پہلے پارے میں ہے ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ —— حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی کا ترجمہ ملاحظہ ہو، اور پھر مولانا احمد رضا خان صاحب کا ترجمہ دیکھئے:۔

"وہ بلند مرتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں" (اس میں لفظ فیہ واں ہیں) کا ترجمہ کس طرح اڑایا گیا ہے اور اگر اسے اگلے جملہ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ سے متعلق کرنا تھا تو جگہ کو ظرف بنا کر یہاں کیوں لے آئے، حالانکہ یہ ایک لفظ کا ترجمہ نہیں تھا نہ کہ آگے دکھانا تھا تو جگہ یہاں کس لفظ کا ترجمہ کیا ہے

معلوم ہوتا ہے کہ خانصاحب ترجمہ میں صرف اپنی روانی کی فکر میں گم رہتے تھے کہ یہ نہ کہیں ٹوٹنے پائے اس سے انہیں کوئی غرض نہیں تھی کہ کون سا لفظ باہر سے آرہا ہے اور قرآن کا کون سا لفظ باہر جا رہا ہے۔

پھر پچیسویں پارہ سورۂ شوریٰ کی آیت ۲۴ کا ترجمہ دیکھئے:۔

فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ (ترجمہ) سو اگر اللہ چاہے تو مہر کر دے تیرے دل پر۔

اب خانصاحب بریلوی کا ترجمہ دیکھئے :-

"اور اللہ چاہے تو تمہارے اوپر اپنی رحمت اور حفاظت کی مہر کر دے" ـــــ یہاں
لفظ علیٰ قلبک (تیرے دل پر) کو دیدہ کی طرح ہضم کر گئے اور اپنی رحمت اور حفاظت کے الفاظ
اپنی طرف سے لے آئے۔ یہ ہے دیدہ دلیری جو ترجمہ کے نام سے دکھائی جا رہی ہے۔
اس کا مطلب اس کے سوا کیا لکھا جا سکتا ہے کہ ابھی تک اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنی رحمت
اور حفاظت کی مہر نہ لگائی تھی ۔ ہاں اگر وہ چاہے تو بے شک لگا سکتا ہے۔ (معاذ اللہ)

اور سنیئے اور خانصاحب کے ترجمۂ قرآن پر سر دھنیئے :-

الرحمٰن ۔ علّم القرآن ۔ خلق الانسان ۔ علّمہ البیان ۔ (رحمٰن :)

(ترجمہ) رحمٰن نے ـــــ سکھلایا قرآن ـــــ بنایا آدمی ـــــ پھر سکھلائی اس کو بات ـــــ

(ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رح)

رحمٰن نے ـــــ اپنے محبوب کو قرآن سکھایا ـــــ انسانیت کی جان کو پیدا کیا ـــــ
ماکان و مایکون کا بیان انہیں سکھایا ـــــ (مولانا احمد رضا خان)

ترجمہ پڑھنے والا جب اصل قرآن میں ان خط کشیدہ الفاظ کو تلاش کرتا ہے تو اسے وہاں
ان کے بالمقابل عربی الفاظ نہیں ملتے جن کا ان خط کشیدہ الفاظ کو ترجمہ کہا جا سکے اور یہاں کوئی
بریکٹ بھی نہیں کہ انہیں اپنا اضافہ کہہ دیا جائے۔ اس صورتحال میں ترجمہ پڑھنے والا یہ
فیصلہ کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ کنزالایمان ہرگز ترجمۂ قرآن نہیں ـــــ اور یہ بات بھی
صحیح ہے کہ کسی عالم کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنی تفسیر و تشریح کو خدا کے الفاظ بنا کر پیش
کرے۔ مفسرین کی روایات اور ان کے تعبیرات سے اختلاف ہو سکتا ہے لیکن خدا
کے الفاظ سے کسی کو اختلاف کرنے کا حق نہیں۔ سوچا جائے کہ ترجمہ ترجمے کے درجے
میں رہے اور تفسیر تفسیر کے درجے میں۔ مولانا احمد رضا خاں نے ترجمۂ قرآن کے نام سے
ان خط کشیدہ الفاظ کو خدا کے کلام میں شامل کیا ہے، اور انہیں بدون بریکٹ اور بدون

اس کو تفسیر خدائی کلام میں شامل کیا ہے جو قرآن پاک پر ایک بڑا ظلم ہے، رحمانی کلام میں انسانی کلام کو ملاتا ہے، اس قسم کا اضافہ ترجمہ قرآن میں ایک کھلی تحریف ہے۔

ترجمہ کنز الایمان کی ایک مثال

کنز الایمان کے ایک مداح سرا کہتے ہیں کہ الرحمٰن o علم القرآن o میں لفظ علّم کو دیکھئے، علّم متعدی بدو مفعول ہوتا ہے، علّم القرآن کے ترجمہ میں ہر مترجم نے ایک ہی مفعول ذکر کیا ہے، اعلیٰحضرت نے دوسرا مفعول ساتھ ذکر کیا ہے تاکہ علّم کے متعدی بدو مفعول ہونے کا تقاضا پورا ہو سکے، یہ تقاضا کسی اور مترجم نے پورا نہیں کیا

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ علّم متعدی بدو مفعول ہوتا ہے لیکن ایک مفعول کبھی مذکور ہوتا ہے اور کبھی اسے مقدر مانا جاتا ہے اور دونو استعمال برحق ہیں اللہ تعالیٰ نے علم آدم الاسماء کلہا میں دو مفعولوں کو ذکر کیا ہے یہ بھی حق ہے اور الرحمٰن o علم القرآن o میں صرف مفعول ثانی مذکور ہے مفعول اول مقدر ہے اور یہ بھی حق ہے۔ مترجم کو چاہیئے کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے مفعول ثانی کو ذکر کیا ہے مفعول اول کو حذف کیا ہے وہاں وہ مفعول ثانی کو اسی طرح ذکر کرے جس طرح خدا نے اسے ذکر کیا ہے اور جسے حذف کیا ہے وہاں وہ اسے حذف رکھے۔ اسے بین السطور ترجمے میں ذکر کرنا گویا خدا کو مشورہ دینا ہے کہ یہاں مفعول ثانی ذکر کرنا چاہیئے تھا، علّم متعدی بدو مفعول ہوتا ہے خدا نے اسے ذکر کیوں نہیں کیا، معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ اس سے زیادہ گستاخی اور کیا ہوگی کہ مترجم خدا کو مشورہ دینے لگے، افسوس مولانا احمد رضا خاں نے یہاں کچھ نہ سوچا۔

پھر خلق الانسان میں مطلق انسان کی پیدائش مذکور ہوئی تھی، جان انسانیت یہ ترجمہ کہاں سے آگیا؟ مولانا اگر تفسیر جلالین بھی دیکھ لیتے تو انہیں خلق الانسان کے ساتھ یہ سوال مل جاتا ای الجنس کہ اللہ تعالیٰ نے جنس انسانی کو تخلیق بخشی ——— الصاوی علی الجلالین میں ہے

فى الجنس الذى الصدق بآدم وبأولاده وحقيقته فالمراد بالبيان النطق الذى
يتميز به عن سائر الحيوان وهذا احد الاقوال فى تفسير الانسان وقيل هو
محمد صلى الله عليه وسلم لانه الانسان الكامل انسان کی تفسیر میں جب اتنے
اقوال ہیں اور اتنے اختلافات تو کسی ایک قول کو پسند کر کے ترجمہ قرآن میں داخل کر دینا گویا کہ
یہ خدا کے الفاظ ہیں ترجمہ قرآن میں ایک کھلی تحریف ہے ——— پھر انسان سے اگر حضور ہی
مراد لیتے تھے تو بریلوی علماء کو پھر یہ کہنے کا کوئی حق نہیں رہتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور
تھے انسان نہ تھے۔

اللہ نے انسان کو بات کرنا سکھایا ظاہر ہے کہ بات کرنا زبان سے ہی ہوگا، زبان
محض بدن سے ہے حضور روح نہیں کلام زبان کرتی ہے جان نہیں۔ پھر جان انسانیت کے معنی
کیا کیا گئے دیکھئے مترجم آپ کو کہاں لئے جا رہا ہے علّمہ البیان کے ترجمہ
میں ما کان وما یکون کر لانا مترجم کی جرأت اور جسارت کا ایک ادنیٰ نشان ہے
دیکھئے اور غور کیجئے کس بے باکی سے خدائی کلام میں اپنا کلام داخل کرتا جا رہا ہے مولانا
احمد رضا خاں تفسیر میں یہی بات کہتے تو شاید ہم اعتراض نہ کرتے لیکن ترجمہ قرآن میں تحریف
کرنا ایسی غلطی نہیں جسے آرام سے گوارا کر لیا جاسکے۔

غلط ترجمہ قرآن کی دوسری مثال

بعض طلبہ پوچھتے ہیں جہاں مولانا احمد رضا خاں نے ترجمہ میں اپنے الفاظ نہیں بڑھائے
وہاں ان ترجمے کا کیا حال ہے ——— یہ بھی سن لیجئے!

سب کو معلوم ہے کہ یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سخت دشمن ہوتے انہوں
نے آپ پر اور آپ کی والدہ محترمہ پر طرح طرح کے بہتان باندھے اور انہیں اذیتیں دیں
ظاہر ہے کہ ان کی زبان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے کوئی کلمۂ تعظیم صحیح طور پر ادا نہ

[illegible]

ہو سکتا تھا۔ ——— ان کا دعویٰ تھا کہ ہم نے عیسیٰ بن مریم کو قتل کر دیا ہے، وہ یہ نہ کہہ سکتے تھے کہ ہم نے عیسیٰ بن مریم کو شہید کیا ہے ——— شہید کا لفظ تو ان کے احترام میں ہی کہا جا سکے گا، قرآن کریم نے یہاں مخالفین کے حوالے سے قتل کا لفظ ذکر کیا ہے۔

وقولهم إنا قتلنا المسيح عيسى ابن مريم رسول الله وما قتلوه

وما صلبوه۔ (پ ۶ سورۃ النساء)

(ترجمہ) اور ان کے اس کہنے پر کہ ہم نے قتل کیا مسیح عیسیٰ مریم کے بیٹے کو جو رسول تھا اللہ کا اور انہوں نے نہ اس کو مارا اور نہ سولی پر چڑھایا۔ (شیخ الہندؒ)

اب مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ دیکھئے:-

" اور ان کے اس کہنے پر کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم اللہ کے رسول کو شہید کیا اور ہے یہ کہ انہوں نے نہ اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی دی "

شہید کرنے کا دعویٰ یہاں کیسا بے محل ہے جب کلام مقتضائے حال کے مطابق نہ ہو تو بلاغت سے گر جاتا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں کے اس ترجمے کا یہی حال ہے کہ یہود کی زبان سے کہلوا رہے ہیں کہ ہم نے عیسیٰ بن مریم کو شہید کیا۔ حضرت عیسیٰؑ شہید کے طور پر نہ پہلے کبھی معروف تھے نہ بعد میں ہوئے۔ نہ کوئی فرقہ ان کی شہادت کا مدعی ہوا۔ یہودی مطلقاً ان کی موت کے منکر ہیں، عیسائی صلیب سے کفارہ کے قائل ہوئے شہادت کے نہیں۔ اور یہود صلیب کی موت کو لعنت کی موت کہتے رہے ——— سو کوئی فرقہ یہودی ہوں یا عیسائی یا مسلمان حضرت عیسیٰ بن مریم کی شہادت کا قائل نہیں ——— مولانا احمد رضا خاں یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ اس شہرت عام کی وجہ سے یہودیوں نے کہہ دیا ہو گا کہ ہم نے عیسیٰ بن مریم کو شہید کیا ہے۔ شہرت کی بنا پر یا تہکم کی بنا پر وہ آپ کے لیے رسول اللہ کا لفظ تو بول سکتے تھے شہادت کا دعویٰ ان کی زبان سے کسی طرح متصور نہیں ہو سکتا۔

---

* حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت شاہ عبد القادر محدث دہلویؒ کے ترجمہ میں رسول اللہ

کے ترجمہ کو دیکھنے کی ضرورت ہے اسے ان کے دعویٰ تحقیق کو ذکر کیا ہے اور کہا ہے جو رسول تھا
نقد کا ذکر کرنے سے اگلی بات سمجھا جا سکے، مگر کنز الایمان میں ان الفاظ کو یہود کے مقولہ میں
پہلے جملے میں ہی ذکر کر دیا ہے، اب کون مسلمان ہو گا جو کنز الایمان کو ترجیح دے گا قرآن پاک
کے اب تک جتنے بھی تراجم ہوئے کسی نے یہود کے اس مقولہ: قتلنا المسیح کا ترجمہ
یہ نہیں کیا تھا کہ ہم نے مسیح کو شہید کر دیا ہے اور نہ کوئی صاحب علم یہ ترجمہ کر سکتا تھا، یہ کارنامہ
مولانا احمد رضا خان کا ہی ہو سکتا ہے۔

غلط ترجمہ قرآن کی ایک اور مثال

دیکھئے اور مولانا احمد رضا خان کے ترجمہ کنز الایمان پر سر دھنئے۔
اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی کہ دشمن مشرکین کے مقابلہ میں آپ
کے لیے کافی ہو گا آپ کسی قسم کی فکر نہ کریں۔ ارشاد فرمایا۔

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۔ (پارہ ۱ ع ۲)

ترجمہ: سو اب کفایت ہے تیری طرف سے ان کو اللہ۔ (شاہ عبد القادر محدث دہلوی)
سو اب کافی ہے تیری طرف سے ان کو اللہ۔ (حضرت شیخ الہند)

ان تراجم سے یہ بات ہویدا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کو کافی
ہے ان سے خود نپٹ لیں گے۔ مگر مولانا احمد رضا خان کا ترجمہ دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ کو حضور علیہ السلام
کی بجائے ان مشرکین کی طرف سے پیش کر دیا۔ (استغفر اللہ ثم استغفر اللہ)
"تو اے محبوب عنقریب اللہ ان کی طرف سے تمہیں کفایت کرے گا۔" (احمد رضا خان)

مولانا احمد رضا خان نے جس طرح ترجمہ کیا ہے وہ گویا بے حد ترجمین و ملت کے خلاف عمداً کئے ہیں
اس کا معنیٰ اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف سے حضور علیہ السلام سے
خوب نپٹے گا۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ استغفر اللہ العظیم)

افسوس بریلوی اسی پر پھولے نہیں سماتے کہ مولانا نے حضورؐ کو "اے محبوب" تو کہا ہے اور وہ یہ نہیں سوچتے کہ یہاں یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ ——— اور اگر اسی میں حضورؐ کی شان ہے کہ اے محبوب کہا جائے تو دوسری جگہ مولانا احمد رضا خاں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اے مسلمان کہہ کر عام لفظوں سے کیوں ذکر کیا ہے۔

حضورؐ کو عامی کے انداز میں بلانے کی غلطی

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاءَهُمْ۔ (پ ۶۔ مائدہ)

(ترجمہ) اور یہ کہ حکم کر ان میں موافق اس کے جو کہ اتارا اللہ نے اور مت چل ان کی خوشی پر۔ (شیخ الہندؒ)

اے مسلمان اللہ کے اتارے پر حکم کر اور ان کی خواہشوں پر نہ چل۔ (احمد رضا خاں)

مفتی احمد یار صاحب گجراتی نے نور العرفان حاشیہ کنز الایمان میں تصریح کردی ہے کہ یہ حکم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا تھا۔ سو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسے عامی انداز سے مخاطب کرنے کی اس بے ادبی کو دوسری آیت میں اس اضافے سے کہ اے محبوب کہا دھویا نہیں جا سکتا۔

اسی طرح ایک دوسرے مقام پر دیکھو سورہ بقرہ رکوع ۱۴ میں ہے:۔

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ۔

(ترجمہ) اور اگر بالفرض تو تابعداری کرے ان کی خواہشوں کی بعد اس علم کے جو تجھ تک پہنچا تو تیرا کوئی نہیں اللہ کے ہاتھ سے حمایت کرنے والا اور نہ مددگار۔

(شیخ الہندؒ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خطاب اگر اسی بالفرض کے ساتھ ہے ورنہ ایسا ممکن نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی اس طرح کریں نہ کبھی اس کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ اب

مولانا احمد رضا خاں کا گستاخانہ ترجمہ دیکھئے :-

"اے سننے والے کے باشد اگر تو ان کی خواہشوں کا پیرو ہوا بعد اس کے کہ تجھے علم آچکا ..... الخ (احمد رضا خاں)

براہ راست علم کس کے پاس آیا تھا؟ حضورؐ کے پاس ہی ـــــــ اب آپ کو اس طرح مخاطب کرنا اے سننے والے کے باشد کس قدر گستاخانہ انداز ہے۔ خان صاحب کیسے باشد کے علوم میں حضور علیہ السلام کو اپنے مقام سے گرا کر لا رہے ہیں کہ جو انسان ایسا کرے گو حضورؐ ہی کیوں نہ ہوں کے باشد اللہ کے ہاں اسے بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔

غلط ترجمہ قرآن کی غرض کیا تھی؟

ہو سکتا ہے کہ بعض لوگ یہ سوچیں کہ مولانا احمد رضا خاں کو اس طرح ترجمہ بگاڑنے سے کیا ملتا تھا؟ اس کے کئی جواب ہو سکتے ہیں۔

(۱) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور ان کے بیٹوں حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ اور حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ کے ترجموں سے اعتماد اٹھانا اور دہلی کے اس پورے خاندان محدثین کو جو نقشبندی مشائخ بھی تھے، عوام کی نظروں سے گرانا تاکہ عامۃ الناس اس خاندان کے ساتھ آزادی وطن کی کسی تحریک میں نہ اٹھیں۔

(۲) ترجمہ قرآن میں مختلف موقعوں پر ایسے الفاظ ڈال دینا جو آئندہ عوام میں شرکیہ عقائد کے لیے سیڑھی بن سکیں، مثلاً

واذکر عبادنا ابراھیم واسحٰق ویعقوب اولی الایدی والابصار۔ (پ۲۳ سورۃ ص ع۴)

(ترجمہ) "اور یاد کر ہمارے بندوں کو ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب، ہاتھوں والے اور آنکھوں والے۔" (حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ)

"اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب قدرت اور علم والوں کو" (احمد رضا)

دیکھئے قدرت کا لفظ جو عام طور پر خدا تعالیٰ کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، مولانا کس پھرتی سے اسے پیغمبروں کے لیے لے آتے ہیں، سلف کے ترجمہ سے رخ موڑ کر مولانا احمد رضا خاں نے اپنے عوام کو وہ سیڑھی مہیا کر دی کہ اب جب چاہیں اور جیسا چاہیں کسی جگہ سے بھی شرک کی چھت پر چڑھ جائیں۔ حضرت ابراہیم حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب کو کس پھرتی سے شان قدرت پر فائز کیا جا رہا ہے۔

اولیاء کرام کے لیے اللہ کی سی قدرت اور علم ثابت کرنا

مفتی احمد یار صاحب گجراتی نے اس میں سبقت کی اور مذکورہ سابقہ آیت پر لکھ مارا۔

"اس آیت سے اشارۃً معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ نے مقبولوں کو اپنی قدرت اور اپنا علم بخشا ہے جس سے وہ عالم کی خبر رکھتے ہیں اور عالم میں تصرف کرتے ہیں[1]"

اللہ کی سی قدرت اور اللہ کا سا علم کسے حاصل ہے؟ کسی کو نہیں، نہ اس کی قدرت میں کوئی شریک ہے نہ اس کے علم میں۔۔۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی قدرت کسی کو بخش دے یا اپنا علم کسی کو دے دے، یاد رکھئے خدا کا کوئی شریک نہیں۔

مولانا احمد رضا خاں پیغمبروں کو خدا کے نشانے پر لائیں تو خدا کی قدرت اور خدا کا علم ان کیلئے ثابت کریں اور اگر گرانے پر آئیں تو حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اسے مسلمان کا عام خطاب اختیار کریں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے کفر پانے کی تصدیق کر دیں، اس پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے کفر پانے کا غلط دعویٰ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، فلما احس عیسیٰ منھم الکفر قال من انصاری الی اللہ[2]

---

[1] نور العرفان ص۴۲۰ [2] پ۳ سورۃ آل عمران رکوع ۵

ترجمہ: اور جب معلوم کیا عیسیٰ نے بنی اسرائیل کا کفر بولا کون ہے کہ میری مدد کرے اللہ کی راہ میں۔ شاہ عبد القادر محدث دہلوی

"اور جب حضرت عیسیٰ نے ان کا انکار دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ ایسے آدمی بھی ہیں جو میرے مددگار ہو جائیں اللہ کے واسطے" (مولانا اشرف علی تھانوی)

اب مولانا احمد رضا خان کا ترجمہ دیکھیے۔

"پھر جب عیسیٰ نے ان سے کفر پایا بولا کون میرے مددگار ہوتے ہیں اللہ کی طرف"

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العظیم حضرت عیسیٰ نے ایمان ہی ایمان پایا تھا وہ خدا کے پیغمبر تھے کفر انہوں نے ہرگز نہیں پایا۔ پیغمبر کفر کو کیسے پا اور اپنا سکتا ہے۔ پیغمبر کسی کے کفر کو معلوم تو کر سکتا ہے اس میں محسوس بھی کر سکتا ہے اس کے آثار بھی دیکھ سکتا ہے لیکن وہ خود کفر سے بالکل پاک اور ماوراء ہوتا ہے۔ سو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کفر پانے کا دعویٰ ہرگز لائق قبول نہیں۔

مولانا احمد رضا خان ہی نہیں دیگر بریلوی علماء بھی حضرت عیسیٰ کی توہین کے بری طرح مرتکب ہوتے ہیں کہ دوبارہ آمد پر مجدد بنا کر دوسری دفعہ امتحان میں وہی منصب ہے جو پہلی دفعہ تفویض ہوئی ہو۔ دیکھیے نور العرفان ص

اللہ بخش دے آپ کی اگلی پچھلی خطائیں

مفتی احمد یار صاحب خلیفہ مولانا احمد رضا خان لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خبر دے رکھی تھی کہ ان سے آخرت میں کیا معاملہ ہوگا اور یہ بھی بتا دیا تھا کہ آپ کے صحابہؓ کا انجام کیسا رہے گا۔ مفتی صاحب فرماتے ہیں: —

لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر: تاکہ اللہ بخش دے آپ کے لیے اگلی پچھلی خطائیں۔ یہ حضورؐ کے انجام کی خبر ہے۔ اور وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى اور سب سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا۔ یہ صحابہ کے بہتر انجام کا وعدہ ہے۔ ———

مفتی صاحب آیت ما ادری ما یفعل بی ولا بکم[۱]
کے تحت لکھتے ہیں :-

"یہ مطلب نہیں کہ مجھے خبر ہی نہیں کہ تم سے اور مجھ سے کیا معاملہ ہوگا رب فرماتا ہے لیغفر لک اللہ ما تقدم اور صحابہ کے لیے فرماتا ہے وکلا وعد اللہ الحسنیٰ حضور کو سارے انسانوں کے انجام کی خبر ہے"[۲]

مفتی صاحب نے یہاں صریح طور پر لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک[۳] کو حضور سے متعلق کہا ہے اور وکلا وعد اللہ الحسنیٰ کو امت سے متعلق بتلایا ہے۔ سو اگر مفتی صاحب نے مولانا احمد رضا خاں کے ترجمہ (تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے) کو تسلیم نہیں کیا اور اسے حضور کے انجام سے ہی متعلق بتلایا ہے تو بتلائیں اس میں مفتی احمد یار صاحب کی کیا غلطی ہے غلطی اگر ہے تو مرزا احمد رضا خاں کی۔ ذنبک کے معنی "تمہارے بچھڑوں کے گناہ" عربی کے لحاظ سے کسی طرح درست نہیں — پھر ما تقدم سے "پہلے گذرے انسان مراد لینا" اور ما تاخر سے (جو اما اثر یا ظاروں کے لیے آتا ہے) مستقبل کی نسل مراد لینا اور بلا قاعدہ ایک نیا ترجمہ پیش کر دینا کسی پڑھے لکھے آدمی کا کام نہیں ہو سکتا۔ ذنبک کے معنی تیری خطا کے بھی ہو سکتے تھے اور اس سے سب مغالطے بھی دور ہو جاتے۔ کیا یہاں وہ تعبیر اختیار نہیں ہو سکتی تھی جو مفتی صاحب نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا میں اختیار کی تھی؟ آپ کی یہ دعا قرآن کریم میں اس طرح ہے :-

والذی اطمع ان یغفر لی خطیئتی یوم الدین[۴]

ترجمہ: "اور وہ ذات ہے جس کی مجھے آس لگی ہے کہ میری خطائیں قیامت کے دن بخشے گا"
اس پر مفتی صاحب لکھتے ہیں :-

"آپ (ابراہیم علیہ السلام) گناہوں سے معصوم ہیں خطا سے مراد وہ ہے جو خبر کی

---

[۱] پ۲۶ سورۃ الاحقاف [۲] نور العرفان صفحہ [۳] پ۲۶ سورۃ الفتح [۴] پ۱۹ سورۃ الشعراء ع ۵

شان کے لحاظ سے خطا ہو۔ حسنات الابرار سیئات المقربین ــــ اس
کلام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اشارۃً یہ فرمایا کہ کوئی شخص اگرچہ کتنا ہی
پرہیزگار ہو وہ بھی مغفرت پر یقین نہ کرے بلکہ رب سے امید و خوف رکھے
اسی لیے آپ نے اطمع فرمایا ہے[1]

مفتی صاحب کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے یہ تجویز کرنا کہ انہیں اپنی مغفرت کا یقین نہ تھا اس سے ہمیں اتفاق نہیں۔ مفتی صاحب کا استدلال غلط ہے لیکن مفتی صاحب کی یہ بات صحیح ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف خطا کی نسبت ان کے اپنے مقام کے لحاظ سے ہے وہ حقیقت میں گناہ سے پاک اور معصوم تھے۔

اب آپ فیصلہ کریں کہ مولانا احمد رضا خاں نے لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک کا ترجمہ صحیح کیا ہے یا ان کے خلیفہ مفتی احمد یار نے؟ مفتی صاحب صاف کہہ رہے ہیں کہ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک میں اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو ان کے انجام کی خبر دی ہے اگر یہ صحیح ہے تو خانصاحب کا یہ کہنا کہ نہیں اس سے مراد حضورؐ کے پیروؤں کے گناہ ہیں لغت اور گرامر دونوں سے ناواقفی ہے۔

کوئی صاحب یہ نہ کہیں کہ اس بحث میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں فرق کرنا ضروری ہے۔ مفتی صاحب نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے حسنات الابرار سیئات المقربین کا قاعدہ استعمال کیا ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ قاعدہ لائق قبول نہیں ــــ ایک اور جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مغفرت چاہنے کی ہدایت

إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ وَلَا تَكُن

[1] نور العرفان ص ۹۰

لِّلْخَآئِنِیْنَ خَصِیْمًا ۝ وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝ [لہ]

ترجمہ: بے شک ہم نے آپ کی طرف سچی کتاب اتاری سو تم لوگوں میں فیصلے کرو جس طرح اللہ نے تمہیں دکھایا اور آپ دغابازوں کی طرف سے نہ جھگڑیں اور اللہ سے مغفرت چاہو بے شک اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔"

یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مغفرت مانگنے اور بخشش طلب کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ اس پر مفتی احمد یار صاحب نے وہی قاعدہ استعمال کیا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے کیا تھا کہ خطا سے مراد وہ ہے جو پیغمبر کی شان کے لحاظ سے خطا ہو گو حقیقت میں وہ خطا نہ ہو، مفتی صاحب لکھتے ہیں:۔

"اگر حضورؐ سے خطاب ہے تو اسی بنا پر کہ ابرار کی نیکیاں مقربین کے گناہ ہوتے ہیں حضورؐ نے چاہا تھا کہ گواہی پر فیصلہ فرما دیں جیسا کہ شرعی قاعدہ ہے فرمایا گیا کہ اس ارادے سے توبہ کرو اور استغفر اللہ۔"

مفتی صاحب نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے اس قاعدہ کو بیان کرتے ہوئے لفظ خطا استعمال کیا ہے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات کہتے ہوئے آپ لفظ گناہ لے آتے ہیں، گویا اسے حسنات الابرار سیئات المقربین کے قاعدے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے استعمال کیا ہے —— اس میں اگر بے ادبی کا کوئی پہلو ہوتا تو مفتی احمد یار صاحب اسے کس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے استعمال کرتے اور اگر اس میں بے ادبی نہ تھی تو مولانا احمد رضا خاں نے حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ کے اس مسلّم ترجمے "تا معاف کرے تجھ کو اللہ" سے انحراف کیوں کیا اور یہ ترجمہ کیوں کیا "تاکہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے" جو لغت اور گرامر دونوں کے خلاف ہے امت کی بخشش یہاں مراد نہیں وہ وکلاً وعد اللہ الحسنیٰ میں موعود تھی۔

لہ پ۵ سورۃ النساء ع ۱۶ سے نور العرفان ص [illegible]

بریلوی حضرات اگر اپنے اس دعوے میں مخلص ہیں کہ اس آیت کے ترجمے میں خطا کی نسبت حضورؐ کی طرف کرنا سخت بے ادبی ہے تو وہ مفتی احمد یار صاحب پر گستاخ رسول ہونے کا فتویٰ کیوں نہیں لگاتے؟

ذنبک کا ترجمہ بدلنے میں کوئی فائدہ نہیں

مولانا احمد رضا خاں نے اپنے زعم میں بڑی جیہہ سرکی کہ ذنبک کے معنی "تیرے اگلوں پچھلوں کے گناہ" کر دیئے۔ اب تیرے گناہ یا تیری خطاؤں کے معنی کی کچھ گنجائش نہ رہی۔ بریلوی اس پر بڑے خوش ہیں کہ خاں صاحب نے بڑا میدان مارا لیکن یہ لوگ یہ جانتے ہی نہیں کہ یہ ترجمہ کر کے خاں صاحب نے اپنے اس من گھڑت ترجمے میں کن کن بزرگوں کے ترجموں سے ٹکر لی ہے، جو کہ حضرت محدث شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ یا حضرت شیخ الہندؒ سے ہی نہیں صحابہ کرامؓ اور خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ترجموں کے بھی خلاف ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آیت کا معنیٰ کیا کیا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجد میں اتنی مشقت اٹھاتے کہ پاؤں مبارک کو ورم آجاتا اس پر ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی:

لم تصنع هذا يا رسول الله وقد غفر الله لك ما تقدم من ذنبك وما تأخر

ترجمہ: آپ اس قدر مشقت کیوں فرماتے ہیں اے اللہ کے رسول! اور بے شک اللہ تعالیٰ آپ کی آئندہ اور پچھلی خطائیں سب بخش چکا ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا:

افلا احب ان اكون عبداً شكوراً [۸]

ترجمہ: کیا میں یہ بات نہیں چاہتا کہ ہو جاؤں اپنے رب کا شکر گزار بندہ؟

---

۸ ۔ صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۷۱۶

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے عقیدہ میں لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک و ما تاخر کی خبر حضور علیہ السلام سے متعلق تھی نہ کہ اس میں امت کے اعمال کا بیان تھا ورنہ حضرت عائشہؓ اسے خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ذکر نہ فرماتیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ وہ اسے اپنے پہلے اور پچھلے سب نقصانات کی مغفرت جانتے تھے۔ آپ کا یہ دعا بھی بخاری میں منقول ہے

اللھم اغفر لی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت انت المقدم وانت المؤخر وانت علی کل شیئ قدیر۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس پر یہ باب باندھا ہے۔

"باب قول النبی اللھم اغفر لی ما قدمت وما اخرت" [1]

اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس مضمون مغفرت کو اپنے سے متعلق کرتے تھے، اور یہ کہ امام بخاری کا بھی یہی مسلک تھا۔

حضرت مغیرہؓ بن شعبہ نے آیت کا معنی کیا کیا

صحابی رسول حضرت مغیرہؓ بن شعبہ بھی کہتے ہیں کہ حضورؐ سے عرض کی گئی غفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر ۔۔۔ اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ افلا اکون عبدا شکورا [2] ۔۔۔ اب آپ ہی بتائیں کہ حضرت مغیرہؓ نے ما تقدم من ذنبک وما تاخر کو حضورؐ سے متعلق بتلایا ہے یا آپ نے اسے امت کے اگلے پچھلے گناہوں کے معنی میں لیا ہے؟ صحابہؓ کے ترجمے سے روگردانی کن کا کام ہے؟

ان روایات کی روشنی میں سورۃ فتح کی ابتدائی آیت کا صحیح ترجمہ وہی ہے جو

---

[1] صحیح بخاری جلد ۲ ص ۹۴۴ [2] ایضاً ص ۹۵۸

حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی نے بیان فرمایا اور مفتی احمد یار صاحب سے بھی اسی کی تائید منقول ہے۔ وہ اسے حسنات الابرار کے قاعدہ کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق کرنا جائز سمجھتے ہیں، اور اس کی انہوں نے نور العرفان میں تصریح کی ہے۔

مفتی احمد یار صاحب گجراتی اور مولانا احمد رضا خان میں سے کون اس کی پرب اور کون بے ادب؟ یہ اس وقت ہمارا موضوع نہیں، ہم دونوں کے بارے میں دوسرا فیصلہ رکھتے ہیں۔ تاہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ بریلوی علماء کا یہ ٹکراؤ ایک دوسرے سے ہی نہیں اپنے آپ سے بھی ہے۔

ممکن ہے بعض بریلوی مفتی احمد یار صاحب کا ترجمہ ٹھکرا دیں اور کہیں کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب ان سے متقدم تھے ہم کہیں گے۔ مولانا غلام دستگیر صاحب قصوری تو خان صاحب سے بھی متقدم ہیں۔ ملوان کا ترجمہ لے لو۔ کیا آپ انہیں بھی گستاخ کہہ کر گزر جائیں گے؟

پادری عماد الدین صاحب نے لکھنؤ کے شیعہ مجتہد مولوی سید علی محمد صاحب سے عقائد اسلامیہ پر چودہ سوال بایں شرط کیے تھے کہ موصوف ان کا جواب خالصۃً قرآن سے دیں مجتہد مذکور خود موجودہ قرآن کو نہ مانتے تھے۔ وہ کوئی شافی جواب کیا دیتے صحیح جواب نہ ملنے پر پادری عماد الدین نے جواب الجواب میں ایک رسالہ تحقیقی طور پر شائع کیا۔ مجتہد مذکور اس کے جواب سے عاجز ہے تو اس کا جواب مولانا غلام دستگیر صاحب قصوری نے لکھا اور شیعہ اور عیسائیوں دونوں پر حجت تمام کر دی۔ سوال نمبر 9 یہ تھا۔

عصمت انبیاء کے کیا معنی ہیں؟ پیدائش سے موت تک ان کا گناہ میں پڑنا ممکن ہے یا نبوت کے بعد گناہ نہیں کر سکتے یا کوئی اور معنی عصمت انبیاء موجود ہیں؟

جواب: محققین اہل السنۃ والجماعت کے نزدیک انبیاء کی عصمت کے یہ معنی ہیں۔ کہ انبیاء علیہم السلام کبھی معاصی میں نہیں پڑتے۔ اور کوئی کام خلاف مرضی حق تعالیٰ نہیں کرتے ہیں۔

پھر مولانا غلام دستگیر صاحب سوال نمبر ۱۰ جو ناصر حضور کی نبوت کے متعلق تھا۔ اس

کے جواب میں لکھتے ہیں :-

آنحضرت کی عصمت کا بیان تو قرآن پاک میں ایسے طور پر لکھا ہے کہ کوئی دقیقہ اس کے دقائق سے باقی نہیں رکھا ہے۔ ایک عصمت تو وہ ہے جو سوال ۱؎ اور ہم نے قرآن عظیم سے لکھی گئی اور دوسری عصمت یہ ہے کہ مرنے کے سب اگلے پچھلے گناہ دنیا ہی میں خدا بخش دے۔ وہ بھی معصوم ہوتا ہے۔ سو ہر چند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معصوم تھے اور کوئی گناہ آپ سے صادر نہیں ہوا تھا لیکن دوسری قسم کی عصمت کے ثبوت کے لیے سورہ فتح میں فرما دیا۔

إنا فتحنا لك فتحا مبينا ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر ويتم

نعمته عليك ويهديك صراطا مستقيما۔ پ ۲۶ فتح

(ترجمہ) تحقیق ہم نے فتح دی تجھ کو فتح روشن، تاکہ خدا بخش دیوے تیرے اگلے

پچھلے گناہ اور اپنی نعمت تجھ پر تمام کرے اور سیدھے راستہ کی ہدایت دے۔ ۱؎

اب بتائیے مولانا غلام دستگیر قصوری کا یہ ترجمہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور پھر آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ مولانا احمد رضا خان کا ترجمہ قواعد عربی کے لحاظ سے کس قدر غلط ہے۔

ایک بریلوی تاویل اور اس کا جواب

بعض بریلوی کہہ دیتے ہیں کہ مولانا غلام دستگیر نے یہ ترجمہ اس لیے کیا تھا کہ مخاطب ایک عیسائی پادری تھا اور وہ عربی جانتا تھا۔ اس لیے ذنبک کا کوئی اور ترجمہ دیا ہی نہ جا سکتا تھا، سو یہ ترجمہ محض الزامی تھا۔ ہم جواباً عرض کرتے ہیں کہ اس رسالہ کا صفحہ ۳ ملاحظہ فرمائیے۔ یہ وہم کلیتہً دور ہو جائے گا۔ مولانا غلام دستگیر قصوری لکھتے ہیں :-

حقیر نے اس رسالہ میں تمام تحقیقی جواب دیے ہیں اور باوجودیکہ بہت الزامی جواب

موجود تھے وہ پیش نہیں کیے گئے ہیں۔

۱؎ جواب [illegible] مصنفہ مولانا غلام دستگیر یہ رسالہ مولوی فضل حق کے زیر اہتمام قصور کے مطبع [illegible] ۱۳۱۱ھ میں چھپا تھا۔

کیا فرماتے ہیں علماء فرقہ بریلویہ اس مسئلہ میں کہ جو شخص حضورؐ کی طرف بخشش چاہنے اور توبہ کرنے کی نسبت کرے کیا اس نے عصمتِ نبوت مجروح نہیں کی؟ اگر اس سے عصمتِ نبوت مجروح نہیں ہوتی تو خان صاحب کو سورۂ فتح کا ترجمہ بدلنے کی ضرورت کیوں پیش آئی تھی؟ حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ کا ترجمہ چھوڑنے کی کیا ضرورت لاحق ہوئی تھی؟

برعکس کہ خان صاحب نے سورۂ فتح کے ترجمہ میں لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک میں ذنبک سے حضورؐ کے بجائے آپ کی امت کے گناہ مراد لیے۔ لیکن خانصاحب کو یہ پتہ نہ رہا کہ امت کے مومنین اور مومنات کے لیے بخشش مانگنے کا حکم تو اس کے آگے مستقل طور پر موجود ہے۔

——— سورۂ محمد میں یہ بات پورے فرق سے سمجھا دی گئی تھی۔ ارشاد ہوا تھا۔

فاعلم انہ لا الٰہ الا اللہ واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنات۔ (پ ۲۶ ع ۶)

یہاں ذنب کی نسبت حضورؐ کی طرف علیحدہ کی گئی اور مومنین و مومنات کی طرف علیحدہ ان کی نسبت ہے سو ذنبک سے امت کے گناہ مراد لینے کا یہاں احتمال نہیں۔ مرتبا مفتی احمد یار صاحب کو یہاں تسلیم کرنا پڑا ہے کہ ہاں گو کچھ ہو گناہ کی نسبت ہے حضورؐ کی طرف ہی ——— یہ نسبت کسب کی نہ ہو تقصیر کی ہو۔ لیکن ذنبک کی اضافت بہرحال حضورؐ کی طرف ہی ہے

مفتی صاحب لکھتے ہیں۔ یہاں گناہ کی نسبت حضورؐ کی طرف کسب کی نہیں تقصیر کی ہے[1]

خانصاحب مفتی صاحب کی راہ پر چلتے تو سورۂ فتح کی پہلی آیت میں ترمیم ایسا نہ کرتے جو قواعد عربی کی رو سے سراسر غلط ٹھہرا ہے۔ ایک جھوٹ کو سچ بنانے کے لیے سو جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود وہ سچ نہیں بنتا ——— خانصاحب سے تو مفتی صاحب ہی ہوشمند نکلے کہ ذنب کی نسبت تو قواعد عربیہ کے مطابق حضورؐ کی طرف ہی رکھی اور تقصیر کی تاویل اختیار کر لی۔ گو آپ بھی پہلے حسنات الابرار سیئات المقربین کا قاعدہ مان کر اسے کسب کی نسبت کہہ چکے ہیں۔

یہاں مولانا احمد رضا خان اور مفتی احمد یار دونوں نے بخشش چاہنے کی نسبت حضورؐ کی طرف کی ہے۔

---

[1] نور العرفان ص ۹۶

ایک دوسرے ترجمے کے مقابل کیوں رکھ دیا ہے ؟ زبانی پڑھ لیتا کہ کس لفظ کا ترجمہ ہے کیا اسی ترجمے کے بل بوتے پر رضا خانی حضرات پھولے نہیں سماتے ــــ تین حرجانے لائق ہیں اگر پڑھے لکھے لوگ ہوتے تو اس ترجمہ کو مسترد کرنے کے بجائے مترجم کو بھی تہذیب کا قائل تھا۔

مولانا احمد رضا خاں اس ترجمہ میں بھی عجیب تہذیب کا شکار ہوئے ہیں ، ترجمہ میں دو دو لفظ بھرے ہیں مگر ان کسی ایک معنی پر ٹھہرتا نہیں ، ایک عجیب مترجم عجیب صورتحال سے دو چار ہے ۔

دو ترجمے کرنے کا ایک اور واقعہ

ع حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا وہ بھی نہیں یہ بھی نہیں

ذرا آگے چلیے ــــ دیکھیے مولانا احمد رضا خاں کس طرح پہلے ترجموں سے بغاوت کر کے دو دو ترجمے کر رہے ہیں ۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۔ (پ البقرہ رکوع ۱۷)

(ترجمہ) اور اسی طرح کیا ہم نے تم کو امت معتدل تاکہ ہو تم گواہ لوگوں پر اور ہو رسول تم پر گواہی دینے والا ۔ (حضرت شیخ الهندؒ)

اور بات یونہی ہے کہ ہم نے تمہیں سب امتوں میں افضل کیا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ ۔ (مولانا احمد رضا خاں)

یہاں صحابہ کرامؓ کے لیے بھی گواہ کا لفظ ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے بھی گواہ کا لفظ ــــ بریلویوں کو یہاں ایک بڑی مشکل پیش آتی ہے وہ گواہ سے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا مراد لیں تو تمام صحابہ کرامؓ کو بھی ہر جگہ حاضر و ناظر ماننا پڑتا ہے اور اگر گواہی میں ہر جگہ کا حضور و نظور ضروری نہ ہو تو ان کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہر آن ہر جگہ

حاضر و ناظر ہونے کا تصور بالکل ہی ناپید ہو جاتا ہے، مجبوراً انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے گواہ کے ساتھ ایک اور لفظ کی ضرورت محسوس کی اور گواہ سے پہلے نگہبان کا لفظ بڑھا دیا۔

ترجمے کا طالب علم یہاں پوچھے بغیر نہیں رہ سکتا کہ قرآن کریم میں جب لفظ ایک ہے — شہید — کہ "محمد رسول تم پر گواہی دینے والا" تو ترجمے میں یہ دوسرا لفظ "نگہبان" کہاں سے آ گیا اور اگر یہ لفظ نگہبان "شہید" کا ترجمہ تھا تو پھر آگے دوسرے ترجمے کی کیا ضرورت تھی "گواہی دینے والا" ایک لفظ کے یہ دو ترجمے آخر کا ہے کو آ رہے ہیں جو مترجم کے تذبذب اور پریشانی کی خبر دے رہے ہیں — پھر صحابہ کرام کے لیے بھی جب یہی لفظ ہے شہداء علی الناس (لوگوں پر گواہ) تو وہاں دو ترجمے کیوں نہیں لائے جا رہے — یہ بھی سوچنے کی بات ہے مولانا احمد رضا خاں عجیب مترجم ہیں کہ تذبذب میں پوری طرح گھرے ہیں کسی ایک معنی پر انہیں اطمینان نصیب نہیں ہو رہا — ترجمہ نہیں کر سکتے تھے تو کنز الایمان لکھنے کی ہمت آخر کیوں کی تھی؟

بعض بریلویوں نے دفاعاً کہا کہ ترجمہ تو ایک ہی لفظ میں ہے ہو سکتا ہے دوسرا لفظ کاتب نے ویسے ہی لکھ دیا ہو مقصود کلام نہ ہو، ہم کہتے ہیں کہ یہ غلطی ہرگز سہو کاتب قرار نہیں دی جا سکتی اس لیے کہ ایک دوسرے مقام پر بھی مولانا احمد رضا خاں صاحب نے یہی حرکت کی ہے۔

دو دو ترجمے کرنے کا ایک اور واقعہ

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا ۝ (پ۵، سورۃ النساء، رکوع ۵)

(ترجمہ) پھر کیا حال ہوگا جب لائیں گے ہم ہر امت میں سے احوال کہنے والا اور بلائیں تجھ کو ان لوگوں پر احوال بتلانے والا۔ (حضرت شیخ الہندؒ)

تو کیسی ہو گی جب ہم ہر امت سے کے لیے ایک گواہ لائیں گے اور اسے محبوب
تمہیں ان سب پر گواہ و نگہبان بنا کر لائیں گے۔ (مولانا احمد رضا خاں)

دیکھیے یہاں پھر لفظ شہید کے دو معنی گواہ، در نگہبان کر دیئے اور اسی آیت میں جہاں یہ لفظ دوسری امتوں کے لیے آیا وہاں اسی لفظ شہید کا ایک ہی معنی لکھا گیا ہے، دنیا سے اگر انصاف ختم نہیں ہو گیا تو خدارا مولانا احمد رضا خاں کے اس ترجمے کا پوری توجہ سے نوٹس لیں اور اگر اس میں عربی قرآن کی مطابقت عمداً چھوڑی گئی ہے تو پھر اس ترجمے کا حق ہے کہ اسے خلاف قانون قرار دیا جائے۔ مولانا احمد رضا خاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ کے ساتھ نگہبان محض اس لیے بنا رہے ہیں کہ جملہ کاروبار بھی آپ کے سپرد کر دیں کہ پوری دنیا کی حفاظت آپ کے ہاتھوں ہی ہو رہی ہے اور آپ ہی جملہ کائنات کے نگہبان ہیں ــــــ مولانا احمد رضا خاں صاحب خود تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ تعالے نے آپ کو امت پر نگہبان نہیں ٹھہرایا تو پھر مولانا آپ کو گواہ کے ساتھ نگہبان کیوں لکھتے ہیں اور ایک لفظ کے ترجمے میں دو لفظ لکھ کر اپنے ترجمے کو کیوں بگاڑتے ہیں ــــــ قرآن کریم میں صاف کہا گیا ہے کہ اللہ تعالے نے آپ کو ان پر نگہبان نہیں ٹھہرایا ہے۔۔

وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا أَشْرَكُوا وَمَا جَعَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ۝ (پ ۷ سورۃ الانعام ع ۱۳)

(ترجمہ) اور اگر اللہ چاہتا تو وہ شرک نہیں کرتے اور ہم نے تم کو ان پر نگہبان نہیں کیا
اور تم ان پر کروڑے نہیں ــــــ مولانا احمد رضا خاں

مولانا احمد رضا خاں نے یہاں خود تسلیم کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سب پر گواہ تو ہیں لیکن نگہبان نہیں، نگہبان سب کا اللہ تعالے ہے اور یہ جو فرمایا "تم ان پر کروڑے نہیں" کروڑا کے معنی وکیل، کارساز کے ہوتے ہیں، لغت آردو میں معنی یہ ہونگے کہ نہ تمہارے حوالے ان کی ذمہ داری ہے (ترجمان القرآن دہلی کلام مجید مترجمہ شیخ ثناب

جیسے ایک باغ ہے بلند زمین پر۔ (حضرت شیخ الہندؒ)

اس باغ کی سی ہے جو بھوڑ پر ہو۔ (مولانا احمد رضا خاں)

ربوہ کا ترجمہ بلند زمین کتنا شستہ اور صاف ترجمہ ہے مولانا احمد رضا خاں اس کا ترجمہ چھوڑ کر کے کتنا ثقیل لفظ لا رہے ہیں اس کا ثقل کروڑ سے کم نہیں ہے تاہم اس غلط ترجمے میں لفظ بھوڑ پر بھی غور فرمائیے علمی اردو لغات میں اس کے معنی یہ لکھے ہیں :-

"ریتلی زمین جس پر کچھ نہ اگ سکے، ریگستان"[1]

غور کیجئے مولانا احمد رضا خاں نے [illegible] ربوہ کے لیے کس لفظ کا انتخاب کیا ہے جس آیت کے ترجمے میں اس لفظ بھوڑ کو جگہ دی ہے اس آیت کا مضمون ہی بھوڑ کی کھلی تردید ہے معلوم نہیں مولانا احمد رضا خاں کو اس انتہائی ثقیل ترجمے سے کیا ملا؟

اللہ تعالے نے قرآن پاک میں چوپایوں کی تخلیق اور ان کے فوائد کا عجیب نقشہ کھینچا ہے۔

وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ ۝ وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ إِلَىٰ بَلَدٍ لَمْ تَكُونُوا بَالِغِيهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنفُسِ[2]

(ترجمہ) اور تم کو ان سے عزت ہے جب شام کو چرا کر لاتے ہو اور جب چرانے لے جاتے ہو اور اٹھا لے چلتے ہیں بوجھ تمہارے ان شہروں تک کہ تم نہ پہنچتے وہاں مگر جان مار کر۔ (حضرت شیخ الہندؒ)

یہاں الا بشق الانفس کا ترجمہ لائق غور ہے، جان مار کر کام کرنے سے مراد اس کام کے لیے زحمت شاقہ اٹھانا ہے، مفردات امام راغب میں ہے الا بشق الانفس۔ زحمت شاقہ کے بغیر[3] ——— الشقة وہ منزل مقصود جس تک بمشقت پہنچا جائے، قرآن پاک میں ہے : بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ۔ (پ۱۰ سورۃ التوبۃ رکوع ۶)

---

۱ علمی اردو لغات ص [illegible] ۲ پ۱۴ سورۃ النحل ع۱ ۳ مفردات ص [illegible]

مسافت ان کو دور دراز نظر آتی ہے یہ بہت جانفشانی کے کام ہیں۔ اب آیت کا ترجمہ ملاحظہ ہو:۔

(ترجمہ) "اور یہی جانور ہیں جو تمہارا بوجھ اٹھا کر ایسے شہروں تک لے جاتے ہیں کہ تم وہاں تک
نہیں پہنچ سکتے مگر بڑی جان کاہی کے ساتھ۔" (مولانا ابوالکلام آزاد)

"اور وہ تمہارے بوجھ اٹھا کر لے جاتے ہیں ایسے شہر کی طرف کہ تم اس تک نہ پہنچتے
مگر ادھ مرے ہو کر۔" (مولانا احمد رضا خاں)

ادھ مرے کا بے ڈھب ترجمہ

بشق الانفس کا ترجمہ ادھ مرے کتنا بھونڈا ترجمہ ہے جان مارنا، جان کاہی اور جانفشانی
کے ترجمے چھوڑ کر ادھ مرے سے ترجمہ کرنا مترجم کے ادھ مرے ہونے کی حالت کا پتہ دیتا
ہے، معلوم نہیں علم و بصیرت کے اس فقدان سے یہ لوگ ترجمہ قرآن کی کیوں جسارت کرتے ہیں
کنز الایمان کتنا بھونڈا ترجمہ ہے اگر اسے ترجمہ کہا جا سکے۔ ترجمہ فرمودات جب مولانا احمد رضا کا
عجیب روا سے چلتے ہیں، اور مثال لیجئے:۔

زمین ہمارا بچھونا ہے اور آسمان چھت، یہ بات آپ پہلے سے سنتے چلے آ رہے
ہیں، قرآن کریم میں بھی اسے دہرایا گیا:۔

الذی جعل لکم الارض فراشا والسماء بناء وانزل من السماء
ماء۔ (پ ۱، سورۃ البقرہ، رکوع ۳)

(ترجمہ) جس نے بنایا تمہارے واسطے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت اور اتارا آسمان
سے پانی۔" (حضرۃ شیخ الہند)

"وہ ذات پاک ایسی ہے جس نے بنایا تمہارے لیے زمین کو فرش اور آسمان کو
چھت اور برسایا آسمان سے پانی۔" (حضرت مولانا اشرف علی تھانوی)

"وہ جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا اور آسمان کو عمارت بنایا [illegible]

آسمان کو چھت کہنے کی بجائے عمارت کہنا ایک نیا ترجمہ ہے گو اردو میں عمارت کا لفظ ان معنوں میں نہیں آتا۔
آسمان کو عمارت قرار دے کر خاں صاحب کو کون سا ستون ہاتھ میں آیا
چھت کی بجائے عمارت کا ترجمہ مولانا احمد رضا خاں کے علم و بصیرت کی کھلی شہادت ہے
کتنا ادھورا ترجمہ ہے۔

الفاظ کے غلط ترجمے کی ایک اور مثال

تَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۔ (پ۳۰ سورۃ تبت)

(ترجمہ) اب پڑے گا لپٹیں مارتی آگ میں۔ (حضرت شیخ الہندؒ)

اب دھنستا ہے لپٹ مارتی آگ میں۔ (مولانا احمد رضا خاں)

صلی کے معنی آگ جلانے کے ہیں صَلِی بالنار آگ میں جلا۔ تصلیۃ جحیم۔ جہنم میں ڈالنا۔ (پ۲۷ الواقعہ) اصلوھا الیوم۔ آج آگ میں جاؤ۔ (پ۲۳ سورۃ یٰسین) یصلی النار الکبریٰ۔ وہ بڑی آگ میں جلے گا (پ۳۰ الاعلیٰ) تصلی نارًا حامیۃ وہ جائیں گے بھڑکتی آگ میں (پ۳۰ الغاشیہ)

صلی کے معنی دھنسنے دھنسانے کے نہیں ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں کو غالبًا اس کے معنی معلوم نہ تھے ورنہ وہ یہ ترجمہ (دھنستا ہے) نہ کرتے۔ بعض بریلوی اسے سہو کاتب یا الغرض قلم کہہ کر ٹالتے ہیں، یہ ہرگز درست نہیں کیونکہ یہی معنی انہوں نے ایک دوسری جگہ میں بھی کیے ہیں۔

وتصلیۃ جحیم۔ اور بھڑکتی آگ میں دھنسانا ہے[1]

مزید تفصیل کے لیے مفردات ص۲۹۲ کو بھی دیکھ لیجئے۔ ان جہلا کا کوئی علاج نہیں بریلوی اسی میں اپنی عزت سمجھتے ہیں۔

---

[1] کنز الایمان ص۲۳۹

مفردات کے غلط ترجمہ کی ایک اور مثال

وَاِذَا قِیْلَ لَہُ اتَّقِ اللّٰہَ اَخَذَتْہُ الْعِزَّۃُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُہٗ جَہَنَّمُ (پ ۲ البقرہ ۲۰۶)

(ترجمہ) "اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈر تو آمادہ کرے اس کو غرور گناہ پر سو کافی ہے اس کو دوزخ" (حضرت شیخ الہندؒ)

"اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈر تو اسے اور ضد چڑھے گناہ کی ایسے کو دوزخ کافی ہے" (مولانا احمد رضا خاں)

عزت کا ترجمہ بڑائی اور غرور کے تو کبھی آتے ہیں اور یہ بھی درست ہے کہ غرور اور بڑائی انسان کو گناہ تک لے جاتے ہیں لیکن ضد سے گناہ کرنا اور عزت کا ترجمہ ضد سے کرنا ؟ دور تحسبہ میں دن کے ترجمہ کو بیان رہ چھوڑنا کسی طرح سمجھ میں نہیں آتا مولانا احمد رضا خاں نے عزت کا یہ ترجمہ ضد سے کیا ہے کہ جس طرح ان بڑے پہلے ترجموں سے اختلاف کیا جائے۔

مولانا عَبْد اور عَبَدَ میں فرق نہ کر سکے

عَبْد اسم ہے (بندے اور غلام کو کہتے ہیں) اور عَبَدَ فعل (عَبَدَ کے معنی ہیں اس نے بندگی کی) قرآن کریم میں ہے:۔

وَجَعَلَ مِنْھُمُ الْقِرَدَۃَ وَالْخَنَازِیْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ۔[1]

ترجمہ: "اور ان میں سے بعضوں کو بندر کر دیا اور بعضوں کو سور اور جنہوں نے بندگی کی شیطان کی" (حضرت شیخ الہندؒ)

"اور ان میں سے کر دیئے بندر اور سور اور شیطان کا پجاری" (مولانا احمد رضا خاں)

---

[1] ترجمہ عرفان [illegible] پ ۶ المائدہ ع [illegible]

افسوس مولانا عَبَد اور عُبُد میں فرق نہ کرسکے عَبَد کی جگہ عُبُد کا معنی کردیا۔ یہ نور العرفان میں ہے اور قرآنی العرفان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا خان نے اگر اسے عُبُد پڑھا تو اسے عَبْد کی جمع سمجھ لیا حالانکہ عبد کا لفظ جب غلام کے معنی میں ہو تو اس کی جمع عبید یا عبدانٓتی ہے اور جب عبد یعنی عابد ہو تو اس کی جمع عباد ہوگی ہو سکتا ہے مولانا احمد رضا خان نے اسے عبد پڑھ رکھا ہو۔ بہر حال یہ ترجمہ شیطان کا لنکا رتی بہت عجیب ترجمہ ہے۔

اطاعت کے معنی خوشی کرنا

اطاعت کے معنی بات ماننا اور پیروی کرنا کسے معلوم نہیں ـــــــــ نہیں معلوم تو مولانا احمد رضا خان کو، وہ اس کے معنی خوشی کرنے کے کرتے ہیں۔

لو یطیعکم فی کثیر من الامر۔ (پ۲۶، الحجرات ع۱)

(ترجمہ) اگر وہ تمہاری بات مان لیا کریں بہت کاموں میں تو تم پر مشکل پڑے۔

(شیخ الہندؒ)

"بہت معاملوں میں اگر یہ تمہاری خوشی کریں تو تم ضرور مشقت میں پڑو گے"

(احمد رضا خاں)

خوشی کرنا کس لفظ کا معنی ہے، کیا اس مادے سے نے باب افعال میں کہیں یہ معنی دیا ہے --- کیا بریلویوں میں کوئی پڑھا لکھا آدمی نہیں جو اس کا ثبوت فراہم کرے؟

واللہ انبتکم من الارض نباتا ثم یعیدکم فیھا و یخرجکم اخراجا۔ (پ۲۹، سورۃ نوح)

(ترجمہ) اور اللہ نے اگایا تم کو زمین سے جما کر پھر ڈالے گا تم کو اس میں اور نکالے گا تم کو باہر" (حضرت شیخ الہندؒ)

اس کے آخری جملے و یخرجکم اخراجا کا ترجمہ مولانا احمد رضا خان نے

امہات المؤمنین کی شان میں بے ادبی

ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیویوں ام المؤمنین حضرت حفصہؓ اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو مخاطب کرتے ارشاد فرمایا تھا۔

ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما (پ۲۸ سورۃ تحریم رکوع ۱)

اگر تم توبہ کرتی ہو تو جھک پڑے ہیں دل تمہارے۔ (حضرت شیخ الہندؒ)

یہاں آیت میں یہ مذکور نہیں کہ دل کس طرف جھکے ہیں صرف ان کا جھکنا مذکور ہے دل جیسے کسی طرف جھکے ہیں تو کسی طرف سے ہٹے بھی ہوں گے یہ ہٹنا بھی اس آیت میں مذکور نہیں کہ کدھر سے ہٹے ہیں یہ بڑا محتاط ترجمہ ہے۔ اگر کوئی شخص اس سے یہ سمجھے کہ تمہارے دل توبہ کی طرف مائل ہیں خدا کے آگے جھک گئے سو تم توبہ کر لو تمہاری توبہ یقیناً قبول ہوگی تمہارے دل جھکے ہوئے ہیں۔ اس معنی کی بھی اس ترجمہ میں گنجائش ہے۔ اور اگر کوئی شخص وہ معنی لے جو بعض تفسیروں میں منقول ہیں کہ تم جلد توبہ کرو تمہارے دل اپنی جگہ سے ہٹ گئے دوسری طرف جھک گئے ہیں تو ان معنی کا بھی انکار نہیں تاہم یہ ضروری ہے کہ ترجمہ قرآن میں یہ دوسرے معنی نہ ہو سکے جائیں تاکہ پہلے معنی کا انکار لازم نہ آئے۔ یہ ازواج مطہرات کی عزت کا معاملہ ہے تفسیر میں بات ہوتی تو تاویل ساتھ ہوتی لیکن متن قرآن کی طرف وہ بات منسوب کرنا جو قرآن میں نہیں وہ بھی ازواج مطہرات کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے ہرگز مناسب نہیں ہے اولیٰ ہے۔

اب دیکھیے یہ بات مولانا احمد رضا خاں کے ترجمہ میں کیسی ہو گئی ہے دونوں ترجموں کو ملاحظہ کیجئے۔

"اگر تم دونوں توبہ کرتی ہو تو جھک پڑے ہیں دل تمہارے۔" (حضرت شیخ الہندؒ)

"نبی کی دونوں بیبیو! اگر اللہ کی طرف تم رجوع کرو تو ضرور تمہارے دل راہ سے کچھ ہٹ گئے ہیں۔" (مولانا احمد رضا خاں)

عتل کا ترجمہ جس کی اصل میں خطا ہو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ مشرکین آئے اور گزارش کی کہ آپ ہمارے معبودوں کی تردید نہ کریں ہم بھی آپ کے خدا کی تعظیم کیا کریں گے ـــــ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہدایت فرمائی کہ آپ ان جھوٹی قسمیں کھانے والوں کی بات نہ مانیں جو طعنے دیتے پھرتے ہیں، چغلیاں کھاتے ہیں خیر کے کاموں سے روکتے ہیں اور حد سے غلط کار ہیں ـــــ ان میں ولید بن مغیرہ بھی تھا جو بڑا بدکار اور بدنام تھا قرآن کریم نے اس کے بارے میں کہا :-

عتل بعد ذالک زنیم ۔ (پ۲۹ سورۂ ن ، رکوع ۱)

(ترجمہ) "ایسا ان سب کے پیچھے بدنام" (حضرت شیخ الہندؒ)

"درشت خو اس سب پر طرہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا" (مولانا احمد رضا خاں)

اصل میں خطا سے مراد یہ ہے کہ وہ حرامی ہے۔ کسی کی اصل میں خطا ہو بھی تو یہ اس کا اپنا گناہ نہیں اس کے ماں باپ کا گناہ ہوتا ہے، یہاں ان بدکرداروں کے اپنے عیب ذکر کیے جا رہے ہیں کسی کو حرام زادہ کہنا گالی تو ہو سکتی ہے لیکن اسے اس کے کسی قصور کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا قرآن پاک گالی سے یقیناً پاک ہے، اس شخص کے لیے جو کسی قوم میں ویسے ہی آکر مل جائے، زنیم کا لفظ کہنا مناسب ہے اس کا معنی حرامی یا حرام زادہ ہرگز نہیں، مولانا احمد رضا خاں نے ایک گندا معنی نکال کر کس گستاخی سے اسے متن قرآن کی طرف نسبت کر دیا ہے؛ لسان العرب میں اس کے یہ معنی دیئے گئے ہیں الملصق بالقوم ولیس منھم (جو شخص کسی قوم میں آملے لیکن حقیقت میں ان میں سے نہ ہو) حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا شعر ہے :-

زنیم تداعاہ الرجال زیادۃ کما زید فی عرض الادیم الاکارع

(ترجمہ) زنیم وہ شخص ہے جسے لوگ زائد کہتے ہوں جیسے کھال میں ٹانگیں زائد معلوم ہوتی ہیں۔

امام بخاریؒ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ قریش میں ایک شخص کا

کان اس طرح کٹا ہوا تھا جیسے بکری کا کان کٹا ہوا ہو اس کان کے ٹکڑے کو زنمہ کہتے تھے۔ اونٹ کے کان کا بھی کچھ حصہ کاٹ دیا جاتا ہے تو اسے زنمۃ الابل کہا جاتا ہے۔ سو زنیم سے مراد وہ شخص ہے جو کسی عیب سے بدنام ہو۔

رجل من قریش لہ زنمۃ مثل زنمۃ الشاۃ [1]

لغت کا مشہور امام ابن درید لکھتا ہے:۔

والزنیم الذی لہ زنمۃ من الشر یعرف بھا [2]

زنیم سے مراد وہ شخص ہے جو اپنی شرارتوں کی وجہ سے لوگوں میں معروف ہو گیا ہو۔

علامہ المبرد لکھتے ہیں: ھو الدعی الملزق [3]

وہ شخص جو کسی اور قوم سے ہو کر کسی دوسری قوم میں شامل ہو جائے، خاندان اور نسب بدل لے دلّہ بھی یہ بے شک زنیم ہے لیکن اسے حرامی نہیں کہا جا سکتا نہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا ہے ——— مولانا احمد رضا خاں نے یہ نہایت گندہ معنی کیا ہے۔

علمائے اسلام جب قادیانیوں کو الزام دیتے ہیں کہ مرزا غلام احمد نے اپنے مخالفین کو گالیاں دی ہیں اور انہیں حرام زادہ کہا ہے سو ان اخلاق کا آدمی ایک شریف انسان کیسے سمجھا جا سکتا ہے۔ تو وہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم نے بھی تو ایک شخص (ولید بن مغیرہ) کو حرام زادہ کہا ہے۔ ہم نے بارہا کہا کہ قرآن کریم نے ہرگز کسی شخص کو حرام زادہ نہیں کہا، نہ زنیم کے معنی حرام زادہ کے ہیں۔ تو وہ جھٹ مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ کنز الایمان پیش کر دیتے ہیں کہ اس میں زنیم کے معنی یہ لکھے گئے ہیں جس کی اصل میں خطا ہو۔ سو ہمیں جواباً کہنا پڑتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں بھی تو حیات انگریزی کے دوسرے صدیے کے مجدد ہی تھے نا، اول مرزا غلام احمد دوم مولانا احمد رضا خاں۔ ——— کاش مولانا احمد رضا خاں کا یہ ترجمہ نہ چھپتا اور مسلمانوں کو قادیانیوں کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑتا۔

---

[1] صحیح بخاری جلد ۲ ص ... [2] کتاب الاشتقاق ص ۱۲۰ [3] الکامل جلد دوم ص ۱۲۰

وظنوا انہم قد کذبوا کا ترجمہ

قرآن کریم میں منکروں کو اس طرف متوجہ کیا گیا کہ تاخیر عذاب سے دھوکہ نہ کھائیں اپنے پہلی قوموں کو بھی لمبی مہلتیں دی گئیں یہاں تک کہ امم سابقہ میں ایسے اوقات بھی آئے کہ پیغمبران کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے یہاں تک کہ پیغمبروں کو گمان ہونے لگا کہ جو ایمان لائے تھے وہ بھی ساتھ نہیں دے رہے اور ان کو پیغمبروں کا ساتھ دینے کی باتیں سب جھوٹ ہیں پیغمبر سوچنے لگے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا تھا۔

پیغمبروں کا اپنے ماننے والوں کے بارے میں یہ گمان کرنا کہ شاید وہ بھی دل سے ساتھ نہیں محض اس اندیشہ کی وجہ سے تھا جس سے وہ پیغمبر گذر رہے تھے۔ ایمان لانے والوں کے بارے میں یہ وسوسہ کسی درجے میں ایمان یا عصمت کے منافی نہیں۔ پیغمبروں کو بعض امتیوں کے بارے میں خلاف واقع گمان ہونے لگے تو اللہ تعالیٰ اس حالت پر بھی پیغمبروں کو دیتے نہیں رہتے فوراً نصرت خداوندی اترتی ہے اور ایمان لانے والوں کو تائید ملتی ہے اور مجرم سزا پاتے ہیں:۔

حتی اذا استیئس الرسل وظنوا انہم قد کذبوا جاءھم نصرنا فنجی من نشاء ولا یرد بأسنا عن القوم المجرمین (پ۱۳ سورۃ یوسف)

(ترجمہ) یہاں تک کہ جب نا امید ہونے لگے رسول اور خیال کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا تھا پہنچی ان کو ہماری مدد پھر بچا دیا گیا جس کو ہم نے چاہا اور پھرتا نہیں عذاب ہمارا قوم گنہگار سے۔" (حضرت شیخ الہندؒ)

"یہاں تک کہ جب رسولوں کو ظاہری اسباب کی امید نہ رہی اور لوگ سمجھے کہ رسولوں نے ان سے غلط کہا تھا تو یکے ہم نے چاہا بچا لیا گیا اور ہمارا عذاب مجرم لوگوں سے پھیرا نہیں جاتا۔" (مولانا محمد عاشق الٰہی)

پیغمبروں کی مایوسی نہ اس سے پیدا ہوا کہ پیدا کردہ اسباب سے نہ تھی منکروں کے ایمان لانے سے تھی۔ وہ ان کا گمان بھی غلط کے بارے میں یا ان کے پیدا کردہ اسباب کے بارے میں نہ تھا مولانا احمد رضا خان کو یہی بات سمجھ میں نہ آئی۔ اور کذبوا کا فاعل انہوں نے لوگوں کو بنا دیا اور ترجمہ میں تحریف کی بہت بڑی مثال قائم کی۔

مولانا احمد رضا خان نے ترجمہ قرآن کو اس بے دردی سے بگاڑا ہے کہ بے ساختہ اختیار زبان سے نکلا۔ "انگریزوں سے گرانٹ لینا چھوڑ دو"

فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ۔ (پ۳ - بقرہ ع ۳۸)

ترجمہ: "پھر اگر نہیں چھوڑتے تو تیار ہو جاؤ لڑنے کو اللہ سے اور اس کے رسول سے"

(حضرت شیخ الہندؒ) اب مولانا احمد رضا خان کا ترجمہ بھی دیکھئے۔

"پھر اگر ایسا نہ کرو تو یقین کر لو اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کا"

فاذنوا کا معنی یقین کر لو یہ کہاں سے آگیا، مولانا احمد رضا خان اذن اور ایمان میں فرق نہیں کر سکے۔

ایک اور نیا ترجمہ ملاحظہ کیجئے

حضور نے صحابہ کو تعلیم دی اور ان کا تزکیہ کیا

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو امیین میں مبعوث فرمایا "ھو الذی بعث فی الامیین رسولا" تو ساتھ ہی یہ بتایا کہ آپ صرف انہی کی طرف نہیں بلکہ اور لوگوں کی طرف بھی مبعوث ہیں جو ابھی انہیں نہیں ملے۔

واخرین منھم لما یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم۔ (پ۲۸ - جمعہ)

ترجمہ: "اور اٹھایا اس رسول کو ایک دوسرے لوگوں کے واسطے بھی انہی میں سے جو ابھی نہیں ملے ان میں اور وہی ہے زبردست حکمت والا" (حضرت شیخ الہندؒ)

“ان میں سے اوروں کو پاک کرتے اور علم فرماتے ہیں جو ان اگلوں سے نہ ملے اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔” (مولانا احمد رضا خاں)

حضرت شیخ الہندؒ کے ترجمہ میں وَآخَرِينَ مِنْهُمْ کا عطف اُمِّيِّينَ پر ہے اور یہ مجرور ہے فِي حرفِ جار سے جو اُمِّيِّينَ سے پہلے ہے۔ مولانا احمد رضا خاں کے ترجمہ میں یہ معطوف ہے يُعَلِّمُهُمْ اور يُزَكِّيهِمْ کی ضمیر مفعول پر۔ اس صورت میں منصوب ہوگا۔

مولانا احمد رضا خاں کے ترجمے کا حاصل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان اُمّیین کو تعلیم و تزکیہ بھی فرماتے ہیں جو آپ کے صحابہ ہیں اور آپ کے عہد میں ہیں اور ان آئندہ آنے والوں کا بھی تعلیم و تزکیہ کرتے ہیں جو ابھی ان اگلوں سے نہیں ملے قیامت تک جو لوگ آتے رہیں گے سب کی تعلیم اور تزکیہ حضورؐ ہی فرمائیں گے (کس طرح؟ یہ صورت مولانا احمد رضا خاں کو ہی معلوم ہوگی) اگر سب ہی نوعِ انسان حضورؐ ہی کے شاگرد ہیں اور حضورؐ سے ہی براہ راست تعلیم و تزکیہ پا رہے ہیں تو پھر صحابہ کرامؓ کی خصوصیت کیا رہی جو حضورؐ کے شاگرد اور باقی سب کے استاد سمجھے جاتے ہیں۔

مفتی احمد یار صاحب گجراتی کی ہمت لائق تحسین ہے کہ انہوں نے مولانا احمد رضا خاں کے اس خیال کی مکمل تردید کر دی اور فرمایا:

“کوئی غیر صحابی مومن خواہ کتنا ہی بڑا ولی ہو صحابی کے گردِ قدم کو نہیں پہنچ سکتا کیونکہ وہ فیضِ نظرِ صحبت نہیں۔”[1]

شیخ الہندؒ کے ترجمے کا حاصل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ تعلیم و تزکیہ صرف صحابہ کا ہے؛ آگے آنے والے

---

[1] نور العرفان ص ۸۸۳

تعلیم و تزکیہ کی بدولت صحابہ کرامؓ سے پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بہترین امت بتایا ہے جو آئندہ آنے والوں پر اللہ کے دین کی شہادت ہوں گے اور ان پر شہادت اللہ کے رسول ہوں گے جو ان کا تعلیم و تزکیہ کر رہے ہیں۔ دیکھئے پ لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا۔ علم دین متوارث ہے جو اگلوں سے پچھلوں کو ملتا ہے۔

ہاں حضورؐ کی بعثت اور تشریف آوری سب کے لیے ہے آپؐ قیامت تک کے انسانوں کے لیے رسول ہیں۔ سب بنی آدم کی طرف مبعوث اور عالم پر خدائی آخری حجت ہیں۔ سورۂ جمعہ کی ان آیات میں و آخرین کا عطف الامیین پر ہے اور آخرین کے بعد جو منہم ہے وہ صفت ہے آخرین کی اور لما یلحقوا بھم بھی اسی کی صفت ہے یعنی ان دوسروں کے لیے بھی مبعوث فرمایا۔

مفسرین نے حضرت شیخ الہندؒ کے ترجمے کو ترجیح دی ہے اور مولانا احمد رضا خاں کے ترجمے کو صرف جواز کی حد تک ذکر کیا ہے۔ تفسیر کشاف میں ہے — و آخرین

مجرور عطف علی الامیین۔۔۔ ویجوز ان ینتصب عطفاً علی المنصوب فی ویعلمھم[۱]

و آخرین مجرور عطفاً علی الامیین ای بعثہ فی الامیین الذین فی عہدہ و بعثہ فی آخرین منھم لما یلحقوا بھم الی الآن —

او منصوب علی الضمیر المنصوب فی یعلمھم ای ویعلمھم آخرین[۲]

و آخرین — ھو عطف علی الامیین۔۔۔۔ و جوز ان یکون عطفاً علی المنصوب فی ویعلمھم۔۔۔۔ واستظھر الاول والمذکور فی الآیۃ قومہ صلی اللہ علیہ وسلم وجنس الذین بعث فیھم وما المبعوث الیھم فلم یتعرض لہ فیھا نفیا اواثباتا وقد تعرض لاثباتہ فی آیات اخر[۳]

---

[۱] تفسیر کشاف جلد ۴ ص ۵۳۰ [۲] تفسیر فتح البیان جلد ۹ ص ۱۱۹ [۳] روح المعانی پ ۲۸ ص

ترجمہ قرآن میں اپنی قیدیں لگانا

جس شخص نے حج اور عمرہ دونوں اوا کیے قران کی صورت میں یا تمتع کی صورت میں تو اس کے ذمہ قربانی ہے دم قران یا دم تمتع ۔۔۔ اور اگر کوئی ایسا غریب ہو کہ قربانی نہ دے سکے تو اس کے ذمہ دس روزے ہیں ۔ تین ایام حج میں اور سات جب وہ حج سے فارغ ہو جائے وہ واپس لوٹے جہاں چاہے یہ روزے رکھ لے سفر میں رکھ لے کسی اور شہر جاتا ہو وہاں رکھ لے یا اپنے گھر جا کر رکھ لے ہر طرح سے گنجائش ہے ضروری نہیں کہ گھر جا کر ہی رکھے ۔ قرآن کریم میں ہے :۔

فمن لم يجد فصيام ثلثة ايام في الحج وسبعة اذا رجعتم تلك عشرة كاملة ۔ (پ۲ البقرہ ع ۲۴)

ترجمہ : پھر جس کو قربانی نہ ملے تو روزے رکھے تین حج کے دنوں میں اور سات روزے جب تم لوٹو یہ دس روزے ہوئے پورے ۔ (شیخ الہند)

اب مولانا احمد رضا خاں کا غلط ترجمہ ملاحظہ ہو :۔

"پھر جسے مقدور نہ ہو تو تین روزے حج کے دنوں میں رکھے اور سات جب اپنے گھر پلٹ کر جاؤ یہ پورے دس ہوئے ۔"

اپنے گھر پہنچنے کی یہ قید کہاں سے آگئی ، کیا وہ واپس لوٹتے ۔ سفر میں یہ روزے نہیں رکھ سکتا ۔ گھر نہیں لوٹے حج سے فارغ ہو کر مکہ میں رہ رہا ہے تو کیا وہاں یہ روزے نہ رکھ سکے گا ؟ مسئلہ تو یہ ہے کہ حج سے فارغ ہونے کے بعد وہ جہاں بھی چاہے یہ روزے رکھ سکتا ہے ۔ دیکھا کنز الایمان کے غلط ترجمے نے کس طرح آپ کو حنفی مذہب سے خارج کر دیا ۔

نے لفظ اگر کو چھوڑ کر "تم عورتوں کو طلاق دو" کے الفاظ میں ترجمہ کر کے اسے ایک حکم بنا دیا۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کی قدرت دیکھنے کا شوق ظاہر کیا کہ وہ کس طرح مردوں
کو زندہ کرے گا۔ اللہ رب العزت نے فرمایا کہ چار عدد صاف ستھرے پرندے ذبح کر کے
مختلف پہاڑوں پر رکھ دو، اور پھر ان کو آواز دو، وہ تیری طرف دوڑتے ہوئے آئیں گے

ثم ادعهن یأتینک سعیا ۔ (پ۳ سورۃ البقرۃ)

(ترجمہ) "پھر ان کو بلا چلے آئیں گے تیرے پاس دوڑتے" (شیخ الہند)

سعیا کا معنی جلدی کرنے کا ہے، مولانا احمد رضا خان جلالین ہی دیکھ لیتے تو
انہیں اس کے معنی سمجھ آ جاتے، دوڑنے سے مراد پرندوں کا جلدی کرنا ہے،
پاؤں سے دوڑنے کی قید مولانا احمد رضا خان نے اپنی طرف سے لگا دی ہے
انسان پاؤں سے دوڑتے ہیں پرندے پروں سے۔ مولانا کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے۔

"پھر انہیں بلا وہ تیرے پاس چلے آئیں گے پاؤں سے دوڑتے" (احمد رضا خان)

پرندے اڑ کر ہی جلدی سے آ سکتے ہیں پاؤں سے چل کر نہیں، کیا وہ پرندے پہلے بھی
ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ پر پاؤں سے ہی چل کر جاتے ہوں گے، اڑ کر ایک جگہ سے
دوسری جگہ پہنچ جاتے تھے ۔۔۔ اب دوبارہ زندہ ہو کر کیا انہیں پہلی عادت بھول گئی کہ اب
وہ اڑ نہیں سکتے پاؤں سے چل کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف آ رہے ہیں۔ معلوم نہیں
مولانا احمد رضا خان نے یہ پاؤں سے دوڑنے کی قید کہاں سے لی، اور معلوم نہیں
کنز الایمان کے اس غلط ترجمے سے خان صاحب کو کیا ملا؟

مسلمان شکاری کتے یا پرندے کو بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر شکار پر چھوڑے اور وہ
کتا یا پرندہ شکار کو قابو کرے اور مالک کے پاس لے آئے وہ مالک اسے ذبح کر لے
تو وہ شکار حلال ہو جاتا ہے۔ شکاری کتے یا پرندے نے شکار کو زخم لگا دیا اور وہ مر گیا
تو بھی وہ جانور حلال ہو گیا بشرطیکہ اس کتے یا پرندے نے اسے مالک کے لیے روکا

ہوا ہو ـــــ شکار کو مار کر قابو میں رکھنا ضروری نہیں شکاری جانور اسے زندہ بھی مالک کے پاس لا سکتا ہے۔ قرآن کریم نے صرف یہ شرط لگائی ہے کہ شکاری کتے نے اسے تمہارے لیے اپنے قابو میں کیا ہوا ہو۔ شیخ الہندؒ اور مولانا احمد رضا کے ترجمے بالترتیب دیکھئے:۔

فکلوا مما امسکن علیکم واذکروا اسم اللہ علیہ۔ (پ۶ المائدہ ع۱)

(ترجمہ: "سو کھاؤ اس میں سے جو روک رکھیں تمہارے واسطے اور اللہ کا نام لو اس پر"

"تو کھاؤ اس میں سے جو وہ مار کر تمہارے لیے رہنے دیں اور اس پر اللہ کا نام لو"

"اور اس پر اللہ کا نام لو" اس پر عمل شکاری جانور کو چھوڑتے ہوئے کر لیا گیا تھا یہاں اسے شکاری جانور کے امساک کے بعد ذکر کیا گیا ہے، حنفیہ کے ہاں گو واؤ ترتیب کے لیے نہیں لیکن یہ بھی نہیں کہ اس میں کوئی مصلحت نہ ہو، شکاری جانور اگر شکار کو زندہ پکڑ لاتے تو اب ذبح کرتے وقت اس پر نئے سرے سے اللہ کا نام لینا ضروری ہوگا یہ نہیں کہ اسے اس پہلی تکبیر کے تحت ہی ذبح کرے جو شکاری جانور چھوڑتے وقت پڑھی گئی تھی، سو امساک میں دونوں صورتیں لیٹی ہوئی چاہئیں زندہ رکھا گیا ہو یا مار کر۔

مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ "تو کھاؤ اس میں سے جو وہ مار کر تمہارے لیے رہنے دیں"

ایک صورت کو بالکل ہی نکال دیتا ہے، حالانکہ صحابہ کرامؓ نے اس دوسری صورت کو بھی اس کے تحت ذکر کیا ہے ـــ۔ ـــ یہ مار کر کا لفظ خانصاحب نے اپنی طرف سے بڑھایا ہے امساک کو صرف قتل کرنے میں منحصر نہ کرنا چاہیے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔

ان قتل واکل فلا تاکل فان امسک فادرکتہ حیا فذکہ۔ (ابن جریر جلد ۶ صفحہ)

(ترجمہ: "شکاری جانور نے اگر شکار کو مار ڈالا اور خود کچھ کھا لیا تو تم اس شکار کو نہ کھاؤ اور اگر اس نے اس شکار کو قابو میں رکھا اور تم نے اسے زندہ پا لیا تو اسے خدا کے نام پر ذبح کر دو"

اس مرے جانور پر اللہ کا نام لینے کی کیا ضرورت باقی ہوگی اور یہ مار کر کا لفظ خانصاحب نے کہاں سے نکال لیا ہے؟

● اللہ رب العزت نے امام الانبیاء حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا۔

وکذب بہ قومک وھو الحق قل لست علیکم بوکیل۔ (پ ۷ ، انعام ع ۸)

(ترجمہ) "اور اس کو جھوٹ بتلایا تیری قوم نے حالانکہ وہ حق ہے، تو کہہ دے کہ میں نہیں ہوں تم پر داروغہ"

قرآن کریم کو یا عذاب کے آنے کو وہ جھٹلاتے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ حق ہے۔
عذاب مراد ہو تو مطلب یہ ہے کہ وہ حق ہے، آکر رہے گا۔ مولانا احمد رضا خان نے اپنے غلط
ترجمہ میں ان کے اس جھٹلانے کو ہی حق کہہ دیا، کنزالایمان میں دیکھئے۔

"اور اسے جھٹلایا تمہاری قوم نے اور یہی حق ہے تم فرماؤ میں تم پر کچھ کڑوڑا نہیں"
یہی سے مراد اس تکذیب کے سوا اور کیا سمجھا جا سکتا ہے ——— کیا یہ کسے
کنزالایمان ہے جسے بریلوی ایمان کا خزانہ کہتے ہیں۔

مشہور دیوبندی عالم سحبان الہند مولانا سعید احمد کا ترجمہ بھی ملاحظہ ہو۔

"اور آپ کی قوم اس عذاب کی تکذیب کرتی ہے حالانکہ وہ ایک یقینی حقیقت ہے
آپ کہہ دیجئے کہ میں تم پر کوئی مختار کار نہیں ہوں۔"

● حق قبول نہ کرنے والے اگر دنیا میں کچھ اچھے کام بھی کریں تو آخرت میں ان کے لیے ان
پر کوئی جزا مرتب نہ ہوگی ان کے وہ اعمال دنیا میں ہی لوٹا دیئے جاتے ہیں۔

من کان یرید الحیوۃ الدنیا وزینتہا نوف الیھم اعمالھم فیھا وھم
لا یبخسون۔ (پ ۱۲ ، سورۃ ھود، رکوع ۲)

(ترجمہ) "جو کوئی چاہے دنیا کی زندگانی اور اس کی زینت، بھگتا دیں گے ہم ان کو ان کے
عمل دنیا میں اور ان کو اس میں کچھ نقصان نہیں۔ جو دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش
چاہتا ہو ہم اس میں ان کا پورا پھل دے دیں گے اور اس میں کمی نہ دیں گے۔"

لا یبخسون فعل مضارع مجہول کا ترجمہ جو جملہ اسمیہ کی جزو خبر کے طور پر واقع ہوا ہے
اگر تعلیقاً میں کرنا تھا تو اسے مجہول ہی رکھنا چاہئے تھا، اس کا ترجمہ معروف میں کرنا کہ

گئی ہو کہ اس طرح کی آیات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب نہیں ہیں۔

ولقد اوحی الیک و الی الذین من قبلک لئن اشرکت لیحبطن عملک و

لتکونن من الخاسرین[1]

ترجمہ "اور بے شک وحی کی گئی تمہاری طرف اور تم سے پہلوں کی طرف کہ اے سننے والے

اگر تو نے اللہ کا شریک کیا تو ضرور تیرا سب کیا دھرا اکارت ہو جائے گا" (احمد رضا خان)

اللہ تعالی نے آپ کی سخت تہدید کیا ہے کہ کیا کرتی تھی کہ بیشک وحی کی گئی تمہاری طرف اور

تم سے پہلوں کی طرف، کیا اس کی بجائے یہ بہتر نہیں کہ مخاطب تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی

مان لیا جائے اور اس بات پر یقین رکھتے ہوئے کہ حضور سے قطعا شرک نہیں ہو سکتا یہ عقیدہ رکھا جائے

کہ اس سے آپ پر کوئی زد نہیں آتی۔

علامہ تفتازانی تعریض کی بحث میں صاف لکھتے ہیں کہ لفظا حضور ہی یہاں مخاطب ہیں

التعریض بان ینسب الفعل الی احد والمراد غیرہ نحو قولہ تعالی ولقد اوحی

الیک و الی الذین من قبلک لئن اشرکت لیحبطن عملک فالمخاطب هو النبی

صلی اللہ علیہ وسلم وعدم اشراکہ مقطوع بہ لکن جیئ بلفظ الماضی ابرازاً

للاشراک الغیر الحاصل فی معرض الحاصل علی سبیل الفرض والتقدیر

تعریضاً بمن صدر عنهم الاشراک بانہ قد حبطت اعمالھم[2] ۔

کیا رضا المصطفیٰ صاحب اب بھی یہی کہیں گے کہ حضور اس آیت میں مخاطب نہیں اور

یہ کہ اسی طرح کتب معانی و بیان میں تصریح کی گئی ہے

آیت یمکرون و یمکر اللہ واللہ خیر الماکرین[3] میں بھی اعظمی صاحب یہی

چال چلے ہیں سے پہلے آیت کا ایک ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔

---

[1] پ۲۴، الزمر رکوع ۷ [2] مختصر المعانی ص۱۴۲ بحث الاصل ان واذا من حروف الشرط
[3] پ۹، الانفال رکوع ۴

(ترجمہ: "اور وہ تو اپنی سی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ میاں اپنی تدبیر کر رہا تھا" حضرت تھانوی
کافروں کی تدبیروں کا توڑ تھیں اور اللہ رب العزت کی ماکرانہ اور حکیمانہ ——— تاہم یہ ضرور
ہے کہ مولانا تھانوی نے عربی لفظ مکر کے معنی اس موقع پر تدبیر کے کیے ہیں مگر دیکھئے مولانا
رضا المصطفیٰ اسے خانصاحب کا بہت بڑا کارنامہ قرار دیتے ہیں کہ مکر کا معنی سب سے
پہلے انہوں نے تدبیر سے کیا ہے، مولانا رضا المصطفیٰ لکھتے ہیں:

"مترجمین نے ہنسی، مذاق، ٹھٹھا، مکر و فریب، علم سے بے خبری، بدسگالی کو اس کی (اللہ کی) صفت ٹھہرایا ہے...... مکر کا ترجمہ اعلیٰحضرت نے تفاسیر کی روشنی میں کیا ہے یعنی تدبیر۔"

ناظرین کرام! آج تک کسی مترجم نے اور کسی مفسر نے ان امور کو خدا کی صفت نہیں کہا۔ مولوی صاحب نے ان پر یہ ایک بڑا افترا باندھا ہے، صفت کا لفظ بہت اونچا ہے اور پھر صفت حمد و مدح کی تو بندے کی شان ہے، کون ہے جو ان امور کو خدا کی صفت کہہ سکے؟ ہاں مولانا احمد رضا خان نے استہزاء و ٹھٹھے کو اللہ رب العزت کی طرف ضرور منسوب کیا ہے ——— کنز الایمان میں دیکھئے:-

اللہ یستہزئ بہم۔ (پ۱ سورۃ البقرہ رکوع ۲)

(ترجمہ) "اللہ ان سے استہزاء فرماتا ہے جیسا اس کی شان کے لائق ہے۔"

کچھ انصاف کیجئے! کیا مولانا احمد رضا خان نے استہزاء کی نسبت اللہ کی طرف نہیں کی؟ کیا استہزاء کے معنی لغت میں ہنسی، مذاق اور ٹھٹھا کے نہیں؟ پھر کیا مولانا احمد رضا خان نے ہنسی، مذاق اور ٹھٹھا کرنے کو خدا کی طرف نسبت نہ کیا؟ خانصاحب اگر مکر کا بھی ترجمہ مکر کر کے پھر بریکٹ میں لکھ دیتے "جیسا اس کی شان کے لائق ہے" جیسا کہ انہوں نے یہاں کیا ہے تو کیا فرق پڑ جاتا ——— جب وہ استہزاء کا لفظ خدا کے لیے گوارا کر لیتے ہیں تو مکر کا لفظ ان کے لیے کس پہلو سے ناگوار ہو گیا۔ آخر کوئی تو وجہ ہونی چاہیے جو ان دونوں میں فرق کر سکے

ایک بریلوی نے ہمیں یہ جواب دیا کہ مستہزئ کا لفظ تو قرآن کریم میں ہے اس لیے اسے گوارا کر لیا تھا اس پر ایک دوسرے صاحب کہنے لگے کہ مکر اللہ کے الفاظ بھی تو قرآن کریم میں ہیں ان سے یہ دامن کشی کیوں؟ ایک جگہ ایک تعبیر سے پرہیز کرنا اور دوسری جگہ خود ہی اسے اختیار کر لینا اپنے آپ سے ہی تصادم نہیں۔

مولانا احمد رضا خاں نے جب یہ لکھا کہ "اللہ ان سے استہزاء فرماتا ہے" ہم اس سے یہ سمجھ کر خاں صاحب اسے اللہ کا ایک فعل کہہ رہے ہیں صفت نہیں۔ مگر مولانا ارشاد المصطفیٰ اعظمی کی مذکورہ تحریر سے یہ سمجھ میں آیا کہ یہ سب حضرات استہزاء کو خدا کی صفت ٹھہراتے ہیں ۔۔۔ استغفر اللہ العظیم البتہ یہ ممکن ہے کہ رضا المصطفیٰ صاحب کو صفت اور فعل میں فرق ہی معلوم نہ ہو وہ یہ نہ جانتے ہوں کہ رحمت اللہ کی صفت ہے اور غضب اس کا فعل ۔۔۔ اللہ ہمیں اس بات پناہ عطا فرمائے اپنے غضب سے بچائے۔ اعاذنا اللہ من غضبہ وافاض علینا من رحمتہ الشاملہ ونعمہ السابغہ۔

یہ کس کو معلوم نہیں کہ جب شیاطین لوگوں کو جادو سکھاتے تھے حضرت سلیمان علیہ السلام کا زمانہ تھا۔ قرآن کریم میں ہے:-

ولکن الشیاطین کفروا یعلمون الناس السحر (پ البقرہ ع ۱۲)

ترجمہ: لیکن شیطانوں نے کفر کیا سکھاتے تھے لوگوں کو جادو ۔۔۔ شیخ الہندؒ

یعلمون یہاں ماضی کے معنی میں ہے کفروا ماضی کے بعد اسے ذکر کیا گیا ہے اور یہی معنی جمہور نے کیا ہے کہ یہ بات حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے کی ہے مگر رضا صاحب کی ہمت لائق داد ہے کہ جمہور سے اختلاف پیدا کرنے کی خاطر اسے شیاطین سے حال بنا دیا [1]

---

[1] قال العکبری یعلمون الناس السحر فی موضع نصب علی الحال من الضمیر فی کفروا وان شئت ان یکون حالا من الشیاطین ولیس بشیء لان لکن لا یعمل فی الحال ۔۔۔ وجوہ الاعراب و القراءۃ ص ۳۱

برابری کی قیمت ، دونوں اس جزا میں دی جا سکتی ہیں۔ قرآن کریم میں ہے :-

یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّیْدَ وَأَنتُمْ حُرُمٌ وَمَن قَتَلَهُ مِنکُم مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ

مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ ۔ (پ المائدہ ع ۳)

ترجمہ : "اے ایمان والو! نہ مارو شکار جس وقت تم ہو احرام میں اور جو کوئی تم میں اس کو مارے

جان کر تو اس پر بدلہ ہے اس مارے ہوئے کے (مویشی) کے برابر "

امام شافعیؒ مثل من النعم کو جزاء کی صفت سمجھتے ہیں اور جزاء کا ترجمہ : بدلہ اور

امام ابوحنیفہؒ اسے ما قتل کی تعبیر سے حال مانتے ہیں۔ سو حنفی مذہب کے مطابق ترجمہ ہوگا

"یعنی بدلا ہے اس مارے ہوئے کے برابر مویشی میں سے " ۔۔۔۔۔ شیخ الہندؒ

حکیم الامت حضرت تھانویؒ ترجمہ کرتے ہیں :-

"اس پر پاداش واجب ہوگی جو کہ مساوی ہوگی اس جانور کے جس کو اس نے قتل کیا ہے

جس کا فیصلہ تم میں سے دو معتبر شخص کر دیں "

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ جزا قیمت کے لحاظ سے بھی مقرر کی جا سکتی ہے اور قیمت دو ثقہ اور

قابل اعتماد شخص لگائیں گے لیکن امام شافعیؒ کے ہاں اس جانور کے قتل کی پاداش میں اس برابری کا

جانور ہی دیا جائے گا ۔۔۔۔۔ اب خان صاحب کا ترجمہ دیکھئے کس واضح انداز میں حنفی مذہب

کی کاٹ کی ہے :-

"اے ایمان والو شکار نہ مارو جب تم احرام میں ہو اور تم میں جو اسے قصداً قتل

کرے تو اس کا بدلہ یہ ہے کہ ویسا ہی جانور مویشی میں سے دے " ۔ احمد رضا خاں

دیکھئے مولانا احمد رضا خاں نے کنز الایمان میں کس طرح امام اعظمؒ کی مخالفت کی ہے

بریلویوں کا عذر لنگ

بریلوی کہتے ہیں کہ پچھلے ترجموں میں وہ ادب نہیں تھا اس لیے مولانا احمد رضا خاں نے نیا ترجمہ

خانصاحب کے سخت اور ثقیل الفاظ سے آپ یہ نہ خیال کریں کہ ان کے پاس نرم اور لطیف الفاظ نہیں ہیں۔ حاشا وکلا ایسا نہیں آپ کبھی نرم الفاظ بھی لے آتے ہیں لیکن کہاں؟ جہنم کے بیان میں۔ قرآن کریم میں ہے۔

وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ ؛ (پ ۳۰ القارعہ)

ترجمہ: اور جس کی تولیں ہلکی ہوئیں تو اس کا ٹھکانا گڑھا ہے۔

اب دیکھئے خانصاحب کتنے پیارے اور پرلطف الفاظ میں "ہاویہ" دوزخ کا ترجمہ کرتے ہیں

"اور جس کی تولیں ہلکی پڑیں وہ نیچا دکھانے والی گود میں ہے" (کنزالایمان)

اور جہنم کا ایک لقب ہے مولانا احمد رضا خان اسے گود کہتے ہیں۔ کیا پیار کے لائق یہی جگہ تھی؟

حضور کی بے ادبی کی ایک اور حرکت

اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا تھا۔

"ووضعنا عنك وزرك الذي انقض ظهرك" (پ ۳۰ الم نشرح)

ترجمہ: اور اتار دیا ہم نے تجھ سے تیرا بوجھ جس نے تیری کمر کو جھکا دیا تھا۔

حضرت شیخ الہند نے انقض کے معنی جھکا دیا جو کئے ہیں اور یہی مستعمل ہے اور سب سے حضرت مولانا احمد سعید لکھتے ہیں جس بوجھ نے آپ کو گرانبار کیا ——— مگر مولانا احمد رضا خان کا ترجمہ بھی دیکھئے اور ان کی بے ادبی ملاحظہ کیجئے۔

"اور تم پر سے تمہارا وہ بوجھ اتار لیا جس نے تمہاری پیٹھ توڑ دی تھی۔" کنزالایمان صفحہ ۹۵۳

جو دوسرے لفظوں میں یہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام صدمات کو برداشت کرتے گئے آپ نے حوصلہ نہ ہارا اور نہ آپ کی پشت ٹوٹی ——— بوجھ سے پیٹھ کا جھک جانا اور بات ہے اور بالکل ہی ٹوٹ جانا امر دیگر ہے۔ الغرض خانصاحب نے بہت بے ادبی کا مظاہرہ کیا ہے۔ حضور کے لئے پیٹھ توڑنے کا لفظ استعمال کرتے ہوئے انہیں ایمانی حیا نہ آئی۔

اور یادگاری ہم نے تجھ پر یہ یادداشت رکھ چھوڑی ہے لوگوں کے سامنے۔ (شیخ الہند)

اے محبوب ہم نے تمہارے لئے تعریف یہ یادگار رکھی۔ (مولانا احمد رضا خان)

مولانا احمد رضا خاں نے ذکر کا ترجمہ یادداشت کی بجائے یادگار تحریر کیا ہے۔ جو چیز آئندہ رائج رہے قصہ ماضی ہو جائے اسے یادگار کہتے ہیں۔ خان صاحب نے قرآن کو یادگار بنا دیا ہے۔ (توبہ)

ایک اور سنیئے

حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنی دعا میں اللہ کے حضور عرض کی تھی:

رب انی وھن العظم منی واشتعل الراس شیبا۔ پ۱۶ سورہ مریم

ترجمہ: اے میرے رب بوڑھی ہو گئیں میری ہڈیاں اور شعلہ نکلا سر میں بڑھاپے کا (شیخ الہند)

اے میرے رب میری ہڈی کمزور ہو گئی اور سر سے بڑھاپے کا بھبھوکا پھوٹا (احمد رضا خاں)

العظم میں الف لام جنس کا ہے اسی لئے مترجمین اس کا ترجمہ جمع سے کرتے ہیں۔ حضرت زکریا کے پیش نظر کوئی خاص ہڈی نہ تھی جو کمزور ہو گئی ہو۔ ہڈیاں بطور جنس کمزور ہو چکی تھیں۔ حضرت زکریا اپنے بڑھاپے کو ان لفظوں میں ذکر کریں کہ میری ہڈی کمزور ہو گئی ہے۔ کس قدر حیلے سے دور ترجمہ

قرآن کریم میں متقین کو مراد ملنے میں وکواعب اترابا پ۳۰ النباء کا بھی ذکر ہے۔ اس کا ترجمہ ہے: نوجوان عورتیں سب ایک عمر کی۔ مگر خان صاحب کا ترجمہ دیکھئے کس قدر کھلا ہوا اور حیلے سے دور ہے: اور اٹھتے جوبن والیاں ایک عمر کی اور چھلکتا جام۔ (کنز الایمان)

عورت اپنے آپ کو بطور نذر پیش کرے

کسے معلوم نہیں کہ ایجاب و قبول سے نکاح منعقد ہوتا ہے۔ عورت ایجاب کرے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس سے نکاح کرنے پر راضی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی عورت نکاح کرے تو اس میں مہر کی شرط نہ تھی۔ جو مومن عورت آپ کے نکاح میں آنا چاہے آسکتی تھی۔ عورتیں آپ کے نکاح میں آتی تھیں بطور نذر پیش نہ ہوتی تھیں ———— قرآن کریم:

وَامْرَأَةً مُّؤْمِنَةً إِن وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَن يَسْتَنكِحَهَا
خَالِصَةً لَّكَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ   پ ۲۲، الاحزاب، آیت ۵۰

ترجمہ: اور جو عورت ہو مسلمان اگر بخش دے اپنی جان نبی کو اگر نبی چاہے کہ اس کو نکاح میں لائے
یہ خاص ہے تیرے لئے۔ (حضرت شیخ الہند)

یہاں بخشنا سپردگی کے معنی میں ہے نکاح سے عورت خاوند کے سپرد ہو جاتی ہے۔ نذر کا لفظ تحفہ کے طور پر کسی کا پیش کرنا ہے اب مولانا احمد رضا خان کا ترجمہ دیکھئے۔

"اور ایمان والی عورت اگر اپنی جان نبی کی نذر کرے۔" (کنز الایمان)

مولانا احمد رضا خان کے ہاں لفظ نذر کس معنی میں آتا ہے آپ کے ملفوظات میں دیکھئے۔

"وہ آپ کو پسند آئی جب مزار شریف پر حاضر ہوئے ارشاد فرمایا عبدالوہاب وہ کنیز پسند ہے؟ عرض کی ہاں۔ اپنے شیخ سے کوئی بات چھپانا نہ چاہیے۔ ارشاد فرمایا اچھا ہم نے تم کو وہ کنیز ہبہ کی۔ اب آپ سکوت میں ہیں کہ کنیز تو اس تاجر کی ہے اور حضور ہبہ فرماتے ہیں۔ معاً وہ تاجر حاضر ہوا اور اس نے وہ کنیز مزار اقدس کی نذر کی۔ خادم کو اشارہ ہوا انہوں نے آپ کی نذر کر دی۔ ارشاد فرمایا اب دیر کا ہے کی فلاں حجرہ میں لے جاؤ اور اپنی حاجت پوری کرو۔"   ملفوظات مولانا احمد رضا خان، ج ۳، ص [illegible]

معلوم ہوتا ہے صاحب مزار اس وقت سے بھی زیادہ جلدی میں تھے کہ اتنے کنیز دینے کی اتنی مہلت بھی نہ دینا چاہتے تھے کہ وہ اسے اپنے گھر لے جاتے۔ خانقاہ شریف کے حجروں میں بھی یہ کام چل جاتا تھا۔ اگر اس کے پیچھے ایصال ثواب کا داعیہ کارفرما نہیں تو صاحب مزار کی طرف سے یہ عجلت کا تقاضا کس لئے تھا یہ تو اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ عمل اس مرید کا ہو اور اس کی نسبت اس شیخ کامل کو مل رہی ہو۔ سر دست مسئلہ ایصال ثواب زیر بحث نہیں صرف یہ بتلانا ہے کہ مولانا احمد رضا خان "نذر" کا لفظ کن معنوں میں استعمال کرتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کے لئے مومنہ عورت کے ایجاب کرنے کو "عورت اپنے آپ کو نذر کرتی" کیوں کہتے تھے۔

اور لذیذ کھانوں کی ایک لمبی فہرست تیار کی تھی کہ اعزہ یہ کھانے کبھی کبھی انہیں بھیجا کریں۔ بریلوی علماء
پر اس فہرست کا کچھ ایسا رنگ چڑھا کہ مولانا احمد رضا خاں کے ترجمہ کنز الایمان کے حاشیوں پر حلوے
مانڈے کے مسائل کچھ ایسی خوش اسلوبی سے چڑھائے کہ انہیں عام پڑھنے والا ان سے یہی سبق
لے گا کہ قرآن کی اصل تعلیمات یہی ہیں۔ آہ! کیا یہ وہی کتاب ہے جس نے اقوام عالم کو زندگی کا سبق دیا
تھا جس نے انسانی غلامی میں جکڑے ہوئے انسانوں کو زندگی کا حق دلایا اور دنیا میں ایک عظیم فکری
انقلاب کر دکھایا۔ اس کتاب کی دعوت کیا تھی اور دوسروں کے تختوں کے لیے ہی تھی یا بریلویت کے
اندھوں کی ہر جگہ ہی پرائی ہزار کھانے سے مدد ہے جیسا کہ مذہب کا آخری لمحہ زندگی چٹ پٹے کھانوں
کی فہرست تیار کرنے میں صرف ہوا۔ اس کی پوری تبلیغ حیات شکم سیری میں قرار پا رہی۔ بطور نمونہ چند
مقامات پیش خدمت ہیں۔ انہیں ملاحظہ کیجئے اور ترجمہ کنز الایمان کی داد دیجئے۔ بریلوی اسی لیے اسے
ایمان کا خزانہ سمجھتے ہیں:۔

(۱) سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ مجھے دکھا تو کیونکر مردے جلائے گا۔ اللہ
تعالیٰ نے فرمایا چار پرندے لے کر انہیں اپنے ساتھ سدھا لو ——— پھر انہیں ذبح کر کے ان کے
ٹکڑے مختلف پہاڑوں پر رکھ دو ——— پھر انہیں آواز دو، وہ تیری طرف دوڑتے ہوئے آئیں
گے۔ سو جان لو کہ اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا۔[1]

اس واقعہ میں خدا کی قدرت اور حکمت کا بیان ہے ——— ان جانوروں کو دوبارہ جلانا خدائی حکم کے
تحت تھا کہ اللہ تعالیٰ جب ان پرندوں کو زندہ کر دیں گے تو وہ اپنے مالک کو پہچانتے ہوئے اس
کی آواز پر دوڑتے ہوئے آئیں گے۔ اس میں بے جان جانوروں کو پکارنے یا مردوں کو آواز دینے کی
کوئی ترغیب نہ تھی نہ اس میں نبیوں اور ولیوں کو اپنی مدد کے لیے پکارنے کی کوئی بات تھی مگر بریلویت
کے اندھے مقلدوں کو یہاں بھی حلوے کا میدان ہی نظر آیا۔ مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ نامی مفتی احمد یار گجراتی

۱؎ پ ۳ سورۃ البقرہ رکوع ۳۵

کرنے والا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام انہیں کوئی ایسا فیض نہ دے رہے تھے وہ تو محض خدا کی قدرت کا جلوہ دیکھنا چاہتے تھے۔

(۲) مثل ما ینفقون فی سبیل اللہ۔ (بقرہ) شان ان لوگوں کی جو مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ـــــــ اس آیت کا تفسیری حاشیہ دیکھئے:

"اس میں ایصال ثواب کے لیے جو خرچ کیا جاتا ہے وہ بھی داخل ہے لہٰذا تیجہ، چالیسواں سب ہی شامل ہیں"[1]

مفتی صاحب کو اس مقام پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا انفاق فی سبیل اللہ کا کوئی طریقہ یاد نہ آیا سیدھے ایصال ثواب کی طرف لپکے۔ اس کے لیے بھی مولوی صاحب کو عہد صحابہ کا ایصال ثواب کا کوئی عمل یاد نہ آیا ـــــــ آیت میں انفاق فی سبیل اللہ یا ایصال ثواب کے لیے تاریخوں کے التزام کی کوئی تجویز نہ تھی مگر مولوی صاحب خود داد دیجئے کیسے تیجہ، چالیسواں اس میں لا کھڑا کیا۔ گویا قرآن اس طرح دن معین کر کے خرچ کرنے کی تعلیم دے رہا ہے۔ جاہل عوام اس حاشیے سے یہی کہیں گے کہ قرآن کریم میں تیجے چالیسویں کی تعلیم ہے۔

معلوم نہیں مولوی صاحب تیجے سے چالیسویں تک بیچ کے جو پنجے اور رستے کے تین شیشن ساتواں، دسواں، اکیسواں یکسر غائب کر دیئے۔ کیا یہ دن محض ایصال ثواب کے لیے ہیں ایصال ثواب کے لیے نہیں؟

مولانا احمد رضا خاں کے دوسرے خلیفہ مولانا نعیم الدین نے یہاں دسویں بیسویں کو صراحت سے ذکر کیا ہے۔ یہ فیصلہ تو یہ دونوں خلیفے خود ہی کریں کہ کون کون سے دن ان کے ہاں شریعت نے ایصال ثواب کے لیے مقرر کیے ہیں اور کہاں مقرر کیے ہیں لیکن مولانا نعیم الدین نے یہاں جس طریقے کو کھلے بندوں بتلایا ہے افسوس کہ وہ طریقہ آج قرآن کریم میں کہیں نہیں مل سکا۔ مولانا نعیم الدین اس طریقے پر

---

[1] نور العرفان ص

مفتی صاحب! یہ خروج کا وقت مقرر کرنا آپ کو کہاں سے معلوم ہو گیا اور گیارہویں تاریخ کو کیا آپ نے
مقرر کر رکھی تھی؟ آپ کو کہاں سے مل گئی؟ آپ کو ویسے ہی ہر طرف ہرا نظر آ رہا ہے۔ آپ نے اس طرح
دن اور تاریخ مقرر فرمانے تو شیعہ کے ایام محرم اور تعزیئے بھی آپ کو برابر تسلیم کرنے پڑ گئے۔
یہ چھوٹے میاں مفتی احمد یار صاحب تھے اب بڑے میاں مولانا نعیم الدین صاحب سے بھی سن لیجئے

"اس سے معلوم ہوا کہ صدقات مستحبہ کے لیے اپنی طرف سے وقت معین کرنا شریعت میں جائز
اور ثابت شدہ ہے"[1]

(۳) بریلویوں کے ہاں یہ سب دن ایام اللہ میں داخل ہیں۔ شیعہ بھی اسی دلیل سے دسویں محرم کو
گھوڑا نکالتے ہیں۔ افسوس کہ بریلویوں نے حاشیہ کنز الایمان میں انہیں بھی اس کی سند فراہم کر دی۔
لیجئے اور مولانا احمد رضا خان کے اس دوسرے خلیفہ کو بھی داد دیجئے:۔

ذکرھم بایام اللہ۔ (پ ۱۳، سورۃ ابراہیم) — انہیں اللہ کے دن یاد دلاؤ
مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی ترجمہ کنز الایمان کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:۔
"ان ایام اللہ میں ... ان کی یادیں قائم کرنا بھی اس آیت کے حکم میں داخل ہے —
جیسا کہ دسویں محرم کو کربلا کا واقعہ ہائلہ ... ان کی یادگاریں قائم کرنا بھی تذکیر بایام اللہ
میں داخل ہے"[2]

لیجئے دس محرم کو گھوڑا نکالنا، کٹے پنجوں کے نشان بنانا اور رونے والوں کی مجلسیں قائم کرنا سب
تذکیر بایام اللہ میں داخل ہو گئے۔ کنز الایمان کا یہی بنیادی کردار ہے جو لوگوں کو بجبر اشیعیت کی
آغوش میں دھکیل رہا ہے۔
قرآن کریم نے یکذب بالدین کی مذمت فرمائی، یہ شخص مسکینوں کو کھلانے کی ذمہ داری کا
قائل نہیں ان کے بھوکے کسی کو کچھ کہہ نہیں سکتا، اپنے آپ میں مست ہے۔ (پ ۳۰ سورۃ الماعون) میں اس کا

---

[1] خزائن العرفان ص — [2] ایضاً ص

یہ لوگ ویسے ہی ہر جگہ حتّٰی کہ اپنے خیرات جمع کرنے تک پہنچ جاتے ہیں اور نہیں سوچتے کہ یہ خیرات مسکینوں اور یتیموں کا حق تھا یہ ان کا نہیں جو یتیموں کے مال پر دو تنے بیٹھے ہیں کچھ بھی ہو مفتی صاحب کی محنت قابلِ داد ہے کہ کیسے ہر جگہ گیارھویں شریف کی جگہ تلاش کر لیتے ہیں۔

(۵) قرآن کریم میں حکم تھا کہ والدین کے لیے دعا کرو لیکن خاص دن کی قید نہ تھی مگر مفتی صاحب کو داد دیجئے انہیں پھر تیجہ، دسواں یاد آگیا:

"ماں باپ کے مرنے کے بعد ان کا تیجہ، چالیسواں، فاتحہ وغیرہ کرنی چاہیئے۔"[1]

رب ارحمهما كما ربياني صغيرا۔ (پ ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل ۲۴)

(ترجمہ) "اے میرے پروردگار ان دونوں پر رحمت فرما جیسا انہوں نے مجھے بچپن میں پرورش کیا ہے۔"

یہ دعا اولاد ساری عمر والدین کے لیے کرے، وفات کے بعد کے ابتدائی دنوں کی قید یہاں نہیں مگر کنز الایمان کے حاشیہ نویس نے یہاں بھی تیجے کی خوشبو سونگھ لی، قدرت شامہ کس قدر تیز کہ کوئی جگہ خالی نہیں جانے دیتا۔

(۶)[2] قل ارءيتم ما انزل الله لكم من رزق فجعلتم منه حراما وحلالا۔

(ترجمہ) "آپ کہیں بھلا بتلاؤ! وہ جو اللہ نے تمہارے لیے رزق اتارا اس میں تم نے اپنی طرف سے ہی حرام و حلال ٹھہرا لیے۔"

اس آیت میں کہاں گیارھویں شریف کا ذکر ہے؟ کہاں تو شرک کی تفسیر یہ ذکر ہو رہے جو جنازہ کے ساتھ قبروں پر لے جایا جاتا ہے؟ یہ اپنی طرف سے تم قرآن میں کیا کیا داخل کر رہے ہو؟ مولانا نعیم الدین مراد آبادی کنز الایمان کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:—

"بعض لوگ حلال چیزوں کو حرام ٹھہرانے پر مصر ہیں جیسے محفل میلاد کو ۔۔۔ فاتحہ کو ۔۔۔"

---

[1] خزائن العرفان ص ۴۰۳ - [2] پ ۱۱ سورۃ یونس رکوع ۶

گیارہویں شریف کو ...... اور دیگر طریق ہائے ایصال ثواب کو ...... مثلاً میلاد شریف
و فاتحہ و توشہ کی شیرینی و تبرک کو، جو سب حلال و طیب چیزیں ہیں ...... اسی کو
قرآن پاک نے خدا پر افتراء کرنا بتایا ہے[1]

آیت میں حلال چیزوں کو حرام ٹھہرانے پر ہی نکیر نہ تھی حرام چیزوں کو حلال ٹھہرانے پر بھی اعتراض تھا مگر دیکھئے مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ کس طرح اس آیت کو صرف ایک پہلو سے آگے اپنی طرف سے تاریخوں کا التزام اور چیزوں کا انتخاب کرنا اور پھر ان پر اصرار کرنا اور پھر ان بدعات کو خدا کی طرف سے نہیں بتلاتا کیا یہ خدا پر افتراء کرنا نہیں؟ مگر دیکھئے مولوی نعیم الدین صاحب کس سینہ زوری سے اس آیت سے گیارہویں شریف اور توشہ کی شیرینی کو ثابت کر رہے ہیں۔

(۱) فرعون کے جادوگر جب ایمان لے آئے اور فرعون نے انہیں دھمکیاں دیں تو انہوں نے کوئی پرواہ نہ کی اور کہا کہ ہم اپنے پروردگار کی طرف پلٹنے والے ہیں ...... کنز الایمان کے حاشیہ نگار کو یہاں عرس کرنے کی راہ بھی ارشاد فرمایا۔

"اسی لیے بزرگوں کی وفات کو عرس یعنی شادی کہتے ہیں کہ وہ محبوبوں کی ملاقات کا ذریعہ ہے"[2]

یہاں کہاں عرسوں کا ذکر تھا؟ مگر مفتی صاحب کا کمال دیکھئے کس ہوشیاری سے عرسوں کو ثابت کر دکھایا اور اس میں محبوبوں کی ملاقاتوں کی راہ بھی نکال لی، عرسوں پر کیا کچھ نہیں ہوتا مگر محبوبوں کی ملاقاتیں ان سب پر سبقت لے گئی ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں کے پیرو علم تفسیر کو کس بام عروج پر لے گئے اور کنز الایمان کو کیا چار چاند لگا دیئے ہیں۔

(۲) حضرت عیسیٰ ابن مریم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی۔

---

[1] خزائن العرفان ص ۲۵۶ [2] نور العرفان ص ۲۹۹

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ پ ۷ سورۃ المائدہ ، آیت ۱۱۴ ۔

ترجمہ: اے اللہ رب ہمارے اتار ہم پر خوان بھرا ہوا آسمان سے کہ وہ ہمارے پہلوں اور پچھلوں کے واسطے عید رہے اور نشانی ہو رہے تیری طرف سے۔"

قوم عیسیٰ پر اس سے پہلے من و سلویٰ اتر چکا تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس دعا میں یہ بات پوشیدہ تھی کہ ان کے حواری اللہ کی قدرت کا کھلا نقشہ دیکھیں اور یہ ان کی نبوت و صداقت کا نشان ہو۔ "کنز الایمان" کے حاشیہ نگار یہاں بھی اپنی بات سے باز نہ رہ سکے جھٹ مسئلہ تبرک کو لے آئے۔ مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں۔

"خیال رہے کہ اس آیت کریمہ میں دسترخوان سے کھانے غذا یا دوا کھانا مقصود نہ تھا بلکہ تبرک کا کھانا مقصود تھا۔"

بریلوی علما و مشائخ اپنے پیروؤں کو اسی کی روشنی میں تلقین کر سکتے ہیں کہ اب دسترخوان آسمان سے آنے سے تو رہا تم اچھے اچھے کھانے پکا کر خود ہمارے پاس ہی لے آیا کرو ہم انہیں تبرک بنا دیا کریں گے جو بچ رہے وہ تمہارے لئے باعث برکت ہو گا۔ اور اگر نہ بچا تو تم صابرین میں جگہ پاؤ گے۔ مفتی احمد یار صاحب اس آیت کا مطلب لکھتے ہیں۔

"اس سے معلوم ہوا کہ حضور پر نور کی ولادت کے دن کو عید میلاد منانا سنت پیغمبر سے ثابت ہے کیونکہ حضور پر نور کی ولادت مائدہ سے بڑی نعمت ہے۔ نیز اس سے نعمتوں کی تاریخیں منانا، انہیں بڑا متبرک دن کہنا جائز بلکہ سنت نبی ہے۔ تکرار اور تعین بھی سنت ہے۔ عیسائیوں کا بڑا دن اسی کی یادگار ہے۔" نور العرفان ص۱۷۶

ولادت کا دن تو واقعی بڑا برکت کا دن تھا اور وہ تاریخ کا ایک ہی دن تھا ولیسا دن ہر سال آتا ہے۔ یہ مفتی صاحب کا ہی استنباط ہے ہم نہیں سمجھتے کہ اس دور کا کوئی دن کسی طرح اس دن کی برابری کر سکتا ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے تھے۔ بہرحال مفتی صاحب نے اپنی بات کہی تھی نبلادی۔ ممکن ہے کوئی پیش نہ یہ سیر ہو کر دے کہ مفتی احمد یار کی بات چھوٹے مفتی

لازم نہیں مراد آبادی جنہوں نے ان سے پہلے کنز الایمان کا حاشیہ لکھا وہ ایسی بے تکی بات نہیں کر گئے تھے تو ان سے سن لیجئے لیکن ایک بات پہلے سمجھ لیجئے۔

قرآن کریم میں جہاں کہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کا بیان ہے اس سے مراد آپ کی بعثت اور پیغام نبوت کے لئے کھڑا ہونا ہے تاکہ کوئی قوم یہ نہ کہہ سکے کہ ما جاءنا من بشیر ولا نذیر ہمارے پاس کوئی خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا نہیں آیا۔ (پ ۶ المائدہ آیت ۱۹) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کو آپ کے بیان دین کے ساتھ مربوط کیا تاکہ آپ کی تشریف آوری سے مراد آپ کی بعثت لی جائے۔ فرمایا:

یا اہل الکتاب قد جاءکم رسولنا یبین لکم علی فترة من الرسل (پ ۶ المائدہ)

سورۂ توبہ کی آیت میں لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم میں اس تشریف آوری کی تعبیر تھی مگر مفتی نعیم الدین صاحب بھی یہاں اپنی بات کہنے سے نہ رہ سکے۔

"آیت کریمہ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری یعنی آپ کے "میلاد مبارک" کا بیان ہے ترمذی کی حدیث سے بھی ثابت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیدائش کا بیان قیام کرکے فرمایا۔ مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ محفل میلاد مبارک کی اصل قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔" خزائن العرفان: ص ۲۹۴۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے خاندان کا ذکر فرمایا اور حسب و نسب کو بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس خاندان میں سے بنایا ہے۔ اور یہ صحیح ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اچھے خاندانوں میں آتے رہے ہیں۔ اس میں اپنی پیدائش کا کوئی بیان نہیں حتی کہ پیدائش کے دن تک کا کوئی ذکر نہیں۔ جامع ترمذی میں بس اتنی بات تھی[1] جسے مفتی نعیم الدین صاحب نے میلاد شریف بنا دیا اس پر محفل میں قیام کرنے کا ثبوت بھی فراہم کیا۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے خاندان کا ذکر فرما رہے تھے اس وقت ایک صحابی بھی نہ کھڑا تھا جبکہ محفل میلاد میں سب صحابہ کرام قیام میں کھڑے ہوں اور میلاد کا قیام ہو رہا ہو۔

---

[1] جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۰۱ باب ماجاء فی فضل النبی۔

مولانا احمد رضا خان

عمل و کردار کی کسوٹی پر

مجرم کو شرمساؤ احباب کفن ڈھک دو
منہ کھول کے کیا ہوگا پردے میں بھلا ہی ہے
احمد رضا خان

از خامہ
ڈاکٹر علامہ خالد محمود ایم اے، پی ایچ ڈی
ڈائرکٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر

ایک ہی دن میں اجازت مرحمت فرمائی۔ اور باپ بیٹے دونوں کا کام کر دیا۔

آپ کی والدہ صاحبہ بھی بہت خداترس اور رحیم حسنات میں بہت آگے نکلی ہوئی تھیں مولانا احمد رضا خاں صاحب نے حج کا سفر کیا، مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے۔ وہاں جذب کی ایک جھلک والدہ کی اس وصیت میں ملتی ہے جو آپ نے مولانا احمد رضا خاں صاحب کو کی تھی:

"حج فرض اللہ تعالیٰ نے ادا فرما دیا۔ اب میری زندگی میں پھر دوبارہ حج کا ارادہ نہ کرنا" [۱]

حج نہ ہو اگر یہ مصیبت تھی جو قدرت نے اتری۔ اس احساس کی داد دیجیے اور آئندہ حج نہ کرنے کی نیت پر بھی سر دھنیے۔ یہ اہل کمال کی ایک ادنیٰ جھلک ہے۔

مولانا احمد رضا خاں کی رہائش کس محلے میں تھی

مولانا احمد رضا خاں کی رہائش بریلی میں کس علاقے میں تھی اور وہاں اور کس قسم کے لوگ رہتے تھے اس کا پتہ مندرجہ ذیل روایت سے ملتا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب کے بارے میں فتاویٰ رضویہ کے شروع میں درج ہے:

"چار سال کی عمر میں ایک دن بڑا سا کرتا پہنے باہر تشریف لائے تو چند بازاری طوائفوں کو دیکھ کر کرتے کا دامن چہرہ مبارک پر ڈال دیا۔ یہ دیکھ کر ایک عورت بولی۔ واہ میاں صاحبزادے! آنکھیں ڈھک لیں اور ستر کھول دیا۔ آپ نے بغیر ان کی طرف نگاہ اٹھائے برجستہ جواب دیا: "جب نگاہ بہکتی ہے تو دل بہکتا ہے اور دل بہکتا ہے تو ستر بہکتا ہے۔" آپ کے اس عارفانہ جواب سے وہ سکتہ میں آگئی۔" [۲]

---

[۱] امام احمد رضا نمبر ص ۲۲۴ [۲] فتاویٰ رضویہ جلد ۱ شائع شدہ دار العلوم

چھوٹی عمر کے بچے اپنے محلوں میں ہی اس آزادی سے گھومتے ہیں اس عمر کے بچے دوسرے محلے میں اکیلے نہیں جاتے، سو یہ بات واضح ہے کہ یہ بات مولانا نقی علی خاں کے اپنے محلے کی ہی ہے۔ اس کے ساتھ یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ بڑے شہروں میں بازاری عورتیں عام آبادیوں میں نہیں رہنے دی جاتیں، ان کے محلے علیحدہ ہوتے ہیں، شہری انتظامیہ اسے عام شہریوں کی اخلاقی عزت کے خلاف سمجھتی ہے کہ بازاری عورتیں شہر کی عام آبادیوں میں رہائش اختیار کریں۔

مذکورہ روایت میں چند طوائف کا اس جگہ آزادی سے گزرنا مذکور ہے، وہیں ایک بچہ بھی اس بے تکلف حالت میں انہیں ملتا ہے اس سے ظاہر ہے کہ آپ کی رہائش کس قسم کے ماحول میں تھی اور وہاں کس قسم کے لوگ رہتے تھے، یہی وجہ ہے کہ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب ان طوائف کی عادات سے پوری طرح واقف تھے۔ ایک دفعہ آپ سے پوچھا گیا کہ طوائف کے ہاں جاکر میلاد پڑھنا اور اس کی اس حرام کمائی سے خریدی شیرینی پر فاتحہ کرنا کیسا ہے؟ اس پر آپ نے تحریر فرمایا :

"اس مال کی شیرینی پر فاتحہ کرنا حرام ہے مگر جب کہ اس نے مال بدل کر مجلس کی ہو اور یہ لوگ جب کوئی کار خیر کرنا چاہتے ہیں تو ایسا ہی کرتے ہیں اور اس کے لیے کسی شہادت کی حاجت نہیں، اگر وہ کہے کہ میں نے قرض لے کر یہ مجلس کی ہے اور وہ قرض اپنے مال حرام سے ادا کیا تو اس کا قول قبول ہوگا بلکہ اگر شیرینی اپنے مال حرام سے خریدی اور خریدنے میں اس پر عقد و نقد جمع نہ ہوئی اگر ایسا نہ ہوا تو مذہب مفتی بہ پر وہ شیرینی بھی حرام نہ ہوگی" [1]

مولانا احمد رضا خاں صاحب کا یہ کہنا کہ یہ لوگ جب کوئی کار خیر کرنا چاہتے ہیں تو ایسا

---

[1] احکام شریعت حصہ دوم ص ۱۲۵،

ہی کرتے ہیں اور اس پر کسی تحقیق کی ضرورت نہیں۔ یہی ہو سکتا ہے کہ آپ کا ان کے ہاں تجربہ کی کے لیے عام آنا جانا ہو اور آپ ان کی عادات کو جانتے ہوں۔ ظاہر ہے کہ آپ کی اپنی شہادت کے ہوتے ہوئے اور کسی شہادت کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے

مولانا احمد رضا خان سے ایک مرتبہ پوچھا گیا کہ "رنڈی کو مکان کرایہ پر دینا جائز ہے یا نہیں"۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا:

"اس کا اس مکان میں رہنا کوئی گناہ نہیں۔ رہنے کے واسطے مکان کرایہ پر دینا کوئی گناہ نہیں۔ باقی رہا اس کا زنا کرنا یہ اس کا فعل ہے اس کے واسطے مکان کرایہ پر نہیں دیا گیا"۔[1]

۱۹۲۱ء میں ایک دفعہ جو بریلی میں مولانا محمد علی جوہر کی تقریر تھی۔ تحریک خلافت کا زور تھا۔ مولانا احمد رضا خان صاحب سے پوچھا گیا کہ جلسے میں موجود مسلمانوں کو نماز کی ترغیب دینا کیسا رہے گا۔ اس پر مولانا نے کہا:

"نماز کی ترغیب ہر وقت اور ہر حال میں ہونی چاہیے اگرچہ ناچ کی مجلس ہو"۔[2]

مولانا محمد علی جوہر کی مجلس کیا ناچ کی مجلس کے برابر تھی کہ مولانا احمد رضا خان جھٹ اس پر آ گئے۔ اس بے تکلفی اور طرز کلام سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ سب اس ماحول کے اثرات تھے جہاں مولانا احمد رضا خان کی رہائش تھی۔

یہ اسی محلے کا اثر تھا کہ مولانا نقی علی خان صاحب اس بڑی عمر تک کسی صاحب نسبت بزرگ سے بیعت نہ ہو سکے تھے۔ مولانا احمد رضا خان فتویٰ تو تیرہ سال کی عمر میں دینے لگے لیکن

---

[1] ملفوظات حصہ ۲ صفحہ [illegible]　[2] مطلب یہ تھا کہ لوگوں کو نماز کی طرف متوجہ کرنے سے خلافت تحریک سے کچھ نہ کچھ غفلت ضرور ہو جاتی ہے کیونکہ مولانا احمد رضا خان تحریک خلافت کے خلاف تھے اس لیے یہ ان کا مشورہ ہو رہا تھا

نواب صاحب کے خاص پلنگ پر

رامپور کے نواب کلب علی خاں صاحب شیعہ حلقوں میں بہت معروف ہیں علمی اور ادبی ذوق رکھتے تھے، نوجوانوں سے ملنے کا انھیں بہت شوق تھا۔ "ایمان" میں ہے:

"انھیں ایک ایسے طالب علم سے ملنے کا اشتیاق ہوا جس نے
چودہ سال کی عمر میں درسیات سے فراغت حاصل کرلی ہو۔ جب حضرت
(مولانا احمد رضا خاں) نواب صاحب کے پاس پہنچے تو انھوں نے خاص
پلنگ پر بٹھایا اور بہت لطف و محبت سے باتیں کرتے رہے۔[1]

ہاں نواب صاحب انھیں اپنے پلنگ خاص پر کیوں لے گئے، اس پر مرزا غالب
کی درستہ زبانی [illegible]۔

میں نے کہا کہ بزمِ ناز چاہیئے غیر سے تہی
سن کے ستم ظریف نے مجھ کو اٹھا دیا کہ یوں

مولانا میاں چلی بھیتی لکھتے ہیں کہ بچپن میں بھی آپ کے استاد مرزا غلام قادر بیگ
(برادر مرزا غلام احمد قادیانی) حضرت کے بہت شیدا تھے اور آپ پر قربان ہوتے تھے۔
اعلیٰ حضرت کے یہ استاد اعلیٰ حضرت پر جان چھڑکتے تھے۔[2]

جواب کی لذت

فتاویٰ رضویہ کی مذکورہ سابقہ روایت کے مطابق آپ نے ان طوائف کو جو پہلا جواب
دیا اس پر آپ کے سوانح نگار مولانا میاں چلی بھیتی نے سرخی قائم کی ہے "جواب کی لذت"

---

[1] رسالہ احمد رضا قربانی ص [illegible] [2] سوانح اعلیٰ حضرت ص [illegible] [3] ایضاً ص [illegible]

"ہو سکتا ہے کہ فاضل موصوف کی جلالی طبیعت سے ان لوگوں کے
حق میں یہ کلام صادر ہوا ہو لیکن وہ ان کو طبع نہ کرانا چاہتے ہوں اور
اکثر ایسا ہوتا ہے تو دوسرے کو کیا حق ہے کہ ان کی مرضی کے خلاف
ان کو شائع کرائے" ؎۱

بریلوی مذہب والوں نے مولانا احمد رضا خاں صاحب کی طبیعت پر یہ چیز نہایت
نامناسب الفاظ میں کیا ہے انہیں مولانا کی اس قسم کی باتوں پر پردہ ڈالنا چاہیے تھا نہ کہ ان کی
اس طرح تشہیر کریں۔ سچ ہے حمق کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ آپ کے
سوانح نگار آپ کی اس قسم کی باتوں کو تو نقل کرتے ہیں لیکن کام کی کوئی بات ذکر نہیں کرتے

سیرت میں صوفیہ کا کوئی رنگ نہیں

مجلہ ایران کے احمد رضا نمبر کی اس تصریح سے اتفاق کرتے ہیں:-
"سوانح نگاروں نے اعلیٰحضرت کی صوفیانہ زندگی، عشق رسول، سوز جگر،
حزن وملال اور کیفیت قلبی، سرور باطنی، احتیاط کا اہتمام کا کہیں پر
ذکر تک نہ کیا" ؎۲

مضمون نگار کو اس پر افسوس نہ کرنا چاہیے۔ کچھ ہوتا تو سوانح نگار ذکر کرتے۔
آپ کی روایات جیسی ملتی ہیں ان سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی طبیعت جلالی سی رہی ہے اور
عشق رسول میں کہیں آپ کی کیفیت قلبی اور اسرار باطنی کا پتہ نہ چلے۔ یہ عجیب بات ہے کہ آپ نے
مارہرہ شریف کے آستانہ بیعت پر حاضری دی لیکن یہ بھی معلوم کرنا چاہیے کہ مرشد نے

؎۱ فتاویٰ ملفوظی ج ۲ ص [illegible] مفتی صاحب [illegible]

؎۲ امام احمد رضا نمبر ص [illegible]

کس قسم کی فرمائشیں کیا کرتے تھے۔ اور مرید کس شوق سے انھیں پورا کیا کرتے تھے۔

مولانا کے شیخ طریقت کی فرمائش

مرشد کی اپنے اس مرید خاص سے کس قسم کی فرمائشیں تھیں؟ اس کے لیے المیزان کے احمد رضا خاں نمبر کو دیکھیے:

> "سجادہ نشین صاحب نے ایک مرتبہ اعلیٰحضرت سے رکھوالی کیلیے دو کتوں کی فرمائش کی تو اعلیٰحضرت نے اعلیٰ نسل کے دو کتے خانقاہ عالیہ کو دیکھ بھال کے لیے بدلت خود دیے۔" [۱]

پتہ چلتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کو کتے پالنے کا بھی شوق تھا یا کتے پالنے والوں کے ساتھ آپ کے گہرے روابط تھے، تبھی تو مرشد گرامی نے آپ سے ان کی فرمائش کی تھی۔ مرشد گرامی کی مالی حالت معلوم ہوتی ہے بہت مضبوط ہوگی تبھی تو اس کی حفاظت کے لیے، مرشد و مرید دونوں کو کتوں کی فکر تھی، جب توجہ ہی ان جیسے امور کی طرف ہو تو طریقت کی منزلیں کیا طے ہوں گی، بریلوی علماء اعتراف کرتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کی سیرت پر اب تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس میں صوفیہ کرام کے طرز کی کوئی بات نہیں ملتی:

> "جو کچھ سیرت کی کتابوں میں ملتا ہے وہ سب علمی اکھاڑے کی باتیں ہیں، ان کتابوں میں کہیں بھی سلوک کی پگڈنڈی نظر نہیں آتی جو اعتدال پسند ذہنوں کو تقویت پہنچا سکے۔" [۲]

سلوک کی راہ پر کبھی چلے ہوتے تو پگڈنڈی بھی نظر آتی، اب اس پر افسوس کیوں ہو رہا ہے؟

خرقۂ خلافت بلا ریاضت ملا یہ صحیح ہے کہ آپ مارہرہ شریف کی

---

[۱] امام احمد رضا نمبر ص ۳۴۹ [۲] ایضاً ص ۲۱۸

گدی سے خود خلافت پا چکے تھے لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ آپ نے اپنے مرشد کی زیرِ تربیت واقعی کوئی سلوک کی منزلیں طے کی تھیں کیں۔ مولانا احمد رضا خاں اس لائق کے بھی نہ تھے کہ انہیں طریقت میں چلنے کا کوئی موقع ملتا۔ رہا یہ مسئلہ کہ پھر پیر طریقت نے خلافت کیسے دے دی تو اسے خود انہی حضرت کی زبان سے سنیے اور اعلیٰحضرت کی زندگی پر سر دُھنیے :

"آپ نے بغیر مشقت و مجاہدہ کے امام احمد رضا کو خلافت دے دی" [1]

ساری عمر زیارت نہ ہوئی

یوں تو مولانا احمد رضا خاں نے ایسے خواب بھی سنائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آن کے مقتدی بنے لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ کو زندگی بھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب نہ ہوئی تھی۔ ایک جگہ خود فرماتے ہیں :

جان تو جاتے ہی جائے گی قیامت یہ ہے
کہ یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نظارہ تیرا [2]

اس کا مطلب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ مجھے موت کے بعد ہی آپ کی زیارت نصیب ہو سکے گی، اس سے پہلے کسی حالت میں ممکن نہیں۔

بریلوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تھی اور اسے وہ اپنی خاص محفلوں میں بڑے فخر سے ذکر کرتے ہیں۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ زیارت ہونے کی روایت کہاں تک درست ہے لیکن اگر وہ روایت صحیح ہے، جو مولانا

---

[1] امام احمد رضا نمبر ص ۳۷۶ — [2] حدائق بخشش حصہ اول ص ۹

احمد رضا خاں نے خود بیان کی ہے تو اس کا اگلا حصہ بھی ضرور بیان کرنا چاہیے کہ جب زیارت ہوئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کیا فرمایا تھا: (فضول بکمۃ)

مولانا احمد رضا خاں صاحب کی نماز

اسلام میں کلمہ شریف کے اقرار و تصدیق کے بعد بہترین عمل نماز ہے، نماز دین کا ستون ہے، خدا سے مناجات ہے، مومنوں کی معراج ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اولیاء مستورین نماز فرض کے علاوہ نفلوں کو بھی اسی ذوق اور فکر سے ادا کرتے ہیں جیسے انہیں فرضوں کی ادائیگی کی فکر ہوتی ہے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں :

> " مشائخ نفلوں کو بھی فرض کی سی اہمیت دیتے ہیں، بندہ مومن نفلوں کے ذریعہ خدا کا محبوب بنتا ہے " [۱]

اب دیکھیے مولانا احمد رضا خاں صاحب اس یادِ الٰہی میں کہاں تک منجذب تھے اور عاشق رسول کے لیے نماز کہاں تک آنکھوں کی ٹھنڈک تھی

سنت معاف نفل صاف

مولانا احمد رضا خاں (اپنے متعلق یہ بیان کرتے ہوئے) لکھتے ہیں :

> " میں اپنی حالت وہ پاتا ہوں جس میں فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ سنتیں بھی ایسے شخص کو معاف ہیں لیکن الحمد للہ سنتیں کبھی نہ چھوڑیں نفل البتہ اسی روز سے چھوڑ دیے ہیں " [۲]

---

[۱] المیزان احمد رضا نمبر ص ۲۳۲ [۲] الفتح الربانی مجلس ۲۱ ص ۱۰۶ [۳] ملفوظات حصہ دوم ص ۴۵

معلوم ہوتا ہے مولانا سنت مؤکدہ کو بھی اپنے لیے معاف سمجھتے تھے معلوم نہیں فقہاء
کرام نے کہاں فتویٰ دیا ہے کہ اپنی علمی مصروفیات کی وجہ سے بے شک سنت مؤکدہ بھی چھوڑ دو
رہا نماز تہجد کا مسئلہ تو مولانا احمد رضا خاں اسے سنت کفایہ کہہ کر فارغ ہو گئے کہ
بس کوئی شخص بھی تہجد پڑھ لے تو سب کی طرف سے ادا ہو جاتی ہے۔ مولانا کی نماز تہجد تو پھر
... ہی پڑھتا ہوگا۔ یا مرزا غلام قادر پڑھتا ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ مولانا کو اس درجہ سے نفل کی توفیق نہ ہوئی، شیطان کا کام بھی یہ ہوتا ہے
... پہلے مستحبات و نوافل چھڑواتا ہے پھر اس کے لیے آگے چلنے کا راستہ بڑا ہموار
... ہے۔

ان حالات میں مولانا کے تذکروں میں طریقت و سلوک کی کچھ شمّہ اگر کہیں نظر نہ
... تو "المیزان" کے مضمون نگار اعجاز لائبریرین کو شکوہ مند ہونا چاہیئے تھا۔

بریلوی مذہب کے لوگ ممکن ہے کہ مولانا کی طرف سے یہ کہیں کہ آپ نے گو نفل چھوڑ
دیے تھے لیکن آپ کی فرض نماز بہت بلند شان تھی اس میں نفلوں کی کمی سب ادا ہو جاتی تھی
مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم مولانا کی فرض نماز کا نمونہ بھی ہدیہ قارئین کر دیں۔ اس سے بریلویوں
کی عام نمازوں کا اندازہ بھی ہو جائے گا۔

فرض نماز میں نفس کی حرکت سے بند ٹوٹ گیا

بریلویوں کے مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی کا بیان ہے کہ۔

"ایک سال امام احمد رضا کی مسجد میں بیس رمضان المبارک سے
میں معتکف ہوا، جب چھبیس رمضان المبارک کی تاریخ آئی تو امام احمد رضا

لہ دیکھیے امام احمد رضا نمبر ص۵۱۶

نے بھی اعتکاف فرما لیا، قبل اعتکاف ایک دن کا واقعہ ہے کہ عصر کے وقت حضور امام احمد رضا تشریف لائے اور نماز پڑھا کر تشریف لے گئے میں مسجد کے اندر کمرے میں چلا گیا، تھوڑی دیر میں ایک صاحب آئے اور مجھ سے کہنے لگے کہ آپ نے ابھی عصر کی نماز نہیں پڑھی ہے؟ میں نے کہا کہ ابھی حضور کے پیچھے پڑھی ہے تو ان صاحب نے تعجب سے کہا کہ حضور تو اب پڑھ رہے ہیں . . . .

میں نے عرض کیا حضور میری سمجھ میں نہیں آیا کہ ابھی نماز پڑھائی ہے اور پھر پڑھ رہے ہیں، نوافل کا بھی اس وقت سوال نہیں تو امام احمد رضا نے ارشاد فرمایا کہ قعدہ اخیرہ میں بعد تشہد حرکت نفس سے میرے انگرکھے کا بند ٹوٹ گیا چونکہ نماز تشہد پر ختم ہو جاتی ہے اس وجہ سے آپ لوگوں سے نہیں کہا اور گھر میں جا کر بند درست کرا کر اپنی نماز احتیاطاً پھر سے پڑھ لی ۔[1]

احتیاط کا مطلب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ اگر پہلی نماز ادا نہ ہوئی تو اب دوبارہ ادا ہو جائے ۔ اس صورت میں کیا مقتدیوں کی نماز بھی احتیاطاً دوبارہ نہ ہونی چاہیئے تھی؟ اگر یقین تھا کہ نماز صحیح ادا ہو گئی ہے تو پھر احتیاطی دوبارہ کا کیا مطلب تھا؟ یہ اس وقت موضوعِ سخن نہیں، اس وقت اپنے قارئین کو صرف یہ بتلانا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کی فرض نمازوں کی بھی اللہ اکبر میں کیا شان تھی کہ نفس کی حرکت سے انگرکھے کا بند ٹوٹتا تھا ۔

اللہ اللہ مسجد میں نماز کا یہ حال ہے تو حجرے میں نماز کا کیا حال ہوگا، یہ لال خاں کو

---

[1] انوار امام احمد رضا منبر ۲۴۴ ۔ فرض نماز کی ادائیگی مولانا کی عجیب خشتی شان ہے ۔

مشاہدہ کرتا کہ ماں ہر چند اسے منع کرتی ہے اور وہ رکتی نہیں انہی لوگوں کا کام ہو سکتا ہے جن کی نماز ابھی پوری شان سے قائم نہ ہوئی ہو ورنہ نماز تو بے حیائی سے روکتی ہے۔

تو یہ وہی آنکھیں ہیں جو بچپن میں غیر محرم کے چہرے سے بچتی تھیں اب جوانی میں غیر محرم چھاتیوں سے بھی نہیں چوکتیں۔ مولانا کی پانچ سال کی عمر تھی والدہ نے لمبا کرتا پہنا رکھا تھا تاکہ ستر پردے میں رہے باہر کچھ طوائفیں ملیں آپ نے فوراً کرتے کا دامن آنکھوں پر رکھ لیا (اور ستر کھول دیا) اور فرمایا:

"جب نظر بہکتی ہے تو دل بہکتا ہے اور جب دل بہکتا ہے
تو ستر کا مزاج خراب ہو جاتا ہے۔" [1]

یہ ٹھیک ہے کہ آپ بچپن میں غیر محرم پر نظر کرنے سے بچتے تھے لیکن سوال یہ ہے کہ پانچ سال کے بچے کو کیسے پتہ تھا کہ ستر کا مزاج بگڑتا بھی ہے خود بالغ نہ تھے کہ ان حالات کو خود سمجھتے ہوں۔ والد صاحب نے بتایا ہو قرین قیاس معلوم نہیں ہوتا ان پر یہ راز اس عمر میں کس نے کھولا یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کے استاد مرزا غلام قادر (برادر مرزا غلام احمد قادیانی) نے آپ کو ان حالات سے آشنا کیا ہو۔ آپ کا سوانح نگار لکھتا ہے:

"اعلیٰحضرت کے یہ استاد اعلیٰحضرت پر جان چھڑکتے تھے" [2]

ہم نے بہت سے بریلوی علماء سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کو پانچ سال کی عمر میں ستر کا مزاج بگڑنے سے کس کس نے آشنا کیا تھا مگر افسوس کسی نے اس باب میں ہماری رہنمائی نہیں کی۔ ہم نے محض اندازے سے لکھا ہے کہ شاید وہ صاحب مرزا غلام قادر ہوں (جو مرزا غلام احمد قادیانی کے بھائی تھے) ہو سکتا ہے کہ کوئی اور صاحب ہوں یا یہ سب لوگ ہوں۔ اور ان میں لال خاں بھی ہو۔ نواب جیسا کہ گزشتہ صفحات میں لکھا جا چکا ہے

---

[1] سوانح اعلیٰحضرت ص۔ [2] ایضاً ص۳۱ چھڑکتے کا لفظ معنی خیز ہے۔

مولانا احمد رضا خاں کی مالی پوزیشن

حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب کی مالی پوزیشن کیسی تھی اس کے لیے چند حقائق سامنے رکھیے۔ آٹھ گاؤں کے مالک تھے[1]۔ آپ کے جد اعلیٰ لاہور کے شیش محل کے مالک تھے مولانا احمد رضا خاں کے والد نقی علی خاں اپنے والد کے اکلوتے بیٹے تھے۔

مولانا کے کھانے کا دسترخوان عام طور پر اس قسم کے کھانوں پر مشتمل ہوتا تھا اور ان کے لیے بطیب خاطر ممکن تھا کہ اس قسم کی دعوت ہفتہ میں دو تین بار ہو جایا کرے۔

دودھ کا برف، مرغ کی بریانی، بکری کے گوشت کا پلاؤ، شامی کباب، گوشت بھری پکوڑیاں، اردکی پھریری دال مع لوازم، پراٹھے، بالائی، فرینی، سیب کا پانی، انار کا پانی وغیرہ[2]۔

کبھی زکوٰۃ نہیں دی

اس اچھی مالی پوزیشن کے باوجود مولانا احمد رضا خاں کا اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ کے دوسرے حکم پر کہاں تک عمل تھا اسے ملاحظہ کیجیے۔

"ایک دفعہ آپ نے فرمایا میں نے کبھی ایک پیسہ زکوٰۃ کا نہیں دیا"[3]

اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی سعادت تبھی ملتی ہے جب انسان خود لالچ میں نہ گھرا ہو، دوسروں کے مال پر نظر نہ رکھے، مگر جو علماء بزرگوں سے فتویٰ دینے کی قیمت مانگیں اور دینی رہنمائی کا معاوضہ طلب کریں وہ خود کہاں تک دینی کاموں میں خرچ کرتے ہوں گے۔

حافظ امیراللہ صاحب بریلوی کو ایک دفعہ شیعوں نے بہت تنگ کیا وہ چند سوالات

۱؎ المیزان احمد رضا نمبر ص [illegible] ۲؎ ملفوظات مع ازدواجیہ شریف مولانا احمد رضا خاں ص [illegible] ۳؎ المیزان احمد رضا نمبر ص [illegible]

لے کر مولانا احمد رضا خاں صاحب کے پاس آئے تاکہ ان سے مسائل پوچھ کر شیعوں کو جواب دے سکیں۔ مگر مولانا احمد رضا نے ان سے بڑی بھاری فیس طلب کی۔

مسائل بتانے پر بھاری فیسیں

حافظ بشیر احمد بریلوی لکھتے ہیں :

"مولوی احمد رضا خاں صاحب کی طرف سے ان کو (حافظ امیر اللہ صاحب بریلوی) جواب ملا کہ ہاں جواب تو ممکن ہے مگر ایک ہزار روپیہ بھیجا جائے۔ حافظ صاحب نے فرمایا آخر جواب کے لیے اتنی رقم کی کیا ضرورت ہے ؟ تو معلوم ہوا کہ ان کی مذہبی کتابیں خرید کر مطالعہ کی جائیں گی اس وقت جواب لکھا جائے گا بغیر اس کے جواب ممکن نہیں ہے۔" ؎

ایک ہی سائل پر ان تمام کتابوں کی قیمت کا بوجھ ڈالنا یہ کسی طرح سمجھ میں نہیں آتا کتابیں تو بالآخر مولانا کے پاس ہی رہنی تھیں سائل نے ساتھ نہیں لے جانی تھیں، دینی سائل جاننے کے لیے اگر اتنی بھاری بھاری فیسیں ادا کرنی پڑیں تو پھر غریب بیچارے تو مارے جائے ہی کھڑے گئے نہ تو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

انگریزوں سے گرانٹ لینے کا فتویٰ

مال کا طالب کبھی سیر نہیں ہوتا، ہر وقت ننانوے کے چکر میں مبتلا رہتا ہے کہ کب ایسے سو پورا کر کے اگلے چکر میں داخل ہو، مولانا احمد رضا خاں کی ضرورت جب ان بھاری فیسوں سے پوری نہ ہوتی تھی تو آپ نے فتویٰ جاری کیا کہ مدارس کی امداد کے لیے انگریزوں سے گرانٹ

؎ تذکرۂ خلیل ص ۲۴۲

لیا جا سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ آپ انگریزوں کے خلاف ہرگز نہ تھے ۔

کھانے پینے کا ذوق

مولانا احمد رضا خاں صاحب کو کھانے پینے کا بہت شوق تھا۔ کھاتے پیتے تو سب ہی ہیں لیکن شوق و ذوق کچھ اور شے ہے۔ آپ نے وفات سے پہلے لذیذ کھانوں کی جو فہرست مرتب کی اور اس آخری وقت میں بھی کھانوں کی لذت کو نہ بھولے اس سے آپ کے ذوق و شوق کا پتہ چلتا ہے۔ ایک شاعر نے تو اسی موقع پر کہہ دیا تھا :

کیوں نہ کہہ دوں قبر میں بھی پیٹ ہی کی فکر ہے
ہاں وصیت نامۂ احمد رضا خاں دیکھ کر

اسی جماعت کے ایک پیرو مولانا محمد عمر اچھروی بھی تھے۔ آپ نے حنفیت کے معیار پر ایک کتاب لکھی ہے جس کے بعض عنوانات یہ ہیں :

فضیلت ابوات[1] — فضیلت گوشت[2]
فضیلت دودھ[3] — پراٹھے پکا کر بزرگان کی نذر کرنا[4]
فضیلت حلوا و شہد[5]

مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں :

"شب برات کا حلوا اور میت کی فاتحہ اس کھانے پر جو میت کو مرغوب تھی اسی سے منقول ہے۔"[6]

یہ تو رہا اجتہاد۔ اب ہیرا اجتہاد بھی سنئیے اور ان مجتہدین کی شان اجتہاد ملاحظہ فرمائیے :

---

[1] مقیاس حنفیت [illegible] [2] [illegible] [3] [illegible] [4] [illegible] [5] [illegible] [6] [illegible]

"نیاز کا ایسے کھانے پر ہونا بہتر ہے جس کا کوئی حصہ پھینکا نہ جائے جیسے زردہ یا حلوہ یا خشکہ یا دودھ پلاؤ جس میں سے ہڈیاں علیحدہ کر لی گئی ہوں"۱

ان عنوانات سے اور اس قسم کے بہت سے استنباطات سے ایک عام آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ بریلوی مذہب کس چیز کا نام ہے۔ آج بھی بریلوی مسلک کے علماء زیادہ تر انہی لذیذ کھانوں کے پیچھے پڑے ہوئے ملیں گے۔ ماہنامہ "المیزان" بمبئی اپنے ہم مشرب علماء کا شکوہ ان الفاظ میں کرتا ہے:

"یا پھر امام احمد رضا کا نام لے کر شکم پروری میں مبتلا ہیں"۲

یہ بریلویوں کا ایک دوسرے سے اندرونی شکوہ ہے ہم ان کے اختلافات میں دخل دینا نہیں چاہتے ہم یہاں صرف یہ کہہ رہے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں نے وفات سے دو گھنٹے سترہ منٹ پہلے عمدہ اور لذیذ کھانوں کی جو فہرست ترتیب دی اس سے ان کے کھانے کے ذوق شوق کا پتہ چلتا ہے۔ آپ نے مندرجہ ذیل لذیذ کھانوں کی وصیت فرمائی تھی:

"اعزہ سے اگر بطیب خاطر ممکن ہو تو فاتحہ ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں، دودھ کا برف خانہ ساز اگرچہ بھینس کا دودھ ہو، مرغ کی بریانی، مرغ پلاؤ خواہ بکری کا ہو، شامی کباب، پراٹھے اور بالائی، فیرنی، اردکی پھریری دال مع ادرک و لوازم، گوشت بھری کچوریاں، سیب کا پانی، انار کا پانی، سوڈے کی بوتل، دودھ کا برف"۳

مولانا ظفر علی مرحوم نے اسی پر فرمایا تھا ؎

تربت احمد رضا خاں پر چڑھاوا ہے فضول
جب تلک اس میں ماش کی دال اور بالائی نہ ہو

۱ے فتاویٰ رضویہ جلد ۴ ص ۱۴۲، ۲ے المیزان احمد رضا نمبر ص ۷۳، ۳ے وصایا شریف ص ۱۰ اردو اسلیے تھا کہ حضرت کو مزار شریف میں کہیں بلوی نہ ہو جائے۔ اس کے بجائے اردو کی پھریری دال جھٹ کہیں تو نہیں ہو سکتی تھی۔

سادہ زندگی بسر کرنے، قرآنی احکام پر عمل پیرا ہونے اور تقویٰ و ریاضت اختیار کرنے سے اخلاقِ فاضلہ کی دولت ملتی ہے، اخلاقِ رذیلہ چھٹ جاتے ہیں اور انسانی زندگی پر ان کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔ انسان کی زبان میں شرافت اور گفتگو میں حیا آجاتی ہے۔

مولانا کی اخلاقی زبان

مولانا احمد رضا خاں صاحب سے مسئلہ پوچھا گیا کہ جوان عورت سے مردِ ضعیف نکاح کرنا چاہے تو خضاب سے بال سیاہ کر سکتا ہے یا نہیں؛ اس کا جواب یہ ہونا چاہیے تھا کہ نہیں۔ اسلام میں کسی کو دھوکا دینا جائز نہیں مگر مولانا احمد رضا خاں کا جواب سنیے اور اندازِ تخاطب پر داد دیجیے؛

بوڑھا بیل سینگ کاٹنے سے بچھڑا نہیں ہو سکتا۔[1]

انسان کو بغیر اس کے کسی قصور کے جانور بنا دینا کون سی خوش اخلاقی ہے۔ یہ مسئلے کا جواب ہے یا اس بیچارے پر طعن و تشنیع کا انبار ہے، جو لوگ علماء سے شرعی رہنمائی چاہیں ان سے اس قسم کی زبان استعمال کرنا کیا مجددانہ شان کے موافق تھی؛

ایک صاحب کو جدید فتنہ لکھنے کا شوق تھا، مولانا احمد رضا خاں اس کے خلاف تھے آپ ان سے مخاطب کرکے ہوئے لکھتے ہیں؛

کہاں کا اسلام کیسی ملت مجوسیت کو نہال کیجیے
مزے سے آلو کا گوشت کھا کر چچی بھتیجی حلال کیجیے[2]

کعبہ شریف کے ضمن میں بدزبانی :

شریف مکہ جس نے جنگ یورپ

---

[1] امام احمد رضا صفحہ ۱۱۔ [2] سیف المصطفیٰ صفحہ ۵۹

میں انگریزوں کا شرمناک ساتھ دیا تھا اور ترکوں کے خلاف بغاوت کی تھی اس کے حق میں مولانا مصطفٰی رضا خاں وعظ کہتے ہوئے لکھتے ہیں :

" شریف نے باب کعبہ معظمہ پہ اپنے گھوڑے کو بیٹھی دیکر کب پیشاب پاخانہ کرایا " [1]

مولانا اس میں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ تم شریف مکہ کے خلاف کیوں ہو رہے ہو ، اس نے کعبہ میں اپنے گھوڑے سے پیشاب پاخانہ تو نہیں کرایا ۔ استغفراللہ کیسی گندی زبان ہے جو بیٹے نے باپ سے پائی ۔

اس غلیظ استدلال میں کعبہ کے بالمقابل نجس چیزوں کو لانا معلوم نہیں ، یہ لوگ کیسے برداشت کر لیتے ہیں اور تقدیس کعبہ انہیں اس زبان کے استعمال سے نہیں روکتی ۔

علمائے دیوبند کے خلاف بدزبانی

مولانا احمد رضا خاں کی مشہور کتاب خالص الاعتقاد کی تمہید میں ان علما کے بارے میں جو علمائے دیوبند کی طرف سے مناظرہ کرنے آئے تھے ، لکھا ہے :

" شریفہ ظریفہ رشیدہ رسیدہ نے اپنے اقبال وصیع سے ان کے ادبار رضیق کو فراخی حوصلہ کی نے سکھائی ہے کہ چاہیں تو ایک ایک منٹ میں اپنے مضمون کی " ایک ایک کتاب " کا جواب لکھ دیں " [2]

شریفہ ظریفہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کو اور رشیدہ رسیدہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کو کہا ہے ۔ رسیدہ بھاگی ہوئی عورت کو کہتے ہیں ۔ اقبال وصیع سے مراد عام کھلی قبولیت ہے کہ جو چلے آئے ادبار دُبر کی جمع ہے یہ پچھلے حصے کو کہتے ہیں ۔ رضیق نہایت تنگ گذرگاہ کو کہتے ہیں ۔ فراخی حوصلہ سے مراد کھل جانا ہے ۔ یہ تمام الفاظ آستانۂ بریلی کی بدزبانی کی کھلی شہادت ہیں ۔

---

[1] مجلہ دائرہ ص ۲۵ [2] خالص الاعتقاد ص ۲

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے آئے تھے۔ علماء کا کام حضورؐ کی اخلاقی تعلیم کو عام کرنا ہے، نہ کہ اس قسم کی فحش یا پہلودار گفتگو سے اپنے ذوق وروح کو تسکین دینا ــــــــ بریلی کے یہ شہزادے متقدمین کے سوقیانہ تصورات میں الجھے ہوئے ہیں۔ ایک اور بحث میں لکھتے ہیں:۔

آپ معراج بجلی کا چوند جوڑ کر دلہن کی مشکل آسان بھی کرلیں[1]

بات اذان کے داخل مسجد ہونے کی چل رہی تھی۔ آپ داخل کے لفظ سے مقاربت کی طرف منتقل ہوگئے۔ اور سنیئے:۔

تمہارا امام احمد کے تلے لیں[2] ــــ ہے ہیہات آدمی ــــــ ہے ہے چور کی ڈاڑھی[3]

پھر اور سنیئے ان حضرات کی اخلاقی حالت کا ماتم کیجئے:۔

رنگیلی والا بھی کیا یاد کرے گا کہ کسی کرے اگر جیسے سے پالا پڑا تھا۔ رب رہ کھولنا جس سے مخالف چند حیا کرچپ ہو جاوے[4]

اُف ری رسلیا تیرا بھولاپن لوٹ پوٹ ہو جا اور کہہ خدا غیرت کرے[5]

رسلیا کی چیک پھریاں تو گوہر کو بھی مات کر گئیں۔ اب مسلمانوں کے جینے کو پھر کالا کالا تی ہے[6]

سب پر بلیں ایک طرح ہوا ــــ دوسرا اور سساۃ کی گرہیں کھولتا ہے[7]

آپ غور کریں اور دیکھیں کہ آستانۂ بریلی میں کس قسم کی زبان بولی جاتی تھی اور ان کے گھر میں کن لوگوں کی اصطلاحیں رائج تھیں۔ مولانا تھانویؒ کی کتاب حفظ الایمان کو رسلیا کہتے ہوئے لکھتے ہیں: "رسلیا کہتی ہے ہیں یوں نہیں مانتی میری خفرانی پر اتر وہ دیکھوں تو اس میں تم میری گرہ کیسے کھول لیتے ہو"

---

[1] سد الفرار ص۳۵ [2] سد الفرار ص۳۱ [3] رسلیا سے رسالہ کو بگاڑ کر کہا ہے۔ اس سے حضرت مولانا تھانویؒ کا رسالہ حفظ الایمان مراد ہے۔ [4] دقعات ص۳۱ [5] ایضاً ص۳۸ [6] ایضاً [7]

مولانا احمد رضا خاں اور ان کے شہزادے ترابی الفاظ کو صرف پہلودار بتاتے ہیں فحش نہیں مانتے لیکن مولانا معین الدین اجمیری کے تاثرات یہ ہیں:

> ان الفاظ کی نسبت خلقت کہتی ہے کہ یہ صریح فحش ہے اور ان اعلیٰحضرت پر اس طرح طعن کرتی ہے کہ ایسے شخص کو نیکی کا اسفل درجہ بھی نہیں دیا جا سکتا نہ کہ معاذ اللہ اس کو شیخ وقت اور مجدد تسلیم کر لینا۔ یہ ایسی زبردست شناعت و حماقت ہے کہ اس کے بعد حماقت کا کوئی درجہ نہیں اس بازاری گفتگو پر بھی اگر کوئی جماعت اس کو مجدد تسلیم کر لیتی ہے تو پھر وہ بازاریوں کی کیوں معتقد نہیں ہو جاتی۔[1]
>
> ایسے شیخ وقت اور پیر فانی کی زبان و قلم سے ایسے سوقیانہ کلمے نکلے ہوئے دیکھ کر خیال آتا ہے کہ اب قیامت آنے میں اگر کچھ دیر ہے تو صرف چند لمحات کی۔[2]

خانصاحب کا تین کے تصور میں لذت لینا

حضرت مولانا معین الدین اجمیری کو جنہیں ماہنامہ المیزان بمبئی کے امام احمد رضا نمبر میں آفتاب علم تسلیم کیا گیا ہے، مولانا احمد رضا خاں صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں:

> بنا پہلودار الفاظ میں آپ کو لفظ تین زیادہ مرغوب ہے۔ خلقت اس کو فحش و بازاری گفتگو کہتی ہے۔ مگر یہ اس کی غلطی ہے اور اعلیٰحضرت کے ساتھ سوء ظنی۔ ہم ان کی بعض کتب سے بحوالہ چند صفحات چند مثالیں پیش کرتے ہیں، جن سے ناظرین خود فیصلہ کر لیں گے کہ اعلیٰحضرت کا یہ ارشاد صحیح ہے کہ کوئی پہلودار لفظ کہہ یا عام مخلوق کا یہ گمان کہ وہ پہلودار لفظ نہیں بلکہ فحش و بازاری گفتگو سمجھے ہوئے

---

[1] تجلیات انوار ص۳ [2] ایضاً ص۲۵ [3] ایضاً ص۳۲

فحش کلامی کے ساتھ بدزبانی بھی

اعلیٰحضرت فحش کلامی کے علاوہ بدزبانی میں بھی اپنی مثال آپ ہیں۔ اس میں آپ ان آیات
قرآن کریم کے ذخیرہ سے بھی کھیلتے تھے اور اس سے عجیب عجیب الفاظ بناتے۔ ان کے پیرو اسے
آپ کی علمی تجلیات سمجھتے اور آپ اسے اپنے مخالفین کے خلاف ایک لسانی جہاد کہتے ——
اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم سورۃ القمر میں قوم ثمود کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ حضرت صالح علیہ السلام
کو اشر کہتے تھے۔ اشر کے معنی بڑائی مارنے والا بڑا بننے والا کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جواباً فرمایا۔

سیعلمون غدا من الکذاب الاشر۔ پ۲۷ القمر آیت ۲۶
ترجمہ: عنقریب کل جان لیں گے کہ کون ہے جھوٹا بڑائی مارنے والا

مولانا احمد رضا خاں نے یہاں اشر کی دو قسمیں بتائی ہیں۔ زبان سے بڑائی مارنے والا
اور عملاً بڑائی مارنے والا ۔ —— پہلے کو اشر قولی کہا اور دوسرے کو اشر فعلی ——
چودہ سو سال کے مفسرین مترجمین اور علمائے اخلاق میں سے کسی بزرگ نے اشر کی یہ دو قسمیں
نہ بتائی تھیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے یہ دو قسمیں کیوں بتائیں یا یہ دو قسمیں کیوں بنائیں؟ اس
لیے کہ اشر فعلی لکھ کر حضرت مولانا اشرف علی پر چٹکارے دار تبرہ لگا سکیں اور اس طرح اپنا
دل کو باغ و بہار بنائیں —— مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں:

کل قیامت کو کھل جائے گا کہ مشرک کافر مرتد مخالف کون تھا۔ سیعلمون غدا
من الکذاب الاشر اشر بھی دو قسم کے ہوتے ہیں اشر قولی کہ زبان سے بک
بک کرے اور اشر فعلی کہ زبان سے چپ اور خباثت سے باز نہ آئے۔ وہابیہ
اشر قولی اور اشر فعلی دونوں ہیں۔ (خالص الاعتقاد ص۲۳)

خان صاحب کو نہ تاریخ میں کوئی اشر نظر آیا نہ شیعوں میں —— کیوں اپنی دکھ کی
ردا —— آپ نے اشر کا فعلی ترجمہ بھی نہ کیا عربی لفظ کو ویسے ہی لیا اور قولی اور فعلی
کی تقسیم کر کے بات کی تان مولانا اشرف علی پر توڑ دی

خاکساروں کے خلاف بدزبانی

آستانۂ بریلی کی اس فحش کلامی نے آنے والے بریلوی علماء کو بھی یہی زبان سکھائی بریلوی جماعت کے مولوی ابوالطاہر محمد طیب دانا پوری کی کتاب "قہر القادر" میں آپ کی ایک تحریر خاکسار تحریک کے خلاف دیکھیے۔ مولانا دانا پوری حزب الاحناف ہند کے معروف فاضل اور مولانا حشمت علی اور مولانا ابوالبرکات سید احمد کی خاص زبان سے آپ لکھتے ہیں:

"خاکسار مجاہد والی تحریک کی ابھی تک سیرابی نہیں ہوئی اسے پانی نہیں ملا) اس لیے اب اس کو دوسری کروٹ لٹاتا ہوں اور برق بار خارا شگاف (پتھر میں سوراخ کر دینے والے) قلم کو جولانی (اچھلنے) کا حکم دیتا ہوں۔ فاقول وعلی الخاکساریۃ بنت المسلم لیگیۃ اصون (ترجمہ) میں یہ کہتا ہوں اور مسلم لیگ کی بیٹی تحریک خاکسار پر چڑھتا ہوں"[1]

ان کی شریفانہ زبان کی ایک اور جھلک دیکھیے:

"اس کا مطلب تو یہ ہے کہ تمہارے دھرم میں تمہاری جورو اور اماں دونوں ایک، تمہارا باپ اور بیٹا دونوں ایک، گوبر اور حلوہ دونوں ایک، فرنی اور پاخانہ دونوں ایک، تمہارا منہ اور پاخانہ پھرنے کی جگہ ایک ..... حلوے کے بدلے پاخانہ کھاؤ، شربت کے بدلے پیشاب نوش فرماؤ"[2]

کہاں تک انسان اس گندگی کی نشاندہی کرے، یہ چند مثالیں مولانا احمد رضا خاں کے زہد و عمل اور ان کے حلقۂ ارادت کی سنجیدگی و شرافت کو واشگاف کرنے کے لیے کافی ہیں۔ یہ آستانہ بریلی کے زہد و ریاضت کی ایک منہ بولتی تصویر ہے۔

---

[1] قہر القادر علی کفار الدیادنہ ص ۲۱ [2] تجانب اہل السنہ ص ۲۴۸ مصنفہ مولانا حشمت علی خلیفہ مولانا احمد رضا خاں

جس شخص کی اخلاقی حالت اس قدر عریاں ہو کر بیہودہ گفتگو کر کے بچوں کی سی مسخری کرے لیکن اس کی جماعت اسے ایسے کمالات کا مجذوب ماننے لگے تو کیا شرافت سر پیٹ کر نہ رہ جائے گی؟ جن علماء کا ظاہر یہ ہو ان کا باطن کیا ہوگا۔ یہ جان لینا اب کوئی مشکل نہیں رہا۔ رہے ان لوگوں کے عشق رسول کے نعرے۔ تو یہ بات اب کسی سے مخفی نہیں رہی کہ یہ سب ایک دکھاوا ہی دکھاوا ہیں۔ یہ لوگ روضۂ رسول پر بھی حاضر ہوں تو اخلاص و محبت سے خالی نظر آئیں گے

مولانا احمد رضا خاں مدینہ میں علم جفر کی تلاش میں

مدینہ منورہ پہنچ کر ہر شخص عشق رسالت کے جذبے سے سرشار ہوتا ہے اور اس کی بہترین سعادت یہی سمجھی جاتی ہے کہ اسے روضۂ انور پر سلام عقیدت پیش کرنے کے زیادہ سے زیادہ مواقع ملیں مگر مولانا احمد رضا خاں صاحب کو دیکھیے کہ وہاں بھی علم جفر کے چکر میں مارے مارے پھر رہے ہیں، روضۂ انور کی مجاورت کا کیا یہی حق ہے کہ تم وہاں بھی دنیوی امور کی گرد باد میں سرگرداں رہو، بہرحال ملاحظہ کیجیے مولانا احمد رضا خاں کیا لکھتے ہیں:

"خیال کیا کہ یہ شہر کریم تمام جہان کا مرجع و ملجا ہے اہل مغرب بھی یہاں آتے ہیں کہ کوئی صاحب جفر دان مل جائیں کہ ان سے اس فن کی تکمیل کی جائے۔" [1]

افسوس کہ مدینہ پہنچ کر بھی انہیں حضورؐ کی محبت نہ ملی اور بے لوث روحانی لذت نہ پا سکے۔

مولانا احمد رضا خاں اپنے علم و اخلاق کے آئینہ میں آپ کے سامنے ہیں۔ ان کی تحریرات میں ان کی زبان، انداز، کردار اور جذبات ایک کھلی کتاب ہیں۔ ایسے شخص کی دیانت اور دیانت اب کچھ ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ اب آپ پر کتاب کا ما حصل نظر کیجیے اور انگریزی حکومت کی دور میں نگاہ دوڑائیے اور اس کی مرادوں کا صحیح دریافت کر دیجیے۔

---

[1] ملفوظات

بریلوی تحریک کی زد میں

[illegible]

از خامہ

ڈاکٹر علامہ خالد محمود ایم اے، پی ایچ ڈی
ڈائرکٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر

توحید باری تعالیٰ کے بیان میں

الحمد للہ الذی لم یتخذ ولداً ولم یکن لہ شریک فی الملک وھو علی کل شیء قدیر
وصلوات زاکیات علی النبی البشیر النذیر وعلی آلہ وصحبہ اہل التطہیر والتطییب اما بعد

یہی وہ بحث ہے جس کے ضمن میں اسلام کے چمکتے ہوئے امتیازات ظاہر ہوتے ہیں۔ یہی وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر باقی تمام مذاہب کے قدم لغزش کھا گئے۔ کہیں اوتاروں کے تصور نے دھوکہ دیا تو کہیں خدا کے لیے بیٹا تجویز ہوا۔ یہی وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر دین برحق کا پتہ چلتا ہے اور عقیدوں کی آزمائش ہوتی ہے۔ خدائے کامل کے ماننے والوں کو جاننا ہوتا ہے کہ آیا فی الواقع ایک ہی خدا ساری دنیا کا بلا کسی مشقت کے انتظام کر سکتا ہے یا اسے اپنی حکومت برقرار رکھنے کے لیے دنیوی حکمرانوں کی طرح کئی یاروں اور مددگاروں کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے

واجب الوجود اس ذات کو کہتے ہیں جس کا ہمیشہ سے موجود ہونا واجب، ضروری ہو۔ نہ اس پر کوئی عدم (NON EXISTANCE) پہلے گزرا ہو نہ آئندہ کبھی آسکے۔ اسلامی عقیدے میں ازلی اور ابدی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ وہی واجب الوجود ہے جس کا عدم محال ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ تک رہے گا۔ واجب الوجود کا مفہوم صرف ایک ہی ذات پر صادق آسکتا ہے۔ شرح عقائد نسفی میں ہے :

ان صانع العالم واحد و لا یمکن ان یصدق مفہوم واجب الوجود الا علی ذات واحدۃ [۱]

ترجمہ:۔ جہان کا بنانے والا ایک ہی ہے اور یہ ممکن نہیں کہ واجب الوجود کا مفہوم اس ایک ذات کے سوا کسی اور پر بھی صادق آ سکے۔

ہمیشہ سے اسی کی ذات ہے اور ہمیشہ کی بقا صرف اسی ذات کے لیے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کان اللہ و لم یکن شئ قبلہ [۲]

ترجمہ: خدا تعالیٰ تھا اور کوئی چیز اس سے پہلے نہ تھی۔

اور ایک وقت ہوگا کہ اس کے سوا کچھ نہ ہوگا، ہر کسی کو فنا کے گھاٹ اترنا ہے اور موت کا پیالہ پینا ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

کل من علیہا فان و یبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام [۳]

ترجمہ: جو کوئی بھی زمین پر ہے فنا ہونے والا ہے اور تیرے پروردگار ذوالجلال والاکرام کی ذات ہی باقی رہے گی۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ذات واجب الوجود نہیں، جو بھی ہے حادث اور مخلوق ہے نہ اس کا ہونا ضروری تھا نہ "نہ ہونا" ضروری ہے۔ وہ فرضی وجود جس کا "نہ ہونا" ضروری ہے وہ شریک باری ہے جس کا ہونا محال ہے جس کے نہ ہونے پر ایمان لانا ضروری ہو اسے ممتنع الوجود کہتے ہیں۔

اس اعتبار سے وجود صرف تین ہیں: واجب الوجود، ممکن الوجود اور ممتنع الوجود۔ اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے، اس کا شریک ممتنع الوجود ہے اور باقی سب مخلوق ممکن الوجود ہیں، باتفاق عقلاً چوتھا کوئی وجود نہیں۔

---

[۱] شرح عقائد نسفی صفحہ ۳۲ [۲] صحیح بخاری ج ۱ صفحہ ۴۵۳ مصر [۳] پ ۲۷ سورۃ الرحمٰن آیت ۲۶

واجب الوجود اور ممکن الوجود کے مابین کوئی برزخ (درمیانہ درجہ) نہیں۔ اگر کسی چیز کو کسی پہلو سے برزخی درجے میں سمجھا جاسکتا تھا تو وہ قرآن کریم ہے جو واجب الوجود کی صفت ہونے کے لحاظ سے مخلوق نہیں، اس کا کلام ہے اور ہمارے تلفظ کے لحاظ سے اس میں ایک گونہ عالمِ امکان کی جھلک نظر آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ باتفاق اہل السنۃ والجماعۃ قرآن کریم کو مخلوق نہیں کہا جاسکتا، کیونکہ جس کی بھی تخلیق ہوئی وہ مخلوق ہے اور ممکن الوجود ہے۔

حضورؐ کے ممکن الوجود ہونے کا انکار

بریلوی مذہب والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ممکن الوجود نہیں مانتے جس کا مطلب اس کے سوا اور کوئی نہیں سمجھا جاسکتا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مخلوق ہونے کے منکر ہیں۔ یہ لوگ شرک کی دلدل میں ایسے پھنسے ہیں کہ کھلم کھلا آپؐ کے عالمِ امکان میں سے ہونے کی نفی کرتے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں:

ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبدیت کہاں

حیران ہوں یہ بھی ہے خطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں [۱]

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو چاہیں کر دکھائیں، اس عظیم قدرت والے کو کیسے ممکن الوجود کہا جاسکتا ہے۔ دوسری طرف آپؐ کی عبدیت اور نیازمندی ہے جس کی وجہ سے آپؐ کو واجب الوجود کہنا بھی مشکل ہے۔ حق یہ ہے کہ آپؐ کو ممکن الوجود (یعنی مخلوق) ماننا بھی خطا ہے اور خدا کہنا بھی خطا ہے۔ میں حیران ہوں کیا کروں اور کیا نہ کروں؟ اگر ممکن مان بھی لوں تو امکان نظیر ماننا پڑتا ہے کیونکہ ممکن کی نظیر ممکن ہوتی ہے گو امتناع بالغیر ہو۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیا کہوں اور کیا نہ کہوں، ممکن الوجود ماننا بھی تو خطا ہے۔

---

[۱] حدائق بخشش حصہ اول صہ ۲۹

تشکیک کا سوفسطائی عقیدہ

آپ کے صاحبزادے مولانا حامد رضا خان بھی زندگی بھر اسی حیرت میں ڈوبے رہے اور پوری زندگی اس ورطۂ حیرت سے نہ نکل سکے کہ آپ آخر ہیں کیا؟ خدا ہیں یا خدا کے علاوہ کچھ اور ہیں۔ جناب حامد رضا خاں صاحب لکھتے ہیں:

خدا کہتے نہیں بنتی جدا کہتے نہیں بنتی
خدا پر اسکو چھوڑا ہے وہی جانے کیا تم ہو [1]

جب مولانا حامد رضا خاں واضح طور پر یہ بات بھی کہنے کو تیار نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خدا نہیں بلکہ اسے بھی وہ خدا پر چھوڑتے ہیں تو آپ ہی سوچیں اس کے بعد کیا اسلام باقی رہ جاتا ہے؟ عقائد کے معاملے میں یہ تشکیک کہ نہ ادھر کی بات کہہ سکتے ہیں نہ ادھر کی۔ بریلویوں کا موقف صرف یہی ہے، کوئی ہوشمند مسلمان عقائد جیسے معاملہ میں اور وہ بھی توحید باری تعالیٰ کے معاملے میں اس قدر سہل انگار اور پریشان فکر نہیں رہ سکتا کہ کوئی فیصلہ ہی نہ کر سکے۔ یہ تشکیک اور وہ بھی توحید جیسے بنیادی معاملے میں کیا یہ خود ایک عذاب نہیں؟ (العیاذ باللہ منہ)۔

مولانا احمد رضا خاں کے والد مولانا نقی علی خاں سے بھی سنیئے:

محمد مظہر قدرت ہے کوئی رمز اس کی کیا جانے
شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے [2]

شریعت کو حقیقت کے خلاف بتانا اور پھر اس کی رو سے آپ کی بشریت کا انکار کرنا [illegible]

وجوب و امکان میں برزخ کا اثبات

مولانا احمد رضا خاں کا عقیدۂ توحید جب اتنا مشکل ہو کہ آپ کے بندوں فیصلہ

---

[1] حدائق بخشش حصہ دوم ص
[2] سرور القلوب ص

نہ کر سکے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہیں؟ تو آپ نے واجب الوجود اور ممکن الوجود کے بیچ ایک برزخی درجہ ثابت کر دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہا:

معدن اسرار علام الغیوب

برزخ بحرین امکان و وجوب [1]

یعنی حضور ممکن الوجود اور واجب الوجود کے درمیان ایک برزخی درجہ رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ علام الغیوب کے جملہ اسرار اور رازوں کی کان آپ ہی ہیں۔ (استغفر اللہ)

کان وہ ہوتی ہے جہاں سے کوئی چیز ابتداءً نکلے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کے رازوں کی کان کہنے کا مطلب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ خدا کے پاس وہ اسرار حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے پہنچے ہیں (معاذ اللہ)۔ آپ حقیقت میں حضور کو واجب الوجود بلکہ اس سے اعلیٰ کا مصدر سمجھتے ہیں۔ اور صرف مغالطہ دینے کے لیے کہتے تھے کہ وہ حضور کے لیے وجوب و امکان کے درمیان ایک برزخی درجہ تجویز کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے ایک جگہ امکان کے دونوں درجوں کی بالکل صاف نفی کی ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

کہ ان امکاں کے جھوٹے نقطو تم اول آخر پھیر میں ہو

محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے [2]

کہاں امکان کے دونوں کناروں کی یہاں نفی ہے یعنی آپ کسی پہلو سے بھی عالم امکان کے فرد نہیں۔ ان میں سے کسی کا بھی قرار ہو غلط ہے۔ آپ تو ایک ایسے مقام پر ہیں کہ آپ میں اور خدا میں فرق کرنا بہت مشکل ہے۔ چنانچہ خود لکھتے ہیں:

محیط و مرکز میں فرق مشکل رہے نہ فاصل خطوط واصل

کمانیں حیرت میں سر جھکائے عجیب چکر میں دائرے تھے [3]

۱۔ حدائق بخشش حصہ دوم ص ۹۰ ۲۔ ایضاً حصہ اول ص ۱۰۰ ۳۔ ایضاً حصہ اول ص ۱۱۴

بریلوی حضرات جب آپ کو ممکن الوجود نہیں مانتے اور کھل کر خدا بھی نہیں کہتے تو معلوم نہیں وہ کس مغالطہ میں مبتلا ہیں۔ ان کے ہاں آپ نہ خالق ہیں نہ مخلوق۔ اور ہیں کیا؟ یہ ان کے بڑوں کو بھی خبر نہیں تھی، وہ بھی حیرت میں گئے اور یہ بھی اب تک اسی بحر ظلمات میں غوطے کھا رہے ہیں۔ اور حق یہ ہے کہ یہ وہ حیرت ہے جس سے بریلوی مذہب والے قیامت تک نہ نکل سکیں گے، سوائے اس کے کہ مولانا احمد رضا خان کا یہ مصرعہ کبھی کبھی گنگناتے رہیں اور کچھ نہیں کر سکتے۔

؎ حیران ہوں یہ بھی ہے خطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو واجب الوجود اور ممکن الوجود کے مابین برزخ ماننے کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ واجب الوجود کا مفہوم اصولی طور پر اللہ کیلئے ہو اور ضمنی طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی صادق آئے۔ حالانکہ عقائد اسلامی میں طے ہو چکا ہے کہ واجب الوجود کا مفہوم صرف ایک ہی ذات پر صادق آ سکتا ہے، اور کسی پر صادق آئے یہ ممکن نہیں۔

اسلامی عقیدہ کہ کل مخلوقات ممکن الوجود ہے

ایک وقت تھا کہ اللہ کے سوا کچھ نہ تھا، نہ فرشتہ تھا نہ کوئی پیغمبر۔ ابدی ذات صرف اسی کی تھی۔ اسی نے سب کو پیدا کیا اور وجود بخشا اور مخلوقات میں سب سے اونچی شان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی جب آپ بھی مخلوق اور ممکن الوجود ہی ہے تو اور کوئی مخلوق عالم امکان سے باہر کیسے ہو سکتی ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

لا الٰہ الا ھو خالق کل شیئ فاعبدوہ وھو علی کل شیئ وکیل [1]

---

[1] پ ۷ الانعام ع ۱۳

ترجمہ: اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔ سو اسی کی عبادت کرو اور وہی ہر چیز کا کارساز ہے۔

ایک جگہ فرماتے ہیں:

الذی له ملک السموٰت والارض ولم یتخذ ولدا ولم یکن له شریک فی الملک وخلق کل شیٔ فقدره تقدیرا [۱]

ترجمہ: وہ جس کی آسمانوں اور زمین میں سلطنت ہے اور اس نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا نہ کوئی سلطنت میں اس کا شریک ٹھہرا اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور اسے ایک اندازے پر ٹھہرایا۔

حضور اکرمؐ بھی ممکن الوجود تھے

امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانیؒ جناب میر محمد نعمان کے نام ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

اے برادر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم با آں علو شان بشر بود ورداغ حدوث و امکان متسم ابشر از خالق بشر چہ شانہ چہ در باید و ممکن از واجب چہ فرا گیرد و حادث قدیم را حقیقت عظمت چہ طور احاطہ نماید لا یحیطون بہ علما نص قاطع است [۲]

ترجمہ: اے برادر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنی اونچی شان کے باوجود بشر تھے اور حادث ہونے اور ممکن الوجود ہونے کے نشان سے نشاندار تھے۔ بشر خالق بشر سے کیا کچھ پا سکتا ہے اور ممکن الوجود واجب الوجود

---

[۱] پ ۱۸ الفرقان ع ۱

[۲] مکتوبات شریف دفتر اول مکتوب ۱۶۲ صہ ۲

کو کہاں پہنچ سکتا ہے اور پیدا ہونے والا ذات قدیم کا اس کی عظمت
بہت اونچی ہے کیسے احاطہ کر سکتا ہے اس کے علم کا کوئی احاطہ نہیں
کر سکتا یہ قرآن پاک کی نص قطعی ہے۔

حضرت امام ربانیؒ کے معاصر حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ بھی ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر حالت کی دعاؤں کو علمائے محدثین نے
ضبط کیا ہے اور لکھا ہے۔ بندہ کی ذات کے لائق تو دعا کرنا اور مانگتے
رہنا ہے اس لیے کہ یہ چار صفتوں سے موصوف ہے۔ فقر، ضعف، عجز،
خواری ..... جب انسان ان چار صفات کا خیال رکھتا ہے تو اللہ کے
برگزیدہ بندوں میں شمار ہونے لگتا ہے اور اللہ کے اوصاف اس کے
اندر روشن ہوتے ہیں یعنی اس کی تاریکی روشنی سے بدل جاتی ہے۔
اللہ کے اوصاف کا اس کے اندر اثر ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ العیاذ باللہ
وہ خود خدا کے اوصاف سے موصوف ہو جاتا ہے یا اللہ اپنی صفات
سے بندہ میں حلول کر لیتے ہیں اور پھر وہ بندہ اللہ کی صفات سے متصف
ہو جاتا ہے۔ حاشا وکلا اللہ کی صفات ہرگز ہرگز کسی میں منتقل نہیں ہوتیں
اور کسی دوسری جگہ حلول نہیں کرتیں بلکہ اللہ کی صفات کا عکس اور پرتو
بندہ پر پڑتا ہے جس سے اس کی ظلماتی صفات انوار و تجلیات سے بدل
جاتی ہیں۔[1]

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ واجب الوجود کی کوئی صفت کسی بندے میں نہیں اترتی،
نہ کوئی مخلوق عالم امکان سے بالا ہو کر واجب الوجود سے متصل ہوتی ہے۔

---

[1] مکتوبات شیخ عبدالحق مکتوب ۲۳ صفحہ ۲۰۵

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بھی فرماتے ہیں کہ واجب الوجود کی کوئی صفت ممکن الوجود میں نہیں آ سکتی، بندہ کبھی صفات واجب الوجود سے متصف نہیں ہو

قوله قدس سره (هل الفناء والبقاء موجب اتصاف السالك بالصفات الوجوبية) قال الوجدان الصحيح يحكم بأن العبد عبد وإن ترقى، والرب رب وإن تنزل، وإن العبد قط لا يتصف بالوجوب أو بالصفات اللازمة للوجوب ولا يعلم الغيب إلا أن ينطبع في لوح صدره وليس ذلك علماً بالغيب إنما ذلك

الذي يكون من ذاته وإلا فالأنبياء والأولياء يعلمون بعض ما يغيب عن العامة ـه

ترجمہ: فنا اور بقا کے مقامات کیا سالک کو صفات وجوبیہ سے بھی متصف کر سکتے ہیں؟ میں کہتا ہوں وجدان صریح فیصلہ کرتا ہے کہ بندہ بندہ ہی رہے گا گو کتنی ترقی کر جائے اور رب رب ہی رہے گا گو کتنا قریب آ جائے، اور بندہ کبھی واجب الوجود یا اس کی لازم صفات سے متصف نہیں ہو سکتا۔ اور نہ علم غیب رکھتا ہے اگر یہ کہ کوئی چیز اس کے سینے کی تختی پر منعکس ہو جائے۔ اور یہ علم غیب نہیں ہے، علم غیب وہ ہے جو اپنی ذات سے ہو، ورنہ انبیاء اور اولیاء یقینی طور پر بعض وہ باتیں جانتے ہیں جو عام انسانوں سے غائب ہوں۔

علامہ مصطفیٰ آفندی (۱۱۰۹ھ) شرح تحفہ نسفی کے حاشیہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم امکان کا اشرف موجود لکھتے ہیں:

والصلوة على ما كان على أشرف من وجد في بقعة الإمكان ـه

۱ـ تفہیمات الٰہیہ جلد اول صفحہ ۲۴۴ ۲ـ حاشیہ تحفہ نسفی مطبوعہ استنبول

ترجمہ: اور یہ کہنا درست نہیں اور اس ذات پر جو بجز عالمِ امکان ممکن الوجود
ہونے کے دائرہ میں انتہائی شرف کے درجہ پر فائز ہیں۔
درحقیقت صحیح بات یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی بلند شان کے
باوجود ممکن الوجود ہی ہیں اور آپ عالمِ امکان کے دائرہ سے کبھی بھی نہ نکلے
واجب الوجود صرف خدا کی ذات ہی رہی۔

جس کی بھی تکوین ہوئی حادث ہے

تکوین اللہ تعالیٰ کی صفت ذات ہے اور جس فرد سے یہ متعلق ہو وہ حادث ہے اور مخلوق ہے۔ حضرت امام بخاریؒ لکھتے ہیں:

ما جاء فی تخلیق السموات والارض وغیرها من الخلائق
وهو فعل الرب تبارک وتعالیٰ وامره فالرب بصفاته
وفعله وامره وهو الخالق هو المکون غیر مخلوق وما
کان بفعله وامره وتخلیقه وتکوینه فهو مفعول مخلوق مکون [1]

ترجمہ: آسمانوں اور زمین اور اس کے سوا تمام خلائق کی تخلیق یہ اللہ تبارک وتعالیٰ
کا ہی فعل اور امر ہے۔ سو رب اپنی صفات اپنے کام اور اپنے امر کے
ساتھ خالق ہے تکوین کرنے والا ہے غیر مخلوق ہے اور اس کے فعل
امر تخلیق اور تکوین سے جس چیز کو وجود ملا وہ چیز مخلوق ہے اور تکوین شدہ ہے

معلوم ہوا کہ جس کی بھی تکوین ہوئی وہ حادث ہے۔ محدث جلیل حضرت ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں:

التکوین قدیم والمتعلق به هو المکون وهو حادث [2]

تکوین کی صفت قدیم ہے جس سے یہ متعلق ہوگی وہ شئے حادث و مخلوق ہوگی سو

---

[1] صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۱۲۵ [2] شرح فقہ اکبر صفحہ ۳۶

تکوین پر قبضہ کسی کا نہیں ہو سکتا۔ یہ صرف خدا کی شان ہے کہ کُن کہے اور وہ چیز وجود میں آ جائے

قرآن کریم میں ہے :

انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون ؎

ترجمہ : اس کا امر یہ ہے کہ جب کسی چیز کا ارادہ کرے تو کہے کُن (ہو جا) سو وہ ہو جاتی ہے

تکوین کی حقیقت

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ لکھتے ہیں

تکوین یکے از صفات حقیقیہ واجب الوجود است تعالیٰ و تقدس اشاعرہ

تکوین را از صفات اضافیہ می دانند و قدرت و ارادہ را در ایجاد عالم کافی

می انگارند اما حق آنست کہ تکوین صفت حقیقیہ علیحدہ است ماورائے قدرت

وارادہ ؎

ترجمہ : تکوین اللہ تعالیٰ واجب الوجود کی صفات حقیقیہ میں سے ہے اشاعرہ تکوین کو صفت اضافی سمجھتے ہیں اور عالم کی پیدائش میں اللہ کی صفت قدرت و ارادہ کو کافی گ[illegible] ہیں لیکن صحیح بات یہ ہے کہ صفت تکوین صفت قدرت اور ارادہ سے علیحدہ ایک حقیقی صفت ہے

یہ تھا یہ اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد و نظریات ہیں۔ اب ان کے بالمقابل بریلوی عقیدے بھی دیکھئے ! مصطفیٰ رضا خاں اپنی کتاب شرح استمداد میں لکھتے ہیں :

" اولیاء میں ایک مرتبہ اصحاب التکوین کا ہے جو چیز جس وقت چاہتے ہیں فوراً ہو جاتی ہے جیسے کُن کہا وہیں ہو گیا ؎

کُن کہہ کر فیکون کی شان دکھانا اور اس چیز کو عدم سے وجود میں لانا قرآن کریم کے ارشاد کے مطابق صرف خدا کی شان تھی۔ اولیاء اللہ میں سے یہ کسی کا مقام نہیں کہ کُن کہہ کر جہان بنا

؎ پ ۲۳ یٰسین ع ۵ ؎ مبدء و معاد صفحہ ۱۴ مصنفہ مجدد الف ثانیؒ ؎ شرح استمداد صفحہ ۱۲

بارے۔ مگر مولانا احمد رضا خاں کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ کُن فیکون کی شان اولیأ کی ہے اور پورے جہاں میں ان اولیأ کا حکم نافذ ہے اور انہی کا ہر چیز پر قبضہ ہے۔ گویا خدا نے مجھی پر سب اور اس کے نائب ہی دُنیا کا یہ سارا کام چلا رہے ہیں۔ کُن پر اب انہی کا قبضہ ہے۔ موت و حیات اور خوشی و غمی ہر چیز انہی بزرگوں کی طرف سے آتی ہے۔ (معاذ اللہ)

مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں :

ان کا حکم جہاں میں نافذ   قبضہ کُل پہ رکھاتے یہ ہیں

قادر کُل کے نائب اکبر   کُن کا رنگ دکھاتے یہ ہیں

ماتم گھر میں ایک نظر میں   شادی شادی رچاتے یہ ہیں [۱]

اہل اسلام کے ہاں یہ شان صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ گھروں کے ماتم اور خوشیاں سب اسی کے قبضے میں ہیں۔ زندگی اور موت اور شفا وہی دیتا ہے۔ بریلوی مذہب کے لوگ ان سب کاموں میں نیابت الٰہی کی تاویل کر کے یہ سب قدرتیں اور طاقتیں اولیأ اللہ میں مانتے ہیں اور اپنے نفع و نقصان کے لیے انہی سے مرادیں مانگتے ہیں اور انہی کو شر و خیر کا مالک سمجھتے ہیں۔

خدا تعالیٰ اپنے تکوینی کام اولیأ اللہ کے سپرد کر دے اور وہ اپنی چاہت اور مرضی سے جس سے چاہیں مصیبتیں دُور کریں اور جس پر چاہیں غم اور ماتم لائیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مختلف اولیأ اللہ کی مرضی اور چاہت اگر کہیں آپس میں ٹکرا جائے، ایک ولی کسی کو لڑکا دینا چاہے اور دوسرا اُسے لڑکی دینے کا فیصلہ کرے تو اس صورت میں کیا وہی فساد کا امکان پیدا نہ ہو گا جس کا قرآن کریم نے دو خداؤں کی صورت میں اندیشہ بیان کیا تھا۔ سورۂ انبیأ میں ہے۔

لو کان فیہما اٰلہۃ الا اللہ لفسدتا فسبحٰن اللہ رب العرش عما یصفون [۲]

ترجمہ: اگر ان دونوں میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے تو زمین و آسمان دونوں فاسد پڑ جاتے

اگر کہیں کہ اولیأ اللہ اپنی مرضی سے کچھ نہیں کر سکتے صرف حکم الٰہی نافذ کرتے ہیں،

---

[۱] حدائق بخشش حصہ سوم صفحہ ۱۵

ان کے اپنے اختیار میں کچھ نہیں ہوتا تو یہ اسی عمارت کا گرانا ہے جو بریلویوں نے بڑی محنت سے کھڑی کی تھی۔ مولانا احمد رضا خان کے صاحبزادہ صاحب نے لکھا ہے۔

جو چیز جس وقت چاہتے ہیں فوراً موجود ہو جاتی ہے جسے "کن" کہا وہی ہو گیا [1]

خدا کے تشریعی نظام میں پیغمبر خدا کے ترجمان ہوتے ہیں، پیغمبر اپنی چاہت اور اپنی پسند سے خدا کی ترجمانی نہیں کرتے ہمہ تن خدا کے ماتحت ہوتے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے:

وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی [2]

ترجمہ: اور آپ اپنی خواہش سے نہیں بولتے صرف وحی ہے جو آپ کی طرف کی جاتی ہے

خدا کے اس تشریعی نظام کے ترجمان پیغمبروں کے بعد صحابہ کرام اور ان کے بعد اکابر ائمہ علم ہیں۔ ان میں سے کسی کا بیان اور فتویٰ ان کی اپنی مرضی سے نہیں ہوتا کہ جسے چاہیں مکروہ کر دیں اور جسے چاہیں مباح کہہ دیں بلکہ اصل قوت حاکمہ کتاب و سنت کی دلیل ہوتی ہے۔ ہاں ان مسائل کی دریافت میں ان کے اپنے فہم اور وسعت مطالعہ کا ضرور دخل ہوتا ہے تاہم اس سے خدا کے تشریعی نظام میں کوئی گڑبڑ نہیں ہوتی۔ جو صحیح بات کو پا لے وہ دوگنے اجر کا مستحق ہو جاتا ہے اور جو کوشش کے باوجود صحیح بات نہ پا سکے اس کی وہ بات شرعاً خطا ہی ٹھہرے گی یہ بات علیحدہ ہے کہ اس پر بھی اسے تلاش حق کی جدوجہد کے باعث ایک اجر مل جائے

خدا کے تشریعی نظام میں کہیں ٹکراؤ واقع نہیں ہوتی، لیکن اس کے تکوینی نظام میں اگر کہیں دو فیصلے آپس میں ٹکرا جائیں تو کائنات کی گاڑی پھر کہیں چل نہ سکے گی۔ یہی وجہ ہے کہ خدا کے کن فیکون کے نظام پر کسی کا قبضہ نہیں۔ افسوس کہ ہم مولانا احمد رضا خان کی اس بات سے کبھی اتفاق نہیں کر سکے:

ان کا حکم جہاں پہ نافذ ہے   قبضہ کُل پہ رکھاتے یہ ہیں
قادر کُل کے نائب اکبر   کُن کا رنگ دکھاتے یہ ہیں [3]

---

[1] شرح الاستمداد صد۲۹   [2] پ۲۷ سورۃ النجم ع ۱   [3] حدائق بخشش ص۱۵

کن فیکون کے سارے اختیارات

انتہائی افسوس ہے کہ بریلوی مذہب میں مارنا، زندہ کرنا، رزق دینا، اولاد دینا، شفا دینا وغیرہ سب خدائی قدرتیں اور کن فیکون کے سب اختیارات بعطائے الٰہی حضور پاک کو بلکہ ساتھ ہی ساتھ حضرت غوث پاک کو بھی حاصل ہیں۔ مولانا احمد رضا خان حدائق بخشش میں لکھتے ہیں۔

دیکھئے حدائق بخشش .. احمد سے احمد اور احمد سے تجھ کو — کن اور سب کن مکن حاصل ہے یا غوث

مولانا احمد رضا خان نے کن فیکون کے احکام تکوینی کو احکام تشریعی پر قیاس کرنے کی یہاں اصولی غلطی کی ہے۔ آپ ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

احکام الٰہیہ کی دو قسمیں ہیں (۱) تکوینیہ مثل احیاء و اماتت (زندہ کرنا۔ مارنا) وقضائے حاجت و دفع مصیبت و عطائے دولت و رزق و نعمت و فتح و شکست وغیرہا عالم کے بندوبست (۲) دوسرے تشریعیہ کہ کسی فعل کو فرض یا حرام۔ یا واجب یا مکروہ یا مستحب یا مباح کر دینا۔ مسلمانوں کے سچے دین میں ان دونوں حکموں کی ایک سی حالت ہے کہ غیر خدا کی طرف بروجہ ذاتی احکام تشریعی کی اسناد بھی شرک ..... اور بروجہ عطائی امور تکوین کی اسناد بھی شرک نہیں الامن والعلی ص۱۴۳

مولانا احمد رضا خان یہاں یہ سمجھا رہے ہیں کہ کن فیکون کے تکوینی امور اور ان کے سب اختیارات اگر بعطائے الٰہی اولیاء کرام میں تسلیم کر لیے جائیں تو یہ شرک نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بریلوی مذہب میں اولیاء اللہ کو حقیقی طور پر خدائی طاقتوں کا مالک سمجھا جاتا ہے اور اسی تصور اور عقیدہ سے یہ لوگ ان کی درگاہوں پر حاضری دیتے ہیں اور ان کو اپنی حاجتوں میں پکارتے ہیں۔

اگر خان صاحب اصحاب التکوین سے وہ اولیاء مراد لیتے جو خدا کے تکوینی نظام میں بمنزلہ آلہ اور جارحہ کار فرما ہوتے ہیں اور ان کا ان امور میں کوئی اختیار نہیں ہوتا جیسے ملک الموت

کا کسی کو موت دینے میں اپنا کوئی اختیار نہیں تو اس تکوین کی اسناد غیر خدا کی طرف بیشک شرک نہ تھی لیکن کریں کیا خان صاحب تو برملا ان کے لیے کن فیکون کے اختیارات کے قائل ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ ان اولیاء کرام کا اپنا حکم جہاں میں نافذ ہوتا ہے اور ہر چیز پر انہی کا قبضہ ہے

ایک غلط فہمی کا ازالہ

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ولایت کا فیض تمام اولیاء اللہ تک پھیلا ہوا تھا[1] اور پورے عالم امکان میں ان کے روحانی اثرات تھے۔ لیکن اس سے یہ بات ہرگز نہیں نکلتی کہ ان کے ہاتھ میں کن فیکون کے اختیارات تھے۔ عالم امکان اور کن فیکون کے اختیارات میں زمین و آسمان کا سا فرق ہے۔

تکوینی امور ان کے سپرد ہوں جیسے بعض تکوینی کام حضرت خضر کے سپرد تھے بلکہ ان کا حکم آسمانوں تک بھی چلے تو یہ سب اسی درجے میں ہوگا جیسے اللہ تعالیٰ بعض تکوینی امور فرشتوں کے سپرد کر دیتے ہیں اور انہیں سرانجام دینے کی قوت اور اختیارات انہیں عطا کیے جاتے ہیں۔ یہ اصحاب التکوین بسم اللہ منٹ کہتے ہیں اور خدا تعالیٰ کن کہہ کر اس فعل کو وجود بخشتا ہے۔ اس پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اصحاب التکوین کلیۃً امر الٰہی کے تحت ہوتے ہیں کن فیکون کی طاقت ان کے پاس نہیں ہوتی کہ کن کہہ کر جہان پیدا کر دیں۔

مولانا احمد رضا خاں کے مذکورہ بالا اشعار پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کل امور پر حضرت شیخ کے قبضہ اور تصرف کا عقیدہ رکھتے تھے اور وہ تکوینی کام میں نہیں بلکہ کن فیکون کے اختیارات کے ساتھ۔ اگر یہ شرک نہیں تو کون سا ایمان ہے؟

ہم مولانا احمد رضا خاں کو تاویل کا حق ضرور دیتے ہیں کہ ان کی مراد محض روحانی امور ہوں

---

[1] یہ بات گو اپنی جگہ حقیقت ہے لیکن اسے عقیدہ نہیں کہا جا سکتا۔ عقیدہ وہ ہوتا ہے جو دلائل قطعیہ یقینیہ سے ثابت ہو۔ جو بات بزرگوں کے مشاہدات و تجربات سے معلوم ہو وہ ولایت کے ذوقی امور تو ہو سکتے ہیں اور اپنے حلقوں میں مقبول و ممتاز بھی لیکن اسے عقیدہ کا درجہ نہیں دیا جا سکتا کہ اس کے منکر کو گمراہ اور بے دین کہا جائے۔

گئے لیکن کیا کریں ایک لفظ ہوتا تو اسے مجازی معنی پر محمول کر لیتے، لیکن جب ایک مفہوم متواتر اور مکرر لفظوں میں بیان ہو جیسے ذی تصرف، ماذون، مختار اور مدبر کائنات جیسے الفاظ ایک مفہوم کے لیے یکے بعد دیگرے آگئیں تو سوائے حقیقت کے اور کوئی معنی مراد نہیں لیا جا سکتا۔ مولانا احمد رضا خاں کا یہ شعر سب کے سامنے ہے، اس پر غور کریں کہ آپ نے تاویل کی کونسی گنجائش اس میں چھوڑی ہے:

ذی تصرف بھی ہے ماذون بھی مختار بھی ہے　　کار عالم کا مدبر بھی ہے عبدالقادر[1]

اس قدر جرأت تو مشرکین عرب کو بھی نہ ہوئی تھی کہ اپنے معبودوں کو مدبر کائنات قرار دیں ان سے پوچھا جاتا مَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ تو جواب میں یہی کہتے اللہ ہی کائنات کا مدبر ہے[2]۔ بایں ہمہ قرآن کریم انہیں مشرکوں میں شمار کرتا ہے۔ مگر بریلوی علماء اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔

اہل بیت کی تکوین سے نسبت

احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت طاہرہ قیامت تک باقی رہے گی اور آخری خلیفہ راشد حضرت مہدی آپ کی اولاد میں سے ہوں گے۔ تقریباً سب اہل اسلام تکوین کائنات اور قیام عالم کو حضورؐ کی ذریت طاہرہ سے وابستہ مانتے ہیں لیکن یہ بات اب تک کسی امام نے نہیں کہی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کو کن فیکون کے اختیارات بھی حاصل ہیں۔ لفظ تکوین سے مغالطہ کھا کر کن فیکون کے خدائی اختیارات مخلوق کے لیے ثابت کرنا اسلام کے عقیدۂ توحید کے سراسر خلاف ہے۔ مگر بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت امام حسینؓ میدان کربلا میں کن فیکون کے سارے اختیارات رکھتے ہوئے شمر لعین کے ہاتھوں شہید ہوئے تھے۔ اس عقیدہ کے ہوتے ہوئے کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ بریلوی اسلام کے عقیدۂ توحید پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور مشرکین عرب کے عقیدہ سے مختلف ہیں۔

---

[1] حدائق بخشش حصہ اول صفحہ ۴۶　　[2] پ۱۱ سورۂ یونس آیت ۳۱۔

فرقہ مفوضہ کے عقائد

شیعوں میں ایک فرقہ مفوضہ بھی ہوا ہے۔ تفویض کے معنی سپرد کرنے کے ہیں۔ فرقہ مفوضہ کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کن فیکون کی باگ ڈور اور تدبیر کائنات آئمہ اور اولیاء کے سپرد کر رکھی ہے۔ اکابر اہل سنت ہمیشہ اس کی تردید کرتے رہے، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خلق عالم (جہاں کو پیدا کرنا) اور اس کی ربوبیت (اسے چلانا) اپنی کسی مخلوق کے سپرد کر دے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی باطل فرقوں میں ان لوگوں کو بھی کھڑا کرتے ہیں جو یہ اعتقاد رکھیں کہ دنیا کو پیدا کرنے اور تدبیر کائنات کے اختیارات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعطائے الٰہی حاصل تھے۔ حضرت شیخ رح لکھتے ہیں:

المفوضة فهم القائلون ان الله فوض تدبير الخلق الى
الائمة وان الله اقدر النبي صلى الله عليه وسلم على خلق
العالم وتدبيره [1]

ترجمہ: مفوضہ فرقے کے لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تدبیر
کائنات آئمہ کے سپرد کر رکھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کو بھی جہان کے پیدا کرنے اور اس کی تدبیر پر قدرت بخش رکھی ہے۔

آئمہ اہل بیت کا بھی یہ عقیدہ ہرگز نہ تھا جو ان کے غلط پیرووں نے ان کی طرف منسوب کر رکھا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رح نے حضرت امام جعفر صادق رض سے پوچھا:

هل فوض الله الامر الى عباده [2]

کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے کام اپنے بندوں کو سونپ رکھے ہیں

اس پر امام جعفر صادق رض نے فرمایا:

---

[1] غنیۃ الطالبین صہ ۲۰۲ [2] مکتوبات حضرت خواجہ محمد معصوم حصہ سوم صہ ۹

الله تعالیٰ اجل من ان یفوض الربوبیۃ الی العباد

اللہ تعالیٰ اس سے بلند ہے کہ اپنی ربوبیت اپنے بندوں کے سپرد کر دے

محقق اہل السنۃ والجماعۃ علامہ سید شریف جرجانیؒ (۸۱۶ھ) لکھتے ہیں :

المفوضۃ قالوا ان اللہ فوض خلق الدنیا الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم [1]

ترجمہ : مفوضہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کا پیدا کرنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر رکھا ہے

بریلوی مفوضہ کے نقش قدم پر

مولانا احمد رضا خاں نے سُنی مسلمانوں کو اپنے مسلک سے بچانے اور فرقہ مفوضہ کے نقش قدم پر لانے کے لیے اس نظریہ کی بہت اشاعت کی کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت غوث پاکؒ کو تدبیر کائنات اور کن فیکون کے سارے اختیارات سپرد کر دیے ہیں اور اب جملہ کاروبار عالم حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ ہی سرانجام دے رہے ہیں۔ لوگوں کی زندگی و موت صحت و بیماری رزق و تنگدستی سب آپ ہی تدبیر فرماتے ہیں۔

اسلام کی رُو سے اللہ رب العزت بے شک بادشاہ ہے لیکن اس کا کوئی وزیر نہیں۔ وزیر کا معنی ہے "بوجھ اُٹھانے والا"۔ بادشاہ کا وزیر اعظم اس کی طرف سے سلطنت کا بوجھ اُٹھاتا ہے۔ اللہ رب العزت کے لیے نظام کائنات اور تدبیر امور کوئی بوجھ نہیں ؛ نہ وہ کام سے تھکتا ہے نہ بیک وقت سب کی طرف متوجہ ہونے میں اسے کوئی مزاحمت ہے نہ اسے کبھی آرام کی حاجت ہے

کوئی نبی خدا تعالیٰ کا وزیر نہیں ہو سکتا کیونکہ وزیر وہ جو بادشاہ کی ضرورت پوری کرنے کے لیے اس کی مدد کرے اور سلطنت کا بوجھ اُٹھائے۔ رب تعالیٰ ضرورتوں سے پاک اور بے نیاز ہے۔ [2]

---

[1] شرح مواقف صہ ۳۶۷

[2] نور العرفان صہ ۵۶۸ نمبر ۱

مگر بریلوی مذہب یہ ہے :

مگر اس کلمہ محمد کو اللہ کے ساتھ بہت ہی مناسبت ہے ... جس سے
معلوم ہوا کہ رب سلطان اور محمد رسول اللہ وزیر اعظم [1]

یعنی وہی رب تعالیٰ جو پہلے ضرورتوں سے پاک اور منزہ بے نیاز تھا اب وزیر اعظم کا طلبگار ہو گیا جو اس کی ضرورت پوری کرنے کے لیے اس کی امداد کرے۔

بزرگوں نے سچ کہا کہ مشرک کبھی ایک ڈھب نہیں بیٹھتا اور کسی ایک پہلو پر اسے سکون نہیں ہوتا ہے۔

اِدھر کہتے نہیں بنتی اُدھر کہتے نہیں بنتی   کبھی وہ بات کہتے ہیں کبھی یہ بات کہتے ہیں

دل چاہتا ہے مولانا حامد رضا خاں صاحب کی پریشانی بھی یہاں ذکر کر دیں :

خدا کہتے نہیں بنتی جُدا کہتے نہیں بنتی   خدا پر اس کو چھوڑا ہے وہی جانے کیا تم ہو [2]

حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کو کن مکن کے پورے اختیارات

افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں نے حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ (جنھوں نے سنت کی برملا تردید فرمائی تھی) پر ہی اپنے عقیدہ تفویض کی مشق شروع کر دی۔ انھیں مخاطب کرتے ہوئے آپ اپنے عقیدہ تفویض کا یوں اظہار کرتے ہیں :

احد سے احمد اور احمد سے سب تجھ کو   کن اور سب کن مکن حاصل ہے یا غوث
تصرف والے سب مظہر ہیں تیرے   تو ہی اس پردے میں فاعل ہے یا غوث [3]

(یعنی ، احد (اللہ تعالیٰ) سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اور حضورؐ سے آپ کو اے غوث پاک کن فیکون کے کل اختیارات حاصل ہیں۔ آپ جو چاہیں کریں اور جو چاہیں نہ کریں، دُنیا میں جن کے سپرد بھی کسی قسم کا کوئی تصرف ہے وہ سب آپ کے آگے نمائندے ہیں۔ ان کے

---

[1] شانِ حبیب الرحمٰن صـ ۱۷۳   [2] حدائق بخشش حصہ دوم صـ ۱۰۴   [3] ایضاً صـ ۹

چھپے حقیقی فاعل آپ کی ہی ذات ہے جو تدبیر کائنات کر رہی ہے۔

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

ذی تصرف بھی ہے ماذون بھی مختار بھی ہے   کار عالم کا مدبر بھی ہے عبدالقادر [1]

(یعنی) حضرت شیخ عبدالقادرؒ تصرف بھی فرماتے ہیں، اذن یافتہ بھی ہیں پورے اختیارات رکھتے ہیں۔ دنیا کے پورے کارخانے کو آپ ہی چلا رہے ہیں۔ تدبیر کائنات آپ کے ہی سپرد ہے۔ آپ ہی مدبر کائنات ہیں۔

یہاں بے اختیار دل چاہتا ہے کہ قرآن پاک کی آیت شریفہ نقل کر دی جائے جس سے واضح ہوتا ہے کہ تدبیر کائنات اللہ تعالیٰ ہی فرماتے ہیں۔

یدبر الامر ما من شفیع الا من بعد اذنہ ذالکم اللہ ربکم فاعبدوہ افلا تذکرون [2]

ترجمہ: وہی کام کی تدبیر فرماتا ہے۔ اس کے اذن کے بغیر کوئی شفاعت کرنے والا نہیں یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے۔ سو اسی کی عبادت کرو۔ کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

یدبر الامر من السماء الی الارض [3]

ترجمہ: وہ آسمان سے لے کر زمین تک ہر امر کی تدبیر کرتا ہے

معلوم ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی غیر فانی طاقتوں میں اتنے کھو سے جا چکے تھے کہ وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کا ہی روپ سمجھتے تھے۔

حضرت کا خدا پر رعب

بریلوی عقائد کے مطابق حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اس قدر اونچے جا چکے تھے

---

[1] حدائق حصہ اول ص ۴۴   [2] پ ۱۱ سورہ یونس ع ۱   [3] پ ۲۱ سورہ سجدہ ع ۱

کو خدا بھی اُن کے حکم سے چلتا تھا۔ حضرت شیخ عالم بشریت میں تو بہت بعد میں آئے لیکن ان کے عقیدے میں ان کا وجود زمین و آسمان کے بننے سے پہلے بھی قائم تھا۔ مولانا احمد رضا فرماتے ہیں:

بغیر غوث کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے [۱]

قرآن کریم اس باب میں کیا کہتا ہے، یہ بھی سن لیجئے:

ان اللہ یمسک السموات والارض ان تزولا ○ ولئن زالتا ان امسکھما من احد من بعدہ ؕ انہ کان حلیما غفورا [۲]

ترجمہ: بیشک اللہ ہی آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ اپنی جگہ سے ہل نہ جائیں اور اگر وہ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں تو اس کے بعد کوئی بھی انہیں تھام نہیں سکتا۔ بیشک وہ بردبار ہے بخشنے والا۔

شیخ کو سورج روز سلام کرتا ہے

مولانا احمد رضا خاں کے عقیدے میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اس وقت بھی صاحب مسند تھے جب سورج ابھی طلوع نہ ہوا تھا اور ماہ و سال کی یہ گردش قائم نہ ہوئی تھی۔ مولانا احمد رضا خاں حضرت شیخ کی طرف نسبت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

سورج تب طلوع نہیں کرتا جب تک کہ مجھ پر سلام نہ کرے، نیا سال جب آتا ہے مجھ پر سلام کرتا ہے اور مجھے خبر دیتا ہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے، اسی طرح نیا مہینہ، نیا ہفتہ، نیا دن مجھ پر سلام کرتے ہیں اور مجھے ہر ہونے والی بات کی خبر دیتے ہیں۔ [۳]

اگر حضرت شیخ خود تدبیر کائنات کر رہے ہوتے اور مدبر عالم ہوتے جیسا کہ مولانا احمد رضا خاں نے لکھا ہے تو وہ خود سال و ماہ اور ہفتہ و دن سے ہونے والے امور کی اطلاع کیوں پا

[۱] ملفوظات حصہ اول صفحہ ۱۳۹ [۲] سورۃ فاطر ع ۵ [۳] الامن والعلی صفحہ ۱۱۲

وجہ ہوتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت میں ان لوگوں کے ہاں صرف حضرت شیخ کے قدیم ہونے کا ایہام پیدا کرنا مقصود تھا اس لیے یہ بر کائنات یہاں ان کے سپرو نہ بتلائی گئی جو بات غیر الٰہی نظام پر موقوف ہو اس میں اسی طرح کے تضادات ہوتے ہیں۔ حضرت شیخ ان کے باپ اگر قدیم ازلی نہیں تو کم از کم باقی مخلوقات پیدا ہونے سے پہلے ضرور موجود تھے۔

اہل علم حضرات اولیاء کرام سے کبھی اس طرح کی بات سنیں تو اسے ان کے مقامات پر محمول کرتے ہیں۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ قدس اللہ سرہ کے نام پر اگر کہیں کہ سورج طلوع سے پہلے مجھے سلام کرتا ہے تو اسے اپنا عقیدہ بنانا ہرگز درست نہ ہوگا بلکہ یہی سمجھا جائے گا کہ سورج طلوع سے پہلے اللہ رب العزت کے حضور میں سجدہ کرتا ہے جیسے وہ غروب کے وقت سجدہ کرتا ہے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

فانها تذهب حتى تسجد تحت العرش (صحیح بخاری جلد ۲ صـ ۱۵۴)

سورج چلتا ہے یہاں تک کہ عرش کے نیچے سجدہ کرے

حضرت شیخ جب ایسی بات کہیں کہ سورج طلوع یا غروب سے پہلے مجھے سلام کرتا ہے تو مومن کو چاہیے کہ اسے اس حدیث کے مطابق خدا کی بات سمجھے اور حضرت شیخ کے متعلق یہ خیال کرے کہ آپ اللہ کی طرف سے یہ بات بتا رہے ہیں نہ کہ اپنی طرف سے۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود　　　گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

یہ بات اخذ کرنا کہ یہ مقام حضرت شیخ کا ہے کہ سورج طلوع سے پہلے ہر روز انہیں سلام کرتا ہے اور حضرت شیخ جب یہ بات کہہ رہے تھے اس وقت وہ کسی خاص مقام الوہیت پر تھے بریلوی مذہب میں ہی لائق قبول ہو سکتا ہے ورنہ سلیم فطرت انسان تو یہی کہیں گے کہ اللہ کی ذات اس لائق ہے کہ سورج ہر روز بوقت طلوع و غروب اسے سجدہ کرے۔

خود مولوی احمد رضا خان اور ان کے جانشین بریلوی حضرات بعض اوقات کہہ دیتے ہیں کہ اگر تدبیر کائنات صرف اللہ کے ہی ہاتھ میں ہے تو اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قاسم

(بانٹنے والا) کس لیے بنایا؟ قاسم کا منصب ہی یہ ہے کہ سب جملہ تقسیمات پر اسی کا ہاتھ ہے اور آپ اگر یہ سارا اختیارِ تقسیم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے سپرد کر دیں اور خود کرم فرمائیں تو اس میں تعجب کی کون سی بات ہے۔

حدیث انما انا قاسم کی تشریح

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین وانما انا قاسم ویعطی اللہ ولن یزال امر ھذہ الامۃ مستقیما حتی تقوم الساعۃ او حتی یاتی امر اللہ [١]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین میں فقیہ بنا دیتا ہے اور میں تو صرف بانٹنے والا ہوں اور اللہ دیتا ہے اور اس امت کا معاملہ ہمیشہ سیدھا رہے گا یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے یا یہ کہ کوئی حکمِ خداوندی آ جائے۔

آپ نے جس سیاق میں اپنے قاسم ہونے کو بیان فرمایا وہ علم کا موضوع ہے۔ اس سے مراد علمی فیوض و برکات کی تقسیم ہے۔ علم کا مخزن خدا کی ذات ہے۔ اس نے وحی متلو (قرآن) اور وحی غیر متلو (حدیث) کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم و معارف کی دولت عطا فرمائی۔ آپ نے پھر آگے اسے تمام دنیا میں پھیلایا۔ ہر کسی نے اس علمی دولت کو اپنے اپنے ظرف کے مطابق حاصل کیا اور حضور یہ نعمتیں پھیلاتے چلے گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہی علمی فیوض و برکات کو پھیلانے اور بانٹنے کے لیے مبعوث ہوئے تھے۔ علماء اہلِ سنت میں سے کسی نے اس حدیث سے کن فیکون کے اختیارات

---

[١] صحیح بخاری جلد ١ صفحہ ٢٥ ، مشکوٰۃ شریف صفحہ ٣٢

رزقِ دنیا، اولادِ دنیا، شفا دنیا، زندگی دنیا وغیرہ کی نعمتیں دنیا مراد نہیں لی۔ علمی فیوض و برکات جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم فرمائے ان میں سے بھی ہر ایک کو اتنا ہی ملا جتنا اللہ تعالےٰ نے اس کے لیے مقدر فرما دیا اور وہی ان کا دینے والا تھا۔

آفتاب کا نور ہر جگہ پھیلتا ہے لیکن ہر جگہ اور ہر چیز اپنی فطرت اور اپنے ظرف کے مطابق اس سے فیضیاب ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے علمی فیوض و برکات قولاً عملاً عام پھیلائے لیکن ہر ایک نے انہیں اپنے فہم و استعداد کے مطابق حاصل کیا۔ پس دینے والا وہی ایک ہے جو فہم و استعداد عطا فرماتا ہے اور فیض پانے کے فیصلے فرماتا ہے۔ حضرت علامہ تورپشتی حنفی مشکوٰۃ کی شرح میں لکھتے ہیں کہ انما انا قاسم کا اشارہ اس طرف ہے: ما یلقی الیھم من العلم والحکمۃ

جو علم انہیں پہنچایا جائے اور حکمت انہیں دی جائے

محدث کبیر ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:

انما انا قاسم ای للعلم واللہ یعطی الفھم فی العلم بمبناہ والتفکر فی معناہ والعمل بمقتضاہ [1]

ترجمہ: میں بانٹنے والا ہوں یعنی علم کا اور اللہ دینے والا ہے یعنی اس کے مبنیٰ کی سمجھ اس کے معنی میں غور اور اس کے تقاضوں پر عمل۔

اس سے پتہ چلا کہ اس کے مبنیٰ کی سمجھ معنی کی حقیقت اور عمل کی توفیق سب خدا کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہے دے اور جتنا چاہے دے کوئی اس کا ہاتھ پکڑنے والا نہیں۔ ہاں ان کے پھیلانے اور تقسیم عام کرنے کی ذمہ داری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سونپی گئی۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

ان الامر کلہ بید اللہ وھو المعطی لمن شاء ما شاء [2]

---

[1] مرقاۃ جلد ۱ صفحہ ۲۹۰ [2] لمعات التنقیح جلد ۱ صفحہ ۲۵۴

ترجمہ: بیشک سب اختیارات اللہ کے ہاتھ میں ہیں اور وہ دینے والا ہے جسے چاہے اور جتنا چاہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ غنائم کی تقسیم کے موقعہ پر بھی اپنے لیے قاسم کا لفظ استعمال فرمایا لیکن اس کے ساتھ ہی یہ تصریح فرمائی کہ میں اسی طرح ان کی تقسیم کرتا ہوں جس طرح مجھے حکم دیا گیا ہے یعنی یہ تقسیم بھی میرے اپنے اختیار اور مرضی سے نہیں اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما اعطیکم ولا امنعکم انا قاسم اضع حیث امرت [1]

ترجمہ: میں تمہیں نہ دیتا ہوں نہ روکتا ہوں میں تو بانٹنے والا ہوں۔ وہیں رکھتا ہوں جہاں کا مجھے حکم ملتا ہے۔

امام نووی (۶۷۶ھ) صدقات پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

معناه ان المعطی حقیقة هو الله تعالی ولست انا معطیا وانما انا خازن علی ما عندی ثم اقسم ما امرت بقسمته علی حسب ما امرت به فالامور کلها بمشیئة الله تعالی وتقدیره والانسان مصروف مربوب [2]

ترجمہ: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ دینے والا حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی ہے میں دینے والا نہیں ہوں۔ خدا نے مجھے خازن بنایا ہے میں اسی کے حکم کے تحت اس کی تقسیم کرتا ہوں۔ سب معاملے اللہ تعالیٰ کی مشیت تقدیر کے تحت ہیں اور انسان تو تصرف اور تربیت کے تحت ہیں۔

اس تفصیل سے پتہ چلا کہ اکابر اہل سنت کے نزدیک اصل حدیث کا تعلق علمی فیوض و برکات سے ہے یا غنائم و صدقات کی تقسیم سے جو حضور بامر الٰہی سرانجام دیتے تھے۔ محدثین ان احادیث کو علم اور غنائم کے ابواب دونوں میں روایت کرتے ہیں۔ کسی نے اس حدیث کو رزق

---

[1] صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۴۳ [2] شرح مسلم شریف صفحہ ۳۳۲

کے فیصلوں اور اس کی تقسیم سے متعلق نہیں کیا۔

اب مولانا احمد رضا خاں کو دیکھئے کہ اس حدیث کو کہاں سے اٹھا کر کہاں جا چسپاں کرتے ہیں:

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم ۔۔۔ رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں [1]

پھر دیکھئے رزق کی یہاں تقسیم مراد نہیں رکھی بلکہ رزق کھلانا آپ کی طرف نسبت کیا ہے۔ کوئی شخص جب تحریف پر آجائے تو بات کہاں سے کہاں پہنچ دیتا ہے۔ کجا ان اکابر اہل سنت کی تصریحات اور کجا اہل بدعت کی یہ تحریفات۔ قال اللہ تعالیٰ۔ یہ لوگ اس تحریف میں پھر یہاں تک بڑھے کہ حضور کو سب اختیارات کا مالک قرار دے کر اللہ تعالیٰ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک منشی دکلرک، لگا دیا جو قلمدان اٹھائے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

اللہ تعالیٰ کو منشی کہنے کی گستاخی

بریلوی مذہب میں خدا تعالیٰ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتحت ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیتے جائیں اور اللہ تعالیٰ آپ کا منشی بن کر قلمدان لیے ساتھ ساتھ تعمیل حکم کرتا جائے۔ (معاذ اللہ واستغفر اللہ)

نعمتیں بانٹتا جس طرف وہ ذیشان گیا ۔۔۔ ساتھ ہی منشیٔ رحمت کا قلمدان گیا [2]

(تشریح) مولانا احمد رضا خاں حدیث انما انا قاسم واللہ یعطی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے (کہ حضور بانٹنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ دینے والے ہیں) فرماتے ہیں کہ حضور نعمتیں بانٹتے ہیں مگر یہ نہیں کہتے کہ دینے والا اللہ ہے بلکہ کہتے ہیں کہ اللہ تو حضور کا منشی لگا ہوا ہے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔

رہا یہ سوال کہ خدا آپ کا منشی بنا قلمدان اٹھائے کہاں کہاں ساتھ پھرتا ہے اس کا جواب مولانا احمد رضا خاں نے نہیں دیا۔ یہ کسر ان کے سکندر لکھنوی نے پوری کر دی۔ ؎ اگر پدر نتواند پسر تمام کند۔ انکے ہاں خدا مدینہ کی گلیوں میں پھرتا تھا۔

---

[1] حدائق بخشش حصہ سوم ص۔۔ [2] حدائق حصہ اول ص۔۔

خدا مدینے کی گلیوں میں

جناب اسکندر لکھنوی صاحب لکھتے ہیں :

خدا سمجھے یا خدا نہ جانا   مگر خدا سے جدا نہ جانا
خدا کے محبوب تیرے صدقے   خدا کو پایا تری گلی میں [1]

سکندر لکھنوی صاحب کی اس کتاب پر مولانا عبدالمصطفےٰ ازہری مولانا احمد سعید کاظمی اور مولوی غلام علی اوکاڑوی جیسوں کی تقریظیں موجود ہیں۔ یہ اس بات کا بھی ثبوت ہیں کہ بریلویوں کا عقیدہ یہ ہے کہ مدینہ کی گلیوں میں خدا چلتا پھرتا تھا حضور تو مختیں بانٹتے تھے اس لئے پھرتے تھے خدا وہاں کس لئے ساتھ تھا ؟ بریلوی عقیدہ رکھتے ہیں کہ خدا قدم بقدم آپ کے ساتھ ساتھ تھا کہ آپ جسکو دیں خدا اسے لکھتا رہے۔

مولانا احمد رضا خان کا عقیدہ توحید آپ نے دیکھ لیا اور یہ بھی دیکھ لیا کہ آپ توحید کے چشمہ صافی کو اپنے لیے کتنا گدلا کر چکے تھے۔ آپ کا عقیدہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بارے میں اس قدر غلو آمیز تھا کہ آپ سمجھتے تھے کہ خدا تعالیٰ پر بھی حضرت شیخ کا رعب چلتا ہے

حضرت غوث پاک کا خدا پر رعب

بریلوی مذہب میں خدا صرف حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتحت نہیں۔ آپ پہلے پڑھ آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضور کے منشی ہیں اور ساتھ ساتھ قلمدان اٹھائے پھرتے ہیں بلکہ اس ذات جل وعلا پہ حضرت غوث پاک کا بھی رعب چلتا ہے۔ سوانح حیات اعلیٰحضرت بریلوی میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت غوث پاک اپنی مسجد میں وعظ فرما رہے تھے۔

ابھی وعظ فرما ہی رہے تھے کہ پانی برسنے لگا۔ سننے والے کچھ پریشان ہونے لگے۔ آپ نے آسمان کی طرف دیکھا اور اپنے رب سے عرض کیا

---

[1] ذاکرہ نمبر ص ۵ مطبوعہ خلیل بکڈپو کراچی

> کہ اے رب العزت میں تو تیرا اور تیرے محبوب کا ذکر سنا رہا تھا۔ اور تو پانی برسا کر سننے والوں کو پریشان کر رہا ہے۔ لکھا ہے کہ آپ کا اتنا فرمانا تھا کہ مسجد کے چاروں طرف شدت کی بارش ہوتی رہی مگر مسجد میں ایک قطرہ پانی کا نہیں آتا تھا۔ [۱]

یہ وہ باتیں ہیں جو مریدوں نے اپنے پیروں کے بارے میں تصنیف کر رکھی ہیں لیکن حقیقت کے طالب مریدوں کی عقیدت مندی سے نہیں بزرگوں کی اپنی حق پسندی سے حقیقت کا درس لیتے ہیں اور یہی مرید صادق ہوتے ہیں۔

غوث کے بغیر زمین و آسمان نہیں رہ سکتے

مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں:

> بغیر غوث کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے [۲]

مولانا احمد رضا خاں حضرت غوث پاک کی طرف نسبت کرکے لکھتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

> آفتاب طلوع نہیں کرتا جب تک مجھ پر سلام نہ کرے۔ نیا سال جب آتا ہے مجھ پر سلام کرتا ہے اور مجھے خبر دیتا ہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے۔ اس طرح نیا مہینہ، نیا ہفتہ، نیا دن مجھ پر سلام کرتے اور مجھے ہر ہونے والی بات کی خبر دیتے ہیں۔ [۳]

بریلوی صرف حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو ہی خدا کے ساتھ شریک نہیں کرتے دیگر اولیائے کرام کے بارے میں بھی ان کا یہی عقیدہ ہے۔ کیا حضرت شیخ عبدالقادرؒ سے پہلے زمین و آسمان اور سورج نہ تھے۔ اگر تھے تو وہ کیسے قائم ہوئے اور کیسے قائم رہتے تھے۔

---

[۱] سوانح حیات اعلیٰ حضرت بریلوی صہ ۱۳۲ [۲] ملفوظات حصہ اول صہ ۱۰۹ [۳] ازمن و اعلیٰ حصہ ۲

حضرت جنید بغدادیؒ کو خدا پر فضیلت دینا

ایک دفعہ حضرت جنید بغدادیؒ دریائے دجلہ کو زمین کی طرح پار رہے تھے اور لاشراف کہہ رہے تھے۔ آپ کو دیکھ کر ایک اور شخص نے اسی طرح دریا پار کرنے کی استدعا کی اس پر مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں کہ:

فرمایا یا جنید یا جنید کہتا چلا آ۔ اس نے یہی کیا اور دریا پر زمین کی طرح چلنے لگا۔ جب بیچ دریا کے پہنچا شیطان لعین نے دل میں وسوسہ ڈالا کہ حضرت خود تو یا اللہ کہیں اور مجھ سے یا جنید کہلواتے ہیں، میں بھی یا اللہ کیوں نہ کہوں۔ اس نے یا اللہ کہا اور ساتھ ہی غوطہ کھایا، پکارا حضرت میں چلا، فرمایا وہی کہہ یا جنید یا جنید۔ جب کہا دریا سے پار ہوا۔ [1]

بزرگانِ دین کے عقیدے معلوم کرنے ہوں تو ان حضرات کی اصل کتابوں میں دیکھیے مولانا احمد رضا خاں کی کتابوں میں نہیں، ہم یہاں چند مثالیں پیش کیے دیتے ہیں:

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا عقیدۂ توحید

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ:

۱۔ اللہ والوں کو خوب معلوم ہے کہ مخلوق عاجز و کالعدم ہے۔ ان کے ہاتھ میں ہلاکت ہے نہ سلطنت، نہ ان کے قبضے میں دولتمندی ہے نہ مفلسی، نقصان ہے نہ نفع، ان کے نزدیک خدائے بزرگ و برتر کے سوا نہ کوئی بادشاہ ہے نہ صاحبِ اختیار، اس کے سوا دینے لینے والا کوئی نہیں، فائدہ نقصان بھی کوئی نہیں پہنچا سکتا اس کے سوا نہ کوئی زندہ کرتا ہے نہ مارتا ہے۔ [2]

---

[1] ملفوظات حصہ اول صفحہ ۱۰۱ [2] الفتح الربانی مجلس ۱۸ صفحہ ۲۲۵

۲۔ جب بندہ کسی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو پہلے تو وہ اس سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے اگر نہیں نکل سکتا تو مخلوقات سے مدد لیتا ہے، بادشاہوں سے، حاکموں سے، دنیاداروں سے، امیروں سے اور دکھ درد میں طبیبوں سے۔ جب ان سے بھی کام نہیں نکلتا تو اپنے پروردگار کی طرف گریہ وزاری حمد و ثنا سے رجوع کرتا ہے اور ہمیشہ سوال و دعا اور حاجت مندی کا اظہار کرتا رہتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے دعا سے بھی تھکا دیتے ہیں اور اس کی دعا قبول نہیں کرتے، یہاں تک کہ کل اسباب کٹ جاتے ہیں۔ اس وقت اس پر پوری تقدیر جاری ہوتی ہے اور وہ روح خالص بن جاتا ہے اور وہ صاحب یقین موحد بنتا ہے۔ قطعی طور پر جان لیتا ہے کہ درحقیقت خدا کے سوا نہ کوئی کچھ کرنے والا ہے، نہ حرکت اور سکون دینے والا، نہ اس کے سوا کسی کے ہاتھ میں اچھائی اور برائی نفع اور نقصان بخشش اور محرومی کشائش اور بندش موت اور زندگی عزت اور ذلت اور تونگری اور غریبی ہے۔ ۱؎

۳۔ زندگی اور موت، خوشی اور غم سب کچھ نبیوں اور ولیوں کو بھی اسی کی طرف سے آتے ہیں کسی کی مجال نہیں کہ دم مار سکے۔ ۲؎

۴۔ جو شخص مخلوق سے خواہ اللہ کے کتنے ہی پیارے ہوں نفع اور نقصان کی امید رکھتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص بادشاہ سے نہ ڈرے اور اس کے بندے سے ڈرے جو خود دوسرے کے ہاتھ میں ہے۔ ۳؎

۵۔ اپنے آپ پر خدا کے تقویٰ کو لازم رکھو، اللہ کے سوا کسی سے خوف نہ کھاؤ، نہ کسی سے امید رکھو، تمام حاجتیں اللہ کو سونپ دو، اس کے سوا کسی پر تکیہ نہ کرو، سب کچھ اسی سے طلب کرو اور اللہ سبحانہٗ کے سوا کسی پر بھروسہ نہ کرو، توحید پر قائم رہو کہ توحید پر سب کا اجماع ہے۔ ۴؎

۱؎ فتوح الغیب مقالہ [illegible] ۲؎ فتوح الغیب مقالہ [illegible] ۳؎ فتوح الغیب ۴؎ تکملہ فتوح الغیب

۹۔ اللہ کے سوا نہ کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع۔ اللہ کے سوا کوئی دافع بلیات نہیں۔ اللہ کے سوا کوئی بھلائی پہنچانے والا نہیں۔ اللہ کے سوا کوئی بیمار کرنے والا نہیں، کوئی آزمائش میں ڈالنے والا نہیں، کوئی صحت دینے والا نہیں، کوئی نجات دینے والا نہیں۔ لہٰذا تو مخلوق میں مشغول نہ ہو نہ ظاہراً نہ باطناً کیونکہ یہ بالیقین اللہ کے مقابلے میں تیرے کسی کام نہیں آسکتے۔ [1]

حضرت شیخ سرہندیؒ کا عقیدۂ توحید

پیغمبراں را علیہم الصلوات والتسلیمات کہ قریب بیک لکھ وبست وچہار ہزار گزشتہ اند خلائق را بعبادت خالق ترغیب فرمودہ اند وازعبادت غیر منع فرمودہ اند و خود را بندہ عاجز دانستہ اند و از ہیبت وعظمت او تعالیٰ ترسان ولرزان بودہ اند۔ ۔ ۔ ۔ ۔ خود را بشر مثل سائر بشر مے گفتند [2]

ترجمہ۔ بمارے پیغمبر کہ ایک لاکھ اور چوبیس ہزار کے قریب گزرے ہیں۔ ان سب پر درود وسلام ہو۔ سب نے مخلوق کو خالق کی عبادت کرنے کی ترغیب دی ہے اور غیر کی عبادت سے منع کیا ہے اور اپنے آپ کو بندہ عاجز سمجھتے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ہیبت اور عظمت سے ڈرتے اور کانپتے رہے ہیں ——————

اور اپنے آپ کو دوسرے انسانوں کی طرح انسان ہی کہتے رہے ہیں۔

حضرت امام ربانیؒ کی اس عبارت کو کہ انبیاء علیہم السلام سب اللہ کے بندے تھے یہ لوگ گستاخی پر محمول نہ کریں یہ کہنا کہ انھوں نے مختار کل کو بندہ عاجز بنا دیا۔ ہرگز صحیح نہیں بلکہ یہ کلام بالکل بے جا ہے اور مختار کل کا عقیدہ خلاف عقیدۂ اسلام ہے۔

---

[1] فتوح الغیب مقالہ ۵۹ [2] مکتوبات دفتر اول مکتوب نمبر ۱۶۷

پھر ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:۔

ایں قسم علوم کہ اثبات نسبت نماید درمیان واجب تعالیٰ وممکن وشرع بہ ثبوت آنہا وارد نشدہ است ہمہ از معارف سکریہ است و از نارسائی است بحقیقت معاملہ۔ ع ممکن چہ بود کہ ظل واجب باشد لے

ترجمہ:۔ اس قسم کے علوم جو واجب اور ممکن کے درمیان کسی قسم کی نسبت کو ثابت کرتے ہیں اور شرع میں ان کے ثبوت کے لئے کچھ وارد نہیں ہوا، سب شکر کے معارف میں سے ہیں اور اسکی وجہ حقیقت معاملہ تک نہ پہنچنا ہے۔

ع وہ ممکن ہی کیا جو واجب الوجود کا پرتو ہو۔

ان تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ واجب الوجود اور ممکن الوجود کے درمیان ایک برزخ ثابت کرنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس برزخی رتبہ پر لانے کی کوشش کرنا جیسا کہ مولانا احمد رضا خاں نے کیا ہے۔ شرع اس کی تائید نہیں کرتی، اور نہ اس کی اجازت دیتی ہے۔

جناب پیر مہر علی شاہ صاحب کا عقیدہ توحید

اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبولوں کو اتنی طاقت بخشی ہے کہ جس امر کی طرف دل سے متوجہ ہو جائیں اللہ تعالیٰ وہ کام کر دیتا ہے لیکن یہ ٹھیک نہیں کہ جس وقت چاہیں جو کچھ چاہیں ہو جائے کیونکہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے چچا ابو طالب کے واسطے یہی چاہتے تھے کہ وہ اسلام لاویں اور ظہور میں ایسا نہ آیا جس سے صاف پایا جاتا ہے کہ جب نبی کو کلی اختیار نہیں تو ولی کو کس طرح ہو، یہ تب ہو کہ نعوذ باللہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی نبی یا ولی کو سب اختیار دے کہ آپ معطل ہو بیٹھے اور یہ بالکل برخلاف عقیدہ اسلام ہے لے

لے مکتوبات دفتر سوم، مکتوب نمبر ۱۲۲۔ لے مکتوبات طیبات پیر چشتیہ ص ۱۴۰ مطبوعہ لاہور

غیراللہ کی نذر ماننے سے ایمان ضائع ہو جاتا ہے

جاہل لوگ جو پیروں کے لیے بکرا مانتے ہیں یا مرغ کی منت دیتے ہیں، یہ ایصالِ ثواب ہرگز نہیں۔ اس میں تقرب لغیر اللہ مقصود ہوتا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں کے والد مولانا نقی علی خاں اہلِ بدعت کا ماتم کرتے لکھتے ہیں کہ اس سے ایمان جاتا رہتا ہے:۔

> لاکھ طرح علمار قرآن اور حدیث سے سمجھائیں کہ خدا اور رسول کا حکم کسی کی خوشی کے لیے نا لانہ چاہیے۔ مگر جب گھر کی بی بی نے شیخ سدو کا بکرا! ملا صاحب کا مرغا مان لیا تو میاں کو کرنا ضروری ہے ایمان رہے یا نہ رہے۔ [1]

بریلویوں کا عقیدہ توحید

توحید کے چشمہ صافی کو گدلا کرنے میں بریلویوں نے جو گھناؤنے انداز اختیار کیے ہیں بطور نمونہ مشتے از خروارے ہم ان میں سے بعض ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔ ان میں مولانا احمد رضا خاں کے عقائد اور عام بریلوی کہلانے والوں کے عقائد سب کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔

بشریت کے پردے میں خدا

مولانا احمد رضا خاں کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے نور کا ٹکڑا تھے جو بشریت کے پردے میں زمین پر اُترا۔ خاں صاحب لکھتے ہیں:

اٹھا دو پردہ دکھا دو چہرہ کہ نورِ باری حجاب میں ہے

زمانہ تاریک ہو رہا ہے کہ مہر کب سے نقاب میں ہے [2]

پہلے مصرع میں یہ بات کہی گئی کہ بشریت کے پردہ میں آپ خدا کے نور ہیں پردہ

---

[1] سرور القلوب صـ۱۴۲ [2] حدائق حصہ اول صـ۵۰

اٹھا دیں تو واضح ہو جائے گا کہ آپ خود خدا ہیں (معاذ اللہ) یہاں نورِ باری میں اضافت تشریفی کی تاویل بھی نہیں چل سکتی کیونکہ اضافت تشریفی سے جب شرف بیان کیا جائے تو اس کے ساتھ پردہ حجاب یا ظاہر و باطن کے تقابل کی بحث کبھی نہیں ہوتی جہاں یہ الفاظ آجائیں وہاں دو ذات پیش نظر ہوتی ہے شرف و تشریف نہیں۔ حق بات یہ ہے کہ یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو مخلوق نور نہیں مانتے نورِ خالق سمجھتے ہیں جو بشریت کے پردے میں ظاہر ہوا اور اسی پر بس نہیں بریلویوں کے عقیدے میں تو خدا تعالیٰ ہی مدینہ کی گلیوں میں چل پھر رہا تھا (معاذ اللہ) مفتی احمد یار گجراتی ایک جگہ فرماتے ہیں:

اللہ کو بھی پایا مولا تیری گلی میں [۱]

یہاں مولا سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے جن کی گلیوں میں ان لوگوں کو خدا ملتا تھا۔ خدا کی شان میں یہ کتنی بڑی گستاخی ہے۔

حضورؐ نورِ مخلوق نہیں نورِ خالق ہیں

مولانا احمد رضا خاں کے مدرسہ کے نعت خواں خاص حافظ خلیل حسن ایک جگہ لکھتے ہیں:

نورِ خالق آپ کا نور السلام آپ ہیں نورٌ علیٰ نور السلام [۲]

دنیا میں جو چیز بھی نور ہے یا ہو سکتی ہے آپ اس سے بالا ایک نور ہیں کیونکہ آپ نورِ خالق (پیدا کرنے والے کے نور) ہیں۔ اس کا مطلب سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ آپ خود خدا ہیں۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ پھر ایک جگہ لکھتے ہیں:

نور سے تھا بنا نورِ خدا کے نور کا پر نہ خدا سے تھا جدا نورِ خدا کے نور کا [۳]

پہلا لفظ خدا اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، دوسرا لفظ خدا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لکھا گیا ہے اضافت تشریفی میں یہ کبھی دعویٰ نہیں ہوتا کہ یہ دو وجود آپس میں کبھی اور کہیں جدا نہیں ہوتے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

---

[۱] مواعظ نعیمیہ حصہ اول ص ۲۰ [۲] آئینہ بخشیہ ص ۱۵ [۳] تحفۂ حجاز ص

مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں :

شکل بشر میں نور الٰہی اگر نہ ہو — کیا قدر اس خمیرۂ ماء و مدر کی ہے[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر جنت کی مٹی سے تھا اور آپ کی وہ شان تھی کہ فرشتوں کا نور بھی اس کی برابری نہیں کر سکتا تھا۔ اسے یہ کہنا کہ یہ مٹی اور پانی کا خمیرہ کچھ لائق قدر نہ تھا کس قدر گستاخی اور بے ادبی ہے۔ "کیا قدر اس خمیرہ ماء و مدر کی ہے" میں استفہام انکاری ہے یعنی آپ کا جسد کچھ لائق قدر نہیں معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ اللہ تعالیٰ بریلویوں کو اس بے ادبی سے توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔

پردے میں ہونے اور پردے سے باہر آنے کا فرق

بریلوی مولوی غلام جہانیاں صاحب صدر پاکستان سنی تنظیم ڈیرہ غازی خان خدا اور خدائی کے فرق پر اکتفا نہیں کرتے۔ آپ لکھتے ہیں :

اللہ و محمد میں جو ہے فرق تو اتنا — واں پردہ نشینی ہے یہاں پردہ دری ہے
طالب وہی اللہ وہی احمد وہی نازک — افسوس کہاں سب یار کی جلوہ گری ہے[2]

(یعنی اللہ تعالیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اگر کچھ فرق ہے تو صرف اتنا کہ خدا تعالیٰ پردے میں ہے اور آپ پردہ سے باہر ہیں یعنی جو پردے میں تھا وہی پیغمبر ہو کر پردے سے باہر آگیا۔ اے طالب اللہ تعالیٰ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے پیر جناب نازک کریم تینوں ایک ہیں ایک ذات کے ہی تین نام ہیں۔ اللہ، احمد، نازک کریم یہ ایک دوسرے کے علاوہ کہاں۔ ایک میں تین اور تین میں ایک کی جلوہ گری ہے) معاذ اللہ۔ یہاں پر بے اختیار دل چاہتا ہے کہ قرآن کریم کی ایک آیت شریفہ تلاوت کر دی جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلثۃ[3]

---

[1] حدائق بخشش حصہ اول ص [illegible] [2] جنت القطاب ص [illegible] [3] پ [illegible] سورہ مائدہ ع [illegible]

ترجمہ: بیشک کافر ہوئے وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ بیشک خدا تین میں کا ایک ہے۔

پھر لکھتے ہیں:

در پردہ نور قدیم تو تی ۔۔۔ بے پردہ رؤف و رحیم تو تی [1]

یعنی پردے کے پیچھے ہوں تو آپ ہی ذات الٰہی ہیں اور پردے سے باہر آئیں تو آپ ہی رؤف رحیم ہیں، ایک ہی ذات جس کے دو جلوے ہیں (معاذ اللہ)

حضورؐ کے خدا ہونے کا دعویٰ

یہ بات معروف ہے کہ بریلوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کے نور ذات کا جزو قرار دیتے ہیں اور ان کے واعظ جھوم جھوم کر نورٌ من نور اللہ کی گردان کرتے ہیں، اس عقیدہ کی حمایت میں انہوں نے ایک مجموعہ نعت نور محمدؐ کے نام سے شائع کیا ہے۔

میں سو جاؤں یا مصطفیٰ کہتے کہتے ۔۔۔ کھلے آنکھ صلِّ علیٰ کہتے کہتے

حبیب خدا کو خدا کہتے کہتے ۔۔۔ خدا مل گیا مصطفیٰ کہتے کہتے

حبیب خدا کو خدا ماننا اور حضورؐ کو خدا کہنا قطعاً کفر ہے۔ یہ مجموعہ نعت بریلویوں نے آرٹ پریس لاہور سے چھپوا کر حبیب گنج لوہاری گیٹ لاہور سے شائع کیا ہے۔

اس عقیدے کو مولوی محمد یار فریدی پنجابی زبان میں ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

احد تاں احمد بنا کیوں نہ ڈیکھاں ۔۔۔ حبیب خدا کو خدا کیوں نہ ڈیکھاں [2]

میم صورت شے اتھے اور جیویں آیا ۔۔۔ محمد جسے او سے خدا کیوں نہ ڈیکھاں

(خلاصہ: احد اور احمد بالکل ایک ہیں۔ درمیان میں صرف میم کا پردہ ہے۔ مرحبیب خدا کو میں خدا ہی نہ کہوں، خدا وہ ذات ہے جو صورت اور شکل سے پاک ہے۔ اس بے صورت ذات نے جب ظہور چاہا تو وہ حضورؐ کی صورت میں ظاہر ہوا۔ حضورؐ کے پیچھے وہ اصل خدا ہی جلوہ گر تھا۔

---

[1] حقائق انتخاب صہ ۱۱۲ ۔۔۔ [2] دیوان محمدی صہ ۲۰

ان حوالوں کو بار بار ملاحظہ کیجیے۔ ان کے عقیدے میں شرک کا دخل کیا اب بھی کسی پردے میں رہ گیا ہے؟ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ ان کا عقیدہ ہے کہ میم کا یہ پردہ میدانِ حشر میں اٹھے گا اور حضور خود خدا کی صورت میں ظاہر ہوں گے۔

حضور کو خدا کہنے کا ایک اور پیرایہ

مولوی محمد یار ایک دوسرے مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں رقمطراز ہیں:

محمد مصطفےٰ محشر میں ظلّ بن کے نکلیں گے ۔۔۔ اٹھا کر میم کا پردہ ہویدا بن کے نکلیں گے
حقیقت جن کی مشکل تھی تماشا بن کے نکلیں گے ۔۔۔ جسے کہتے ہیں بندہ قل ھو اللہ بن کے نکلیں گے
بجاتے تھے جو انی عبدہٗ کی بنسری ہر دم ۔۔۔ خدا کے عرش پر انی انا اللہ کہتے نکلیں گے [1]

دیوانِ محمدی جس سے یہ حوالے لیے گئے ہیں۔ اس کا مقدمہ مولانا احمد سعید کاظمی نے مولوی محمد یار فریدی کے ایک شعر کی شرح کی صورت میں لکھا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بریلوی حلقوں میں کس طرح ان عقائد کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں کے دور سے فکر کی یہ تحقیق صدا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم واقعی خدا و قدرت ہیں۔ حضور کو خدا کا اوتار ماننا کیا ہندو عقائد کی ہی صدائے بازگشت نہیں؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں یہ گستاخی کہ آپ میدانِ حشر میں تماشا بنیں گے، ایک کھلا کفر ہے اور کسی طرح قابلِ درگزر نہیں۔ اسی پر بس نہیں بریلویوں نے حضور پر الٹی چال چلنے کا الزام بھی لگا دیا ——— یہی مولوی محمد یار لکھتے ہیں:

انھاں خود عبد سڈویندے ، محتاج حق نال رل ویندے
وانیں کوں چکر ڈیندے وے ، ہئی چال کیا بچھیں [2]

---

[1] دیوان صفحہ ۱۲۲ انی عبدہٗ کا معنی ہے میں اس کا بندہ ہوں اور انی انا اللہ کا معنی یہ ہے کہ میں اللہ ہی ہوں یعنی خود خدا ہوں۔ [2]

سرائیکی زبان سے سلیس اُردو میں

تمام عمر حضورؐ یہاں بندہ کہلاتے رہے۔ لیکن وہاں آپ محمد کے ساتھ جائیں گے۔ آپ دامنوں کو تنگ کر کے رہے۔ اس نئی چال کے بارے میں تم کیا پوچھتے ہو۔ (معاذ اللہ)

قرآن آپ کو کہے۔ انک لمن المرسلین، علی صراط مستقیم[1]۔ آپ رسولوں میں سے ہیں اور سیدھی راہ پر ہیں۔ اور بریلوی کہیں کہ آپ نئی چال ہی چلتے رہے۔ کیا یہ قرآن کریم کا کھلا انکار نہیں۔ نئی چال تو بریلویوں کی ہے کہ حضورؐ کی شان میں گستاخیاں بھی کرتے جا رہے ہیں اور حضورؐ کو خدا کی امت بھی کہتے ہیں۔ استغفر اللہ کیا یہی عقیدۂ توحید ہے؟

حضورؐ کو خداوند اعتقاد کرنا

حبیبِ خدا کو خدا کہتے کہتے یہ لوگ شرک میں اس طرح جا پھنسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ امی وابی کو صریح لفظوں میں خداوند امت کہا۔ مولانا احمد رضا خاں کے مخصوص نعت گو حافظ خلیل حسن نے ۱۳۳۰ھ میں مدرسہ بریلی کے سالانہ جلسہ میں یہ نظم پڑھی تھی۔

وہ عالم وہ فاضل وہ احمد رضا خاں — وہ سر خیلِ سر لشکرِ اہلِ سنت
کیا مدرسہ دیں کا جس نے قائم — ہوئی علم دیں پڑھنے والوں کی کثرت
رضائے خدا و نبی کے مقابل — یہ کیا مال ہے جس کو کہتے ہو دولت
اگر مال ہے بھی تو ہے مال کس کا — اگر ہے بھی دولت تو کس کی بدولت
ہے جس کی بدولت وہ محبوبِ رب ہے — خدائی کا آقا، خداوندِ امت[2]

عام لوگ اس لفظ خداوند سے کیا سمجھیں گے؟ حضورؐ کے بارے میں خدا ہونے کا وہم پیدا کرنا شرک پروری نہیں تو کونسی ایمانداری ہے؟

---

[1] پ ۲۲ یٰسین — [2] آئینہ پیغمبر ص —

حضورؐ کے لامکانی ہونے کا دعویٰ

بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ الرحمن علی العرش استویٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے اور آپ کی ہی منزل عرش ہے۔ آپ ہی مکین عرش ہیں اور لامکان کی اصل رونق آپ کی ہی ذات ہے۔

حافظ خلیل حسن صاحب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ انور میں تشریف فرما ہونے کے تصور میں نہیں آپ کے مکین عرش ہونے کے تصور سے آپ پر سلام پڑھتے ہیں۔

السلام اے عرش منزل السلام   لامکان کے شمع محفل السلام [۱]

مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں :

وہی نور حق وہی ظل رب ہے انہی سے سب ہے انہی کا سب ہے
نہیں ان کی ملک میں آسماں کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں
وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سر عرش تخت نشیں ہوئے
وہ نبی ہے جس کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں [۲]

حضورؐ کو خدا کا سایہ کہنا اور یہ کہنا کہ آپ ہی سے سب چیزیں کو وجود ملیں، زمین و آسمان سب آپ ہی کی ملک ہیں، زمانہ آپ کے حکم سے ہی گردش کرتا ہے۔ آپ ہی لامکان کے مکین اور مستوی علی العرش ہیں۔ یہ سب باتیں اپنی جگہ محل کلام ہیں لیکن آخر میں خدا تعالیٰ کے ذات لامکانی ہونے کے عنوان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مالک جمیع امکنہ و کائنات کہنا اور عجب تر ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے لامکان کے مکین کہا تو پھر اللہ تعالیٰ کے لامکانی ہونے کے عنوان سے خدا اور پیغمبر میں فرق کرنا خود اپنے ہی ہاتھوں اپنے تخیل کی عمارت گرانا ہے۔

---

[۱] آئینہ پیغمبر ص ۱   [۲] حدائق بخشش حصہ اول ص ۲۸

معراج کی رات خود اپنے آپ سے ملاقات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچے۔ مولانا احمد رضا خاں کے عقیدے میں اللہ تعالیٰ کا جلوہ اس رات خود اپنے آپ سے ہی ملاقات کر رہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں خود اپنے آپ سے ہی ملنے گئے تھے

وہی ہے اوّل وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اسکی طرف گئے تھے [1]

مولانا احمد رضا خاں کے نعت خواں خاص حافظ مصلح دین لکھتے ہیں :

آ گئے مکان سے لحظے میں لامکان تک نور خدا سے جا ملا نور خدا کے نور کا [2]

ان خیالات سے آپ اندازہ لگائیں کہ مولانا احمد رضا خاں نے کس بیدردی سے اسلام کے عقیدۂ توحید پر تلوار چلائی ہے۔

حضورؐ کے عین خدا ہونے کا دعویٰ

معراج کی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے قریب پہنچے۔ ایک تفسیر کے مطابق ثم دنی فتدلی ۔ فکان قاب قوسین او ادنی اس قرب حق کا بیان ہے۔ مولانا احمد رضا خاں فرماتے ہیں کہ یہ فاصلہ بھی ایک ظاہری پردہ تھا۔ یہ پردہ اٹھے تو صاف پتہ چل جائے کہ یہ دونوں تھے حقیقت میں ایک ہی تھا وہاں دوئی (دو) کا کیا سوال :

اٹھے جو قصر دنیٰ کے پردے کوئی خبر دے تو کیا خبر دے
وہاں تو جا ہی نہیں دوئی کی نہ کہہ وہ ہی نہ تھے ارے تھے [3]

یعنی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ وہاں دو ہستیاں تھیں۔ یہ نہ کہنا کہ وہی ذات برحق نہ تھے ارے وہی تو تھے۔ (معاذ اللہ)

---

[1] حدائق بخشش حصہ اوّل صہ ۱۱ [2] خمخانۂ حجاز صہ ۱۳ [3] حدائق بخشش حصہ اوّل صہ ۲۳

مولانا احمد رضا خاں ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

مظہرِ حق ہو تمہیں، مُظہرِ حق ہو تمہیں   تم میں ہے ظاہر خدا تم پہ کروڑوں درود[1]

حضور بے شک خدا کے محبوب ہیں اور سب کی سب مخلوق سے افضل و برتر ہیں لیکن یہ عقیدہ صحیح نہیں کہ آپ کی ذاتِ گرامی میں خدا جلوہ گر تھا۔ اسلام میں اس عقیدے کی قطعی گنجائش نہیں کہ حضور میں خدا آ بیٹھا تھا۔ اسلام کی رو سے نہ کوئی خدا کا شریک ہے نہ کوئی اس کے برابر۔

مولانا احمد رضا خاں کے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں بھی کہتے ہیں:

نہ ہو سکتے ہیں دو اوّل نہ ہو سکتے ہیں دو آخر   تم اوّل اور آخر ابتدا تم انتہا تم ہو

خدا کہتے نہیں بنتی جدا کہتے نہیں بنتی   اسی پر اس کو چھوڑا ہے وہی جانے کیا تم ہو[2]

بریلوی مذہب والوں کا کھلا اعتراف ہے کہ حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں وہ کسی قطعی اور یقینی عقیدے پر نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ حادث اور ممکن الوجود بھی نہیں مانتے ذاتِ واجب کے قریب ایک برزخ گردانتے ہیں۔ کمان امکان کے دونوں کناروں کی وہ پہلے ہی نفی کر چکے ہیں اب بیچارے پریشان ہیں کہ کیا کریں۔ نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے ہیں بالآخر خدا پر ہی چھوڑتے ہیں کہ آپ ہیں کیا۔

اس تذبذب سے ان حضرات نے اپنے تخیل کی عمارت پھر ایک دفعہ گرا دی ہے کہ دوئی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور حقیقت میں آپ وہ تھے جس نے خود کائنات کو وجود بخشا۔

خدا خواجہ فرید کے روپ میں

مولوی غلام جہانیاں ایک جگہ لکھتے ہیں:

نقشِ فرید نقش ہے ربِ مجید کا   اظہارِ ذاتِ حق ہے سراپا فرید کا

غالب کبھی چھپا ہے چھپانے سے نورِ حق   پردہ نشیں نے پردہ لیا ہے فرید کا[3]

---

[1] حدائق بخشش ص ۲ [2] حدائق بخشش حصہ دوم ص ۲ [3] جنت الالقاب ص ۱۰

یعنی خواجہ فرید کا نقش وہ خدا کا نقش ہے اور خدا کی ذات کا اظہار وہ خواجہ فرید ہیں۔ اے طالب نورِ حق چھپانے سے کبھی چھپتا نہیں ہے۔ وہ پردہ نشین والا (یعنی خدا) خواجہ فرید ہی ہیں (معاذ اللہ)

خدا کی تصویر

بریلویوں کے عقیدے میں خدا کی تصویر محمد یار گڑھی بختیار خاں کے پیر ہیں۔ وہ لکھتے ہیں

کیا خدا کی شان ہے یا خود خدا ہے جلوہ گر ملتی ہے اللہ سے تصویر میرے پیر کی ؎[۱]

یعنی میرے پیر میں خدا کی شان اُتری ہے یا پھر خدا خود اس میں اُترا ہوا ہے اور اسی پر بس نہیں، حق یہ ہے کہ میرے پیر کی تصویر اللہ سے ملتی ہے۔ (معاذ اللہ)

حضرت علی خدائی صفات میں

مولانا احمد رضا خاں کے نعت خواں خاص حافظ خلیل حسن اللہ رب العزت کی صفت علی کو حضرت علی کے ساتھ ملانے کے لئے یہ تعبیر اختیار کرتے ہیں :-

بے شک ہے علی کا نام نام اللہ یا میں ہیں آپ کی کلام اللہ

قامت ہے الف دہن کو ہے دال تشبیہ دونوں گیسو ہیں دونوں لام اللہ ؎[۲]

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں :

سن حضرت رب علا علی ہے علی ہے اسکا نام نہ شرک خفی نہ شرک جلی ؎[۳]

خدا کی پیدائش کا عقیدہ

اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ تک رہے گا۔ وہ ازلی ابدی حی و قیوم ذات ہے۔ اس کی پیدائش نہیں ہوئی لم یلد و لم یولد نہ اس نے جنا نہ جنا گیا۔ مگر بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ۱۸۶۳ھ کو پیدا ہوئے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

---

[۱] ایوان محمدی صفحہ ۱ [۲] نعت مقبول جلد ا صفحہ ۱۰ [۳] ایضاً جلد ۲ صفحہ ۹

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضرت ابوالحسن الخرقانی ؒ کی پیدائش ۳۵۲ھ کو ہوئی اور بریلوی حضرات بیان کرتے ہیں کہ :

(حضرت ابوالحسن الخرقانی ؒ نے) یہ بھی فرمایا کہ میں اپنے رب سے دو سال چھوٹا ہوں لہ

اس کا مطلب سوائے اس کے کیا لیا جا سکتا ہے کہ ان لوگوں کے ہاں خدا کی پیدائش ۳۵۰ھ کو ہوئی۔ افسوس ان لوگوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ اس سے پہلے ہجرت کے ۳۴۹ سال آخر کس کے حکم کے تحت گزرے۔ ٹھیک ہے جہاں شرک کی آمد ہوتی ہے وہاں عقل ماری جاتی ہے۔

ذاتِ باری تعالیٰ کے بارے میں جنم کے الفاظ ایک مسلمان کے لیے کسی طرح گوارا نہ ہونے چاہئیں۔ خدا کے ملنے اور ترسنے کو جنم کی جُدائی کہنا کس طرح کسی مومن کے لیے زیبا ہو سکتا ہے۔ افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں شبِ معراج کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کو ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں :

حجاب اُٹھنے میں لاکھوں پردے ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے
عجب گھڑی تھی کہ وصل و فرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے سہ

جنم کے بچھڑے جڑواں بچوں کو کہتے ہیں جو پیدا ہونے کے بعد کہیں بچھڑ گئے ہوں۔ مولانا احمد رضا خاں کے عقیدے میں یہ دونوں جوڑے تھے جو پہلے کہیں کھو گئے تھے اور معراج کی رات عرش معلیٰ پر گلے مل رہے تھے۔ (استغفر اللہ ثم استغفر اللہ)

خدا کے لیے بیٹے کی تجویز

اسلام کا قطعی عقیدہ ہے کہ خدا کا کوئی بیٹا نہیں۔ قرآن کریم میں ہے :

انی یکون لہ ولد ولم تکن لہ صاحبۃ سہ

ترجمہ : خدا کا بیٹا کیسے ہو سکتا ہے جب کہ اس کی بیوی نہیں

لہ فیوضات فریدیہ ص ۔۔ سہ حدائق بخشش حصہ اول ص ۔۔ سہ پ ۷ سورۃ الانعام

جس شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ خدا کا کوئی فرزند بھی ہے تو اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں کہ

ذالک قولھم بافواھھم یضاھئون قول الذین کفروا من قبل قاتلھم اللہ انی یوفکون [1]

یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں۔ ریس کرنے لگے ہیں اگلے کافروں کی بات کی۔ ہلاک کرے اللہ ان کو کہاں سے پھرے جاتے ہیں۔

مگر افسوس کہ بریلویوں کے مفتی احمد یار گجراتی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے برملا بیٹے کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ ہم نے پہلے یہ سمجھا تھا کہ آپ نے صرف مثال بیان کرنے کے لیے بیٹے کا لفظ استعمال کیا ہے لیکن لفظ بلاتشبیہ نے ہمیں اس حسن ظن پر بھی منہ بند دیا۔ مفتی صاحب اس بحث میں کہ اللہ تعالیٰ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی شان سننا چاہتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

ہم چاہتے ہیں کہ تمہارے منہ سے اپنے اوصاف سنیں، تم ہمیں سناؤ اللہ احد بلاتشبیہ یوں سمجھو کہ محبوب فرزند سے باتیں سنتے ہیں [2]

فرزند کا لفظ یہاں کسی مثال یا تشبیہ کے لیے نہیں کہا جا رہا۔ حضور کو بلاتشبیہ اللہ کا بیٹا کہا ہے۔

خدا سے کشتی کرنے کا تصور

جس طرح اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا کا کوئی بیٹا نہیں لم یکن لہ کفوا احد بھی ایک قطعی عقیدہ ہے کہ کوئی خدا کے برابر نہیں۔ کشتی ہمیشہ برابر کے جوڑوں میں ہوتی ہے۔ جب خدا کا کوئی مقابل نہیں کوئی اس کے برابر نہیں تو اسلام میں خدا سے کشتی کا تصور کیسے راہ پا سکتا ہے۔

افسوس بریلویوں کا عقیدہ ہے:

حضرت ابوالحسن الخرقانی نے فرمایا کہ صبح سویرے اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ کشتی کی اور ہمیں پچھاڑ دیا۔ [3]

---

[1] پ ۱۰ سورہ توبہ ع ۵ ۔ [2] شان حبیب الرحمٰن ص۱۲ ۔ [3] فوائد فریدیہ ص۸ ۔

ہم تب بھی نہیں مانتے کہ حضرت ابو الحسن خرقانی نے ایسا کہا ہو۔ الفاظ کی رکاکت اس روایت کے موضوع ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ کشتی ہونے پر تو لفظ "میرے ساتھ" کہا ہو، پچھاڑنے پڑے ہیں" پچھاڑ کر کیا وہی طاقت آجاتی ہے کہ واحد ہیچ ہو جائے۔

خدا سے لڑائی لینے کا عقیدہ

مذکورہ کشتی میں یہ تاویل نہ کی جائے کہ یہ پیار کی کشتی تھی کیونکہ بریلوی اپنے عقیدہ میں خدا تک سے لڑنے کی گنجائش رکھتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خان ایک مقام پر لکھتے ہیں:

خدا سے لیں لڑائی وہ ہے معطی ۔۔۔ نبی قاسم ہے تو موصل ہے یا غوث ۱؎

جب حضور بانٹنے والے ہیں اور حضرت غوث پاک سنبھالنے والے ہیں اور خدا دے رہا ہے تو کیا وہ خدا سے لڑ کر نہیں لے سکتے۔ (معاذ اللہ) یعنی ان کا یہ مقام ہے کہ خدا سے لڑائی تک کر سکتے ہیں۔ (استغفر اللہ ثم استغفر اللہ العظیم)

تقدیر خداوندی سے ٹکر لینا

بریلوی تو یہاں تک کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تقدیر بنانے میں غلطی کرے تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ اسے باذن الٰہی درست فرما دیتے ہیں۔ اور پھر لطف یہ کہ وہ اپنے اس عقیدے کو غوث پاک کے ذمہ لگاتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

"میں نے تقدیر خداوندی سے لڑائی کی ہے اور اللہ کے حکم سے ان احکامات قدریہ کو درست کیا۔" ۲؎

خدا سے لڑائی لینے کا کفری عقیدہ کس بے دردی سے حضرت پیران پیر کے ذمہ لگا دیا گیا ہے۔

۱؎ حدائق بخشش ۲؎ زبدۃ الآثار صہ

تقدیرِ خداوندی کے خلاف شیخ سلیمؒ کے اختیارات

بریلوی کہتے ہیں کہ مغل بادشاہ اکبر کے ہاں اولاد نہ تھی، وہ حضرت شیخ سلیم چشتیؒ کے ہاں حاضر ہوا، آپ نے لوحِ محفوظ پر نگاہ کی اور کہا:

"افسوس کہ تیری تقدیر میں بیٹا نہیں ہے"

اکبر نے یہ سن کر کہا کہ اسی لیے تو آپ سے عرض کیا ہے کہ آپ دعا کیجئے، اس پر آپ نے مراقبہ کیا اور فرمایا:

"اس ملک میں راجپوتوں کی حکومت بہت عرصے تک رہے گی اچھا کل بادشاہ بیگم کو میری بیوی کے پاس بھیج دینا۔"

دوسرے دن جب بادشاہ بیگم (اکبر کی بیوی) آپ کے ہاں آئی تو آپ نے اپنی اہلیہ محترمہ کو ان کی پشت سے پشت ملا کر بیٹھنے کا حکم دیا۔ جب آپ کی اہلیہ محترمہ رانی کی پشت سے پشت ملا کر بیٹھیں تو آپ نے اپنی چادر دونوں پر ڈال دی پھر اپنی اہلیہ محترمہ سے فرمایا کہ

"اپنا ہونے والا فرزند رانی کو دے دو"

جب بادشاہ بیگم کے لڑکا پیدا ہوا تو اس لڑکے کا نام آپ نے اپنے نام پر سلیم رکھا۔ [1]

حضرت شیخ سلیم چشتیؒ کا بیٹا ان کی بیوی کے پیٹ سے بادشاہ اکبر کی بیوی تک کیسے منتقل ہوا اس کے بارے میں باہر کا کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا، دونوں پر حضرت پیر صاحب کی چادر پڑی تھی اور اندر ہی اندر یہ عظیم کارروائی تقدیرِ خداوندی کے خلاف ہو رہی تھی ہم حیران ہیں کہ اکبر اس پر کیسے خوش تھا اور یہ بیٹا اکبر کا بیٹا کیسے شمار ہوا۔ فیا للعجب۔

امکانِ کذب کا بریلوی عقیدہ

مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں:

---

[1] تحفۂ شرف‌حقیقت، از مولانا ظہور الحسن صفحہ ۲۵

اللہ نے خبر دی کہ فلاں بات ہوگی یا نہ ہوگی اب اس کا خلاف ممکن ہے یا محال؟ ممکن تو ہے نہیں اور محال بالذات ہو نہیں سکتا کہ نفس ذات میں امکان ہے۔ ؎

اس عبارت کا مطلب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کسی بات کہ "ایسا ہوگا یا نہ ہوگا" کا خلاف مولانا احمد رضا خاں کے نزدیک ہرگز محال بالذات نہیں بلکہ نفس ذات میں امکان ہے کیا یہ ذات باری کے بارے میں امکان کذب کا اعتقاد نہیں؟ یہ تو آپ نے قول کہ ممکن تو ہے نہیں کی آپ نے ہی خود تردید کر دی۔

پھر یہ لوگ صرف امکان تک نہیں رہے۔ بلکہ انہوں نے اللہ رب العزت کے بالفعل جھوٹ بولنے کا بھی عقیدہ بنا لیا۔

شکاری شکار کرنے کے لیے مختلف چالیں چلتا ہے۔ کسی سی آئی ڈی افسر نے کسی مجرم کو پکڑنے کے لیے گورنمنٹ کے خلاف خود باتیں کرنی شروع کر دیں۔ یہاں تک کہ مجرم کھل گیا اور ان باتوں میں شامل ہوا۔ سی آئی ڈی افسر نے جھٹ شہادت ڈالی اور اس مجرم کو پکڑ لیا۔

آپ اس مثال میں غور کریں۔ اس سی آئی ڈی آفیسر نے جب گورنمنٹ پر تنقید کی کیا اس نے جھوٹ نہ بولا؟ اس میں کتنی ہی بڑی مصلحت کیوں نہ چھپی ہو۔ یہ حقیقت ہے کہ جو اس نے کہا، اس کے دل کی آواز نہ تھی۔ وہ یہ غلط بات محض اس مجرم کو شکار کرنے کے لیے کہہ رہا تھا۔ سو اس بات میں کسی شک کی راہ نہیں کہ اس سی آئی ڈی آفیسر نے بالفعل جھوٹ بولا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں بتلایا کہ وہ کھنکھناتی مٹی سے ایک انسان پیدا کرنے والے ہیں۔ ارشاد فرمایا:

إني خالق بشرا من صلصال من حمأ مسنون ٥ (پ ۱۴، الحجر)

سب اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کہا سچ فرمایا۔ اس کی ذات ہر کذب اور

؎ ملفوظات حصہ چہارم ص ۹

ذات کذب سے پاک ہے۔ مگر بریلوی عقیدہ یہ ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے بالفعل جھوٹ بولا ہے۔ حضرت آدم ہرگز بشر نہ تھے۔

اللہ تعالیٰ کے بالفعل جھوٹا ہونے کا عقیدہ

بریلویوں کے مولوی محمد عمر اچھروی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی حقیقت کو انی خالق بشرا من صلصال من حما مسنون کہہ کر ذکر فرمایا۔ جیسا کہ سی آئی ڈی والا مخالف کو گرفتار کرنے سے پہلے اس کے مذہب مخالفت کے اظہار کے لیے چند کلمات اس کی مرضی کے کہہ دیتا ہے۔ تو مخالف جب ان کلمات کو منہ پر لاتا ہے سی آئی ڈی والا اس کو فوراً مجرم قرار دے کر گرفتار کرا دیتا ہے۔ ایسے ہی رب العزت نے مخالف نبی اللہ کو جب معلوم کر لیا کہ یہ نبی اللہ کے قدر شان کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں بلکہ یہ تو اس کے نامواف ہیں۔ جیسے آگ اگرچہ تو رب العزت نے مخالف نبی اللہ کو ظاہر کرنے کے لیے اس کے خیال کے الفاظ پیش کر کے پھر سجدے کا حکم صادر فرمایا۔[1]

شیطان کے خیال کے الفاظ اگر خدا تعالیٰ نے اپنی طرف سے پیش کیے، درحقیقت اس کے خلاف تھی تو اس بیان کے مطابق کیا اللہ تعالیٰ نے بالفعل جھوٹ نہ بولا۔ (معاذ اللہ)

بریلوی علماء اس کے جواب میں کہا کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ جب خدا کی حیثیت سے کلام کرتا ہے تو اس کے کلام میں کذب نہیں ہوتا لیکن جب وہ سی آئی ڈی کے طور پر بات کرتا ہے تو اس میں کبھی تفاوت آ جاتا ہے ـــــ ہم اس کے جواب میں بجز استغفراللہ پڑھنے کے سوا کیا کہہ سکتے ہیں ـــــ اللہ تعالیٰ کو سی آئی ڈی کا نظیر کہنا یہ [illegible] ہیں کوئی

---

[1] مقیاس النور صفحہ ۱۴۰

ہیں لیکن ان کی سفارش نہ کریں۔ اب آپ ہی غور کریں کہ اللہ تعالیٰ تو کہے لا تعلمهم (آپ انہیں نہیں جانتے) اور بریلوی کہیں کہ مراد یہ ہے کہ آپ جانتے ہیں "لیکن مصلحتاً ایسا کہا کہیں آپ ان کی سفارش کر کے انہیں چھڑا نہ لیں۔ اس کا حاصل سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مصلحت کے لیے ایک بات خلافِ واقعہ کر دی (معاذ اللہ) دیکھئے خدا تعالیٰ کے بالفعل جھوٹ بولنے کا عقیدہ کس فریب سے بریلویوں کو تلقین کیا جا رہا ہے۔

نامناسب نہ ہوگا کہ ہم یہاں اہلِ سنت و الجماعت کا صحیح عقیدہ بھی درج کر دیں تاکہ لوگ بریلویوں کے عقیدے سے بچ سکیں۔ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

> " ذاتِ پاک حق تعالیٰ جل جلالہ کی پاک منزہ ہے اس سے کہ متصف بکذب کیا جائے معاذ اللہ تعالیٰ اس کے کلام میں ہرگز ہرگز شائبہ کذب کا نہیں ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ومن اصدق من اللہ قیلا جو شخص حق تعالیٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے کہے کہ وہ کذب بولتا ہے وہ قطعاً کافر ہے ملعون ہے اور مخالف قرآن اور حدیث اور اجماع امت کا۔ وہ ہرگز مومن نہیں [1]

اللہ تعالیٰ انجام سے باخبر نہیں مشورے طلب کرتا ہے۔ (استغفر اللہ)

اسلامی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔ جو چیزیں ابھی واقع نہیں ہوئیں، انہیں بھی وہ پوری طرح جانتا ہے۔ مشورہ طلب وہ کرتا ہے جسے انجام کی خبر نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو خبر دی کہ میں زمین پر خلیفہ پیدا کرنے والا ہوں۔ انی جاعل فی الارض خلیفۃ [2] آریہ سماج کے پنڈت دیانند نے قرآن پاک کی اس آیت میں معنوی تحریف کر کے کہا کہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے

---

[1] فتاویٰ رشیدیہ صہ ۲۰۹ [2] پ البقرہ آیت ۳۰

کہ خدا نے تخلیق آدم میں فرشتوں سے مشورہ کیا تھا۔ یہ بالکل غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں خبر دی تھی ان سے مشورہ ہرگز نہ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ انجام سے بے خبر نہیں کہ اسے مشورہ طلب کرنے کی ضرورت ہو۔ مگر مولانا احمد رضا خاں کے عقیدے پر افسوس وہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضورؐ سے مشورہ کر کے [illegible]

بیشک میرے رب نے میری امت کے بارے میں مجھ سے مشورہ طلب کیا۔ (الامن والعلیٰ [illegible])

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات کیسے کہہ سکتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے مشورے کرتا ہے۔ افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں نے اس بات کو حدیث بنا کر پیش کیا ہے۔ مسند امام احمد (۲۴۴ ص ۵) اور ابن عساکر (۲۹ ص ۳) کا حوالہ دیا اور ابن حذیفہ صحابیؓ کو اس کا راوی بتایا۔

افسوس کہ ہمیں صحابہؓ میں ابن حذیفہ نام کے کوئی صحابی نہیں ملے۔ نہ مسند احمد میں حضرت حذیفہ کی یہ روایت ملی ہے۔ نہ تاریخ ابن عساکر میں کہیں یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ معاملے سے باخبر نہیں، حضورؐ سے مشورے طلب کرتا ہے۔ (معاذ اللہ)

اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ بات کسی تصور میں نہیں آ سکتی کہ وہ کسی سے مشورے لینے کا محتاج ہو۔ مگر افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں نے یہ روایت وضع کر کے اس بحث میں اللہ تعالیٰ کے لئے بھی مشورہ کا لفظ لکھا ــــــ معلوم ہوتا ہے یہ واقعہ لکھنے سے مولانا نے شاید عیسائیوں کو خوش کرنا ہو کہ مسلمان بھی تثلیث کے قائل ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کو کھلا چیلنج

اسلام کا قطعی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ ان اللہ علی کل شیء قدیر۔ جو چیزیں اس کی مشیت میں ہوں ان پر بھی اور جو چیزیں مشیت میں نہ ہوں ان پر بھی وہ قادر ہے۔ کوئی چیز جو ممتنع بالذات نہیں، اس کی قدرت سے خارج نہیں۔ حضورؐ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور ممکن بالذات۔ سو یہ بات کہ آپ جیسی کوئی اور مخلوق ہو۔ یہ ممکن بالذات ہو گا۔ ممتنع بالذات نہیں۔ ورنہ حضورؐ کا دائرہ امکان میں آنا کسی طرح سمجھ میں نہ آ سکے گا۔ ہاں یہ بات ان

فی کل قریۃ مثل محمد وانہ لا حاجۃ بالحضرۃ الالٰہیۃ الی محمد البتۃ (ولو) یدل علی انہ سبحانہ لا یفعل ذالک فبالنظر الاول یحصل التادیب وبالنظر الی الثانی یحصل الاعزاز ؎

ترجمہ: یوں کہو اللہ تعالیٰ نے آپ کو جتلایا کہ وہ اس پر قادر ہے کہ ہر بستی میں ایک ایک ڈرانے والا بھیج دے اس قدرت کے باوجود اس نے صرف آپ کو رسالت سے خاص کیا اور اس سے آپ کو ہر ایک پر فضیلت بخشی۔ اس آیت میں لطف و کرم کے حاکمانہ شان سے ملے ہونے کا عجیب اقتضاء ہے۔ آیت بتلاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس پر قدرت ہے کہ آپ کی طرح ہر بستی میں ایک ایک پیغمبر بھیج دے۔ اس کیلئے ضرورت کی نہیں کہ ہر بستی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی یہ کام لے اور (لفظ لو) بتلا رہا ہے کہ وہ ذات پاک ایسا ہرگز نہ کرے گی۔ پہلی بات کی رو سے اس میں ایک انداز تربیت ہے۔ اور دوسری بات آپ کے اعزاز کا اظہار ہے کہ آپ ہی جملہ عالم کے لئے پیغمبر اور نذیر ہیں۔

مولانا احمد رضا خان صاحب نے تحت قدرت ہی نہیں کہنے کی کس طرح جرأت کی ذرا یوں کی؟ اس وقت ہمیں اس سے بحث نہیں لیکن ہم یہ پوچھے بغیر نہیں رہ سکتے کہ کیا مولانا اللہ رب العزت کی شان میں گستاخی کئے بغیر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اعزاز و اکرام بیان نہ کر سکتے تھے؟

اہل بدعت جب یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل پیدا کرنے پر قادر نہیں تو بعض دوست یہ سمجھتے ہیں کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور فرط عقیدت میں ایسی بات کہہ گئے۔ حاشا و حاشا ایسا ہرگز نہیں۔ اس سے ان کا مقصد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا بیان نہیں۔ اللہ رب العزت کی شان گرانا ہے کیونکہ ان کی پوری کوشش یہ ہوتی ہے کہ مسلمانوں کے عقیدہ توحید میں تخلخل پیدا کیا جا سکے۔ جہاں تک ہو سکے اس میں تشکیک کے کانٹے بکھیر دیئے جائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تکریم میں تمام تر اسی جہت سے ہے کہ آپ اللہ رب العزت کے بھیجے ہوئے ہیں اور اس کے رسول ہیں۔ پس جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقت میں ادب کرتا ہے وہ اللہ

؎ دیکھئے [illegible] ص ۹۹

رب العزت کے حضور میں کبھی گستاخی نہ کرے گا اور نہ کبھی وہ اس کی قدرت کی حد بندی کرے گا۔

بریلوی حضرات کی یہ دو رُخی پالیسی ہمارے سامنے ہے اگر رب العزت کے فرد و صمد ہونے کی بات کریں اور اس کی توحید کا چرچا کریں تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مقابلے میں لے آئیں گے اور اس کی قدرت کو چیلنج کر دیں گے۔ اور اگر ان کے سامنے مقام سنت کی تفصیل بیان کی جائے اور کہا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سے اعمال کسی کے نہیں ہو سکتے ہمیں ہر حال میں آپ کی ہی پیروی کرنی چاہیئے اپنی بات کو آپ کی بات سے نہ بڑھانا چاہیئے تو پھر یہ سنت کے ساتھ کوئی بدعت لا کھڑا کریں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل اپنے پیروں، بزرگوں اور باپ دادا کو لے آئیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی سنت کی طرف انہیں بلایا جائے تو برملا کہیں گے کہ ہم جس طریقے پر چل رہے ہیں اس سے حضور نے منع تو نہیں فرمایا۔ اس میں کیا حرج ہے؟ یہ ان کا عام نعرہ ہوتا ہے۔ گویا ان کے ہاں توحید کو شرک سے گدلا کرنے، اور سنت کو بدعت سے آلودہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ خدا کی شان کا بیان ہو تو یہ رسالت کو آگے لے آتے ہیں اور عظمت رسالت کا موضوع ہو تو یہ سنت کو کافی نہیں سمجھتے جھٹ کوئی نہ کوئی بدعت سامنے لا کھڑی کرتے ہیں۔ فالی اللہ المشتکی۔

ایک خود شنیدہ واقعہ

ایک بزرگ عالم توحید باری تعالیٰ پر وعظ کر رہے تھے بیان بڑا پُر تاثیر تھا کچھ اہل بدعت بھی شریک سماعت تھے واپسی پر ہمیں ملے۔ ہم نے پوچھا بیان کیسا رہا؟ اچھا تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں انہوں نے کوئی بات نہیں کی۔ ہم نے ایک ملاقات میں اس عالم سے گزارش کی کہ اب کسی دن شان رسالت پر تقریر کیجئے۔ ان اہل بدعت کو کہہ بھیجا کہ آج پھر اس بزرگ عالم کی مجلس میں جاؤ۔ واپسی پر وہ پھر ہمیں ملے پوچھا شان رسالت کیسی بیان ہوئی؟ بولے بیان بہت اچھا تھا لیکن اولیاء کرام کی تو انہوں نے کوئی بات نہیں کی معلوم ہوتا ہے کہ بزرگوں کو نہیں مانتے۔ ہم نے پھر انہیں (اس عالم کرام) سے کہا بھیجا کسی دن شان اولیاء بیان کیجئے

انھوں نے اس پر بھی نہایت نفیس اور مؤثر تقریر فرمائی ۔ اب کی بار انھوں (اہل بدعت) نے کہا کہ اولیاء کرام کی شان اس بزرگ عالم نے ان کی زندگیوں سے بیان کی ہے ان کی قبروں کے بارے میں کوئی کلمۂ تعظیم نہیں کہا۔ معلوم ہوتا ہے انکی قبروں اور خانقاہوں کا ان کے دل میں کوئی احترام نہیں۔

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبیست

ان واقعات سے اہل بدعت کا چہرہ پوری طرح بے نقاب ہو جاتا ہے ۔ ہمیں یقین ہو گیا کہ ان کا شانِ رسالت کا اقرار رسالت کی عقیدت سے نہیں بلکہ محض اسلام کے چشمۂ توحید کو گدلا کرنے کے لئے ہے ۔ اور اولیاء کرام کی منقبت کا قصیدہ ان کے ہاں ولیوں کی عقیدت کی وجہ سے نہیں رسالت کو اس کے مقام سے گرانے کے لئے پڑھا جاتا ہے ۔ اور یہ ساری تگ و دو محض اس لئے ہوتی ہے کہ جہاں تک ہو سکے اصل اسلام کا چہرہ مسخ کیا جائے ۔ اور جوں جوں وقت گذرتا جا رہا ہے یہ غلطیاں اور بڑھ رہی ہیں ۔

شرمناک قلم کا نقطۂ منتہیٰ

مولانا احمد رضا خان اور ان کے پیروؤں نے اسلام کے چشمۂ توحید کو کس بلند دلی سے گدلا کیا ۔ اس کے نظائر و شواہد آپ کے سامنے ہیں ۔ ان کی گمراہی میں اتریں تو جاہلیت کی یاد تازہ ہو جائے گی ۔ ظاہر بینی دیکھیں تو اسلامی بستیاں اجڑی دکھائی دیں گی جہاں الحاد و بدعات کے اڑتے غبار کے سوا کچھ نظر نہیں آتا لیکن ایک خالی الذہن شخص سر پیٹ کر بیٹھ جاتا ہے جب وہ دیکھتا ہے کہ ایک شرمناک قلم ایک ذہنی عقیدت کے بارے میں لکھتا ہے کہ ایسا لکھنے والے کو کافر کہو یا اس عقیدے کے باوجود انسان مسلمان رہ سکتا ہے ۔ (استغفر اللہ)

مولانا احمد رضا خان نے جس عقیدے کے بارے میں کہا کہ اسکے قائل کو کافر نہ کہو وہ شرمناک الفاظ یہ ہیں ۔

> "ناچنا، تھرکنا، تنت کی طرح کلا کھیلنا، عورتوں سے جماع کرنا، لواطت جیسی خبیث بے حیائی کا مرتکب ہونا، حتیٰ کہ ختنث کی طرح مفعول ہونا، کوئی فضیحت الٰہی (معاذ اللہ) کی شان کے خلاف نہیں۔" فتاویٰ رضویہ ج ا ص ۲۴۱

یہ الفاظ کسی دوسرے شخص کے نہیں نہ اب تک یہ کسی کا عقیدہ رہا ہے نہ آج تک کوئی شرمناک قلم اس سمت چلا ہے نہ تحریر یا یہ الفاظ دنیا کی کسی کتاب میں پائی جاتی ہے۔ مولانا احمد رضا خاں نے کسی شخص کے نام پر یہ الفاظ خود ہی وضع کئے ہیں خود ہی ان کے حاشیے لکھے ہیں اور یہ ان کے شرمناک قلم کا نقطۂ منتہیٰ ہے۔ اور پھر ایسا عقیدہ رکھنے والے کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"علی الاطلاق انہیں کافر کہیں یہی صواب ہے۔ وهو الجواب وبه یفتی وعلیه الفتوی وهو المذهب وعلیه الاعتماد وفيه السلامة والسداد۔ یہی جواب ہے یہی فتویٰ دیا جائے گا اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہی ہمارا مذہب اور اسی پر اعتماد اور اسی میں سلامتی ہے اور اسی میں استقامت ہے" (تمہید الایمان، مؤلفہ مولانا احمد رضا خاں، ص ۴۲)

اگر ایسا شرمناک عقیدہ رکھنے والا بھی کافر نہیں تو آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ اور کفر کیا ہوگا؟ جو شخص ایسا عقیدہ رکھنے والے کو بھی کافر کہے اس شخص کا اللہ رب العزت کے بارے میں کیا تصور ہوگا؟ مولانا احمد رضا خاں نے یہ شرمناک الفاظ وضع کر کے اللہ کے حضور جس گستاخی کا ارتکاب کیا ہے شاید انسانیت کی پوری تاریخ اس کی نظیر پیش کر سکے۔ یہاں پہنچ کر زبان رکتی ہے اور قلم تھمتا ہے۔ اور اسی پر ہم اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔ واللہ علی ما نقول شہید۔

عقیدۂ رسالت

مولانا احمد رضا خان اور اُن کے پیرؤوں کی زد میں

مجبوری مخفی تھی اور کفر کے فتوے تھے
کہیں اعلحضرت تھے کہیں علم کے جلوے تھے
کہیں بند و سلاسل تھے کہیں سامنے بلوے تھے
انگریز کا منشا تھا کہ ہم خواروں میں مل جائے

از خامہ
ڈاکٹر علامہ خالد محمود ایم اے، پی ایچ ڈی
ڈائرکٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر

رسالت کے بارے میں

الحمد للہ الذی اصطفٰی من الملٰئکۃ رسلا ومن الناس وھو اعلم حیث یجعل رسالتہ و سلام علی حبیبہ النبی المصطفٰی خصوصا علی من لا ینطق عن الھوی وعلی الہ الاتقیاء وصحابۃ الاصفیاء اما بعد

جاننا چاہیے کہ رسالت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کی طرف پیغام رسانی ہے۔ دین و مذہب کا سارا دائرہ اسی مرکز کے گرد گھومتا ہے۔ عالم محسوسات میں پیغمبر ہی خدا کے ترجمان اور اسکی رضا اور عدم رضا کے نشان ہیں۔ عقیدہ ان نفوس قدسیہ کے بارے میں صحیح ہو تو پورے دین مذہب کا نقشہ صحیح کھچا چلا جاتا ہے۔ رسالت خدا کے ماتحت ہے اور وہی جانتا ہے کہ اسے کہاں رکھنا ہے۔ کوئی اپنی محنت سے اس مرتبے کو نہیں پا سکتا۔

انبیاء کرام اخلاق فاضلہ کا نمونہ علیا ہوتے ہیں وہ کبھی مجرا DANCE نہیں کرتے نہ مجرا کرنا ان کی شان کے لائق ہوتا ہے۔ مگر مفتی احمد یار صاحب شب معراج کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب حضورؐ اس رات مسجد اقصیٰ میں پہنچے تو انبیاء کرام نے آپ کے استقبال میں مجرا کیا۔ (معاذ اللہ)

"نماز کی تیاری ہے۔ امام الانبیاء کا انتظار ہے۔ دولہا کا پہنچنا تھا کہ سب نے سلامی مجرا ادا کیا۔"[1]

قرآن اور حدیث اور تحقیقات سنت کی روشنی میں یہ ماننا ضروری ہے کہ مرتبہ رسالت اللہ تعالیٰ کے تابع ہے۔ تمام انبیاء اس کے بندے اور اس کے نمائندے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] مواعظ نعیمیہ حصہ اول ص ۲

قرآن کریم میں ہے کہ قسمت کا بننا اور بگڑنا، مٹنا اور قائم رہنا سب خدا کے ہی قبضے میں ہے مگر بریلوی عقیدہ ہے کہ محو و اثبات کے دفتر پر حضورؐ کا ہی کروڑا حکمرانی کر رہا ہے۔ حالانکہ قرآن کریم میں ہے:

یمحو اللہ ما یشاء و یثبت و عندہ ام الکتاب [1]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جو چاہے اسے مٹا دیتا ہے اور جسے چاہے قائم رکھے اور اس کے پاس ام الکتاب (لوح محفوظ) ہے۔

مگر مولانا احمد رضا خاں حضورؐ کو قسمتوں کا مالک قرار دیتے ہوئے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ محو و اثبات کے دفتر پہ آخری افسر حضورؐ کا ہی مقرر کردہ ہے۔

میری تقدیر بری ہو تو بھلی کر دے کہ ہے — محو و اثبات کے دفتر پہ کڑوڑا تیرا [2]

ان کی قسمتوں کے فیصلے کہاں تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتحت ہیں مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں:

"حضور کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ جس کے لئے چاہیں اس کی زندگی میں ہی توبہ کا دروازہ بند کر دیں کہ وہ توبہ کرے اور قبول نہ ہو۔" [3]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو رحمۃ للعالمین ہیں، ان کے بارے میں کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ وہ کسی پر توبہ کا دروازہ بند کرنا پسند فرما سکتے تھے۔

رسالت سے بڑا کوئی مرتبہ نہیں

جس طرح یہ ماننا ضروری ہے کہ رسالت اللہ تعالیٰ کے تابع ہے یہ بھی ماننا ضروری ہے کہ رسالت مخلوقات میں سب سے بڑا مرتبہ ہے۔ باقی سب مراتب اس کے نیچے ہیں۔ رسالت کا مرتبہ سب سے اونچا ہے۔ حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ لکھتے ہیں:

---

[1] پ ۱۳ سورۃ رعد ع ۶ [2] حدائق بخشش حصہ اول ص [illegible] [3] سلطنت مصطفیٰ ص ۴۳ نعیمی کتب خانہ گجرات

"سب انبیاء و اولیاء کے سردار پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تھے" [1]

ایک جگہ لکھتے ہیں:

"پیغمبروں کی تو بڑی شان ہے ان کے خبر دینے سے کیوں کر یقین آوے" [2]

ایک جگہ حدیث شہید لکھتے ہیں:

"بشر کے حق میں رسالت سے بڑا کوئی مرتبہ نہیں باقی سارے مراتب اس سے نیچے ہیں" [3]

پس جو لوگ نبی کا درجہ بڑے بھائی کے برابر بلکہ کسی ولی یا صحابی کے برابر بھی مانیں ہرگز صحیح عقیدے پر نہیں رہ سکتے۔ جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ کوئی ولی نبی سے درجے میں بڑھ سکتا ہے ہرگز مسلمان نہیں رہ سکتا۔

حضرت امام ابو جعفر طحاوی (م ۳۲۱ھ) لکھتے ہیں:

ولا نفضل احداً من الاولیاء علی احد من الانبیاء علیهم السلام ونقول نبی واحد افضل من جمیع الاولیاء [4]

ترجمہ: اور ہم اولیاء میں سے کسی کو کسی ایک پیغمبر پر بھی فضیلت نہیں دیتے اور ہم کہتے ہیں کہ ایک نبی تمام اولیاء کے مجموعے سے بھی افضل ہے۔

شارح لکھتے ہیں کہ اس میں رد ہے اتحادیہ اور جاہل صوفیوں کا اور پھر اتحادیہ کے متعلق لکھتے ہیں:

الاتحادیة فی المدرک الاسفل [5]

ترجمہ: اتحادیہ فرقہ (جو خالق و مخلوق کی وحدت کا قائل ہے) جہنم کے سب سے نچلے حصے میں ہے۔

بریلوی عقیدہ

مگر افسوس کہ بریلوی حضرات حضرت غوث پاک کو وہ درجہ دیتے ہیں کہ تمام انبیاء و مرسلین

---

[1] تقویۃ الایمان ص ۲۰ [2] ایضاً ص ۲۲ [3] ایضاً ص ۲۵ [4] شرح عقیدۃ طحاویہ [illegible] [5] ایضاً [illegible]

بلکہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ کی نصیحتیں سننے کے لیے آپ کی مجلس میں حاضری دیتے تھے۔ حضرت غوث پاک کا مرتبۂ ولایت اور درجۂ قرب الٰہی کتنا ہی اونچا ہو اس میں ذرہ بھر شبہ نہیں کہ آپ کا مرتبہ کسی پیغمبر کے برابر ہرگز نہ تھا چہ جائیکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی مجلس میں وعظ سننے کے لیے تشریف لایا کریں۔

حضرت غوث پاک کو حضورؐ پر ترجیح دینا

مولانا احمد رضا خاں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ولی کیا مرسل آئیں خود حضور آئیں   وہ تری وعظ کی مجلس ہے یا غوث[1]

تشریح: ولی کا کیا تذکرہ ہے یہاں تو پیغمبر بھی حاضری دیتے ہیں بلکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ کی نصیحت سننے کے لئے آپ کی مجلس میں حاضر ہوتے ہیں

حضرت غوث پاکؒ کی تعریف بیان کرنے کا ایسا انداز جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی اور توہین ہو جائے ہرگز لائق قبول نہیں۔ ولی بڑے سے بڑا ہو کسی نبی کے درجے تک نہیں پہنچتا

حضرت غوث پاکؒ کو حضرت یوسفؑ پر ترجیح

مولانا احمد رضا خاں حضرت غوث پاک کی تعریف میں حضرت یوسف علیہ السلام کی یوں توہین کرتے ہیں:

روئے یوسف سے فزوں تر ہے ترن روئے شاہ   پشت آئینہ نہ ہوا نیاز روئے آئینہ[2]

سلیس: حضرت شاہ عبدالقادر جیلانیؒ حضرت یوسف علیہ السلام سے بھی زیادہ حسین ہیں۔ آئینہ کی پشت آئینہ کے چہرے کی برابری نہیں کر سکتی

تشریح: آئینہ کی پشت تاریک ہوتی ہے [illegible] حضرت یوسف علیہ السلام [illegible] کو ایک [illegible] حضرت غوث پاک کے چہرے [illegible] پیغمبر کی توہین نہیں ہے؟

۱ـ حدائق بخشش حصہ دوم [illegible]   ۲ـ حدائق حصہ دوم ص ۲۳

۱۸/۲

بریلوی علما حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو حضرت یوسف علیہ السلام پر فضیلت دینے کی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ حضرت شیخ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے تھے اور اس اعتبار سے آپ حضرت یوسفؑ سے افضل ہیں اور یہ حقیقت میں حضور سرکار مدینہ کی ہی فضیلت ہے گیلان کا چاند آفتاب مدینہ سے ہی تو مستنیر ہے۔

ہم اہلِ سنّت اس نسبت سے بھی حضرت شیخ کو ایک پیغمبر پر فضیلت نہیں دے سکتے۔ اہلِ سنّت کا یہ قطعی عقیدہ ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا ولی کسی نبی کے برابر نہیں ہو سکتا۔ آپ پڑھ چکے ہیں،

ولا نفضل احدا من الاولیاء علی احد من الانبیاء علیہم السلام ونقول نبی واحد افضل من جمیع الاولیاء ؎

"افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں یہاں حضرت غوث پاک کو صریح لفظوں میں حضرت یوسف علیہ السلام پر فضیلت دے رہے ہیں اور پھر یہ بیان بھی ارشاد کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی کھلی توہین کی ہے"

اس میں یہ کہیں نہیں کہ جو علی حضورؐ کی اولاد میں سے ہو اسے ہم پیغمبروں پر فضیلت دے سکتے ہیں۔ یہ عقیدہ تو شیعہ حضرات کا تھا، اہلِ سنّت تو ہمیشہ ایسے زندقہ و الحاد کی تردید کرتے رہے ہیں۔

مگر افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی حضرت شیخ کو حضرت یوسف علیہ السلام پر فضیلت دیتے ہیں اور ذرا نہیں شرماتے:

حسنِ یوسف سے فزوں تر حسنِ روئے شاہ ہے
پشت آئینہ نہ ہو انباز روئے آئینہ ؎

بریلوی جب مولانا احمد رضا خاں کے اس الحاد کا کوئی جواب نہیں دے سکتے تو مغالطہ عوام کے لئے یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ شعر حضرت غوث پاک کی مدح میں نہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کہا گیا ہے۔

؎ شرح عقیدہ طحاویہ صفحہ ۵۰۵ ؎ حدائق بخشش حصہ سوم صفحہ ۹۲

حضرت غوث پاکؓ کی مدح میں کہے گئے شعر کو کفری معنوں سے بچنے کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و نعت بتانا بریلویوں کے جھوٹ و خیانت کی بدترین مثال ہے۔ یہ شعر جس نظم سے لیا گیا ہے[1] اس نظم کا عنوان حسب ذیل ہے:

> در شان حضور غوث الثقلین غیث الکونین سید الملوک سلطان الجنود
> سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ و ارضاہ عنا [1]

اگر یہ اشعار حضرت غوث پاک کی مدح میں نہیں حضورؐ کی شان میں کہے گئے ہیں۔ کچھ تو سوچیے اور توہین نبوت سے باز رہیے۔

صرف یوسف علیہ السلام ہی نہیں بریلوی مذہب والے حضرت شاہ جیلانی کو حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام بلکہ سب انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات سے افضل تصور کرتے ہیں۔ اور حضرت شاہ جیلانی کو سب انبیاء کرام کا جامع سمجھتے ہیں۔ جب کہ اہل سنت کے عقیدہ کے مطابق یہ زندقہ و الحاد ہے کہ کسی ولی کو پیغمبر سے افضل یا ان کے برابر مانا جائے۔

مولانا ابوالبرکات نے جو سراج المنیر کے نام سے قصیدہ غوثیہ کی ایک شرح لکھی ہے اس میں [illegible] کے تحت کرامات و خوارق کے عنوان سے لکھتے ہیں:

> حضرت قدس سرہ (حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ) کی کرامات و کمالات اس قدر مشہور و معروف ہیں اور سینکڑوں کتابوں میں جمع کیے گئے ہیں کہ ان کا بیان کرنا تحصیل حاصل ہے۔ میں اس شعر کو تنقیص کے لیے کافی خیال کرتا ہوں:

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری [2]

---

[1] عرفان شریعت حصہ دوم ص ...
[2] شرح قصیدہ غوثیہ ص ۱۶ نوری بک ڈپو ...

رکھیں، حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دمِ مسیحائی (جس سے مردے زندہ ہوتے تھے) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ یدِ بیضا (روشن ہاتھ)، یہ سب کمالات آپ رکھتے ہیں۔ ان محبوبانِ خدا کے جملہ اوصاف آپ کی ایک ذات میں جمع ہیں۔

یہ شعر حضورؐ کی صفت و ثنا کا تھا مگر افسوس صد افسوس کہ بریلویوں نے مولانا احمد رضا خاں کی پیروی میں اسے حضرت پیرانِ پیر پر منطبق کر دیا اور حضرت شیخ کو حضرت یوسف علیہ السلام پر فضیلت دے کر کفر تک کے ارتکاب سے بھی نہ چوکے۔

سوال یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی توہین کا یہ عمل مولانا احمد رضا خاں سے بجا ہے؟

حضرت یحییٰ منیریؒ کو حضرت خضرؑ پر ترجیح

حضرت یحییٰ منیریؒ (م ۶۰۲ھ) سلسلہ فردوسیہ کے ایک مشہور بزرگ گزرے ہیں۔ آپ کے روحانی کمالات کا بیان آسان کام نہیں لیکن یہ بات اپنی جگہ حقیقت ہے کہ آپ کی عزت نبوت کے درجے تک نہ پہنچے تھے۔ مولانا احمد رضا خاں حضرت یحییٰ منیریؒ کو ایک پیغمبر پر کس طرح ترجیح دیتے ہیں، انہوں نے اپنے اس عقیدے کو اس کہانی میں یوں لپیٹا ہے:

"حضرت یحییٰ منیری کا ایک مرید دریا میں ڈوب چلا، امداد کے لیے اپنے پیر کو پکارا۔ اتنے میں ایک صاحب آئے اور کہنے لگے لاؤ ہاتھ میں نکال لوں۔ مرید نے پوچھا تم کون ہو؟ کہا میں خضر علیہ السلام ہوں۔ اس مرید نے کہا ڈوب جانا بہتر ہے مگر جو ہاتھ یحییٰ منیری کے ہاتھ میں جا چکا ہے کسی دوسرے کے ہاتھ میں نہیں جائے گا۔ ابھی مرید کا یہ جملہ پورا بھی نہ ہونے پایا تھا کہ خضر علیہ السلام غائب ہو گئے اور یحییٰ منیری موجود تھے۔ فرمانے لگے شاباش! ایک مرید کو اپنے پیر کا اتنا ہی پاس ہونا چاہیے۔ پھر ہاتھ پکڑ کر دریا کے پار کر دیا۔"

۱؎ یحییٰ منیری [illegible] ص [illegible] ۲؎ سوانح اعلیٰ حضرت بریلوی ص ۲۴۳

سے ہیں جن کے فتاویٰ ان کے ہاں انوارِ شریعت (THE LIGHT OF ISLAM) کہلاتے ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

> دوبارہ وہی بھیجا جاتا ہے جو پہلی دفعہ ناکام رہے۔ امتحان میں دوبارہ وہی لوگ بلائے جاتے ہیں جو فیل ہوں۔ حضرت مسیح علیہ السلام پہلی آمد میں ناکام رہے اور یہود کے ڈر کے مارے کام تبلیغ رسالت انجام نہ دے سکے اس لئے ان کا دوبارہ آنا تلافی مافات ہے لے

بریلویوں کے پانچ بڑے علماء جن کے فتاویٰ ان کے ہاں انوارِ شریعت کہلاتے ہیں یہ ہیں۔

۱۔ مولانا احمد رضا خاں ۲۔ مولانا حامد رضا خاں ۳۔ مولانا نعیم الدین مرادآبادی

۴۔ مولانا سردار احمد لائلپوری ۵۔ مولانا نظام الدین ملتانی ۔

مولانا محمد اسلم علوی قادری نے یہ کتاب انوارِ شریعت سنی دارالاشاعت ڈیچکوٹ لائلپور سے دو جلدوں میں شائع کی ہے۔ اس میں سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ سخت توہین کی گئی ہے۔ ایک مرزائی نے یہ سوال کیا تھا۔

مسیح علیہ السلام لوگوں کی ہدایت کے لئے دوبارہ اتریں گے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں آئیں گے پس افضل کون ہے ؟

بریلوی مفتی صاحب نے اس کا یہ جواب دیا۔ جسے ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔

یہاں کاتب کی غلطی کا بھی احتمال نہیں۔ ناکام ہونے کا لفظ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے دو دفعہ ذکر کیا گیا ہے پھر تبلیغ رسالت سرانجام نہ دے سکنا مزید ذکر کیا گیا ہے۔ کتابت بھی کسی عام کاتب کی نہیں۔ جامعہ رضویہ مظہر الاسلام کے ناضل غلام سرور صاحب قادری رضوی کی ہے۔ تصحیح کا کام بھی جامعہ رضویہ مظہر الاسلام کے مدرس مولانا محمد صادق صاحب قادری رضوی نے کیا ہے اور ان کی تصدیق کتاب کے آخر میں ص ۲۹۶ پر جلی حروف میں موجود ہے۔ یہ سب لوگ توہین رسالت کے اس جرم میں شریک ہیں۔

لے انوار شریعت جلد ۲ ص ۵۷ حصہ ششم

لئے الزامی جواب بھی نہیں کہا جا سکتا۔ الزامی جواب وہ ہوتا ہے جو فریق مخالف کے مسلمات کی رو سے لازم ہو۔ ایک عیسائی پادری نے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے سوال کیا کہ حضور پیغمبر اسلام اگر واقعی خدا تعالیٰ کے بہت مقرب تھے تو انہوں نے خدا سے کہہ کر اپنے نواسے حضرت حسینؓ کو سانحۂ کربلا سے کیوں نہ بچا لیا؟

حضرت شاہ صاحبؒ نے جواب دیا کہ خدا تعالیٰ نے یہ کہہ کر آپ کی سفارش مسترد کر دی تھی کہ ظالموں نے میرے بیٹے کو سولی چڑھا دیا میں اسے بچا نہ سکا۔ تیرا تو پھر نواسہ ہے میں اس کے لئے کیا کروں۔ یہ جواب الزامی کہا جا سکتا ہے۔ عیسائیوں کے مسلمات کے مطابق ہے۔ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بھی مانتے ہیں۔ ان کے سولی پر لٹکائے جانے کا عقیدہ بھی رکھتے ہیں اور یہ بھی مانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام کو اس وقت چھوڑ دیا تھا۔

مرزائی معترض کے جواب میں بریلوی مفتی صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سخت بے ادبی کی ہے۔ اسے الزامی جواب کہنا کسی پڑھے لکھے آدمی کا کام نہیں ہو سکتا۔ ثانیاً یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ پیغمبر کی توہین کسی طرح بھی جائز نہیں۔ نہ تحقیقاً نہ الزاماً۔ سو بریلویوں کا یہ عذر کسی طرح لائق پذیرائی نہیں ہے۔

پیغمبر کی بے ادبی کسی پہلو سے کی جائے اس کے کفر ہونے میں شبہ نہیں۔ بریلوی حضرات بھی ان کفریہ عبارات کا کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ سوائے اس کے کہ بریلویت سے کلی طور پر توبہ کریں اور پھر کھلے بندوں اس توبہ کا اقرار کریں۔

محقق جلیل حضرت قاضی عیاضؒ (۵۴۴ھ) لکھتے ہیں:۔

وقال ابوحنیفة واصحابه علیٰ اصلهم من کذب باحد من الانبیاء او
تنقص احداً منهم او برئ منهم فهو مرتد۔ (الشفا۔ ج۲ ص۲۰۷)

ترجمہ: امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب اپنے اصول پر اس بات کے قائل ہیں کہ جس نے کسی ایک پیغمبر کی تکذیب کی ـــــ یا تنقیص کی ـــــ یا اس سے بے تعلق ہوا وہ مرتد ہے

حضرت یعقوب علیہ السلام کی توہین

بریلوی ایک طرف تو یہ کہتے ہیں کہ نبی کے سینے غیب کی خبروں سے بھرے رہتے ہیں اور دوسری طرف یہ کہتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کی اس خبر پر کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو بھیڑیا کھا گیا بہت گھبرا گئے تھے۔ مولوی نعیم الدین مراد آبادی برادران یوسف کی بحث میں لکھتے ہیں۔

ان کے چیخنے کی آواز حضرت یعقوب علیہ السلام نے سنی تو گھبرا کر باہر تشریف لائے[1]

جب بات جانتے تھے تو پہلے کچھ دکھاوے کے لیے گھبرا گئے کیا یہ دھوکہ نہیں؟ افسوس کہ جناب نعیم الدین صاحب مراد آبادی کو ایسے ایک پیغمبر کی طرف نسبت کرتے ہوئے ذرا حیا نہ آئی۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے جب حضرت یوسف کے کرتے کی خوشبو پائی تو اپنے بیٹوں سے کہا۔

انی لاجد ریح یوسف لولا ان تفندون۔ پ یوسف ع

ترجمہ میں یوسف کی خوشبو پا رہا ہوں اگر تم میری طرف نقصان عقل کی نسبت نہ کرو۔

اب مولانا احمد رضا خان کا ترجمہ دیکھئے۔

بے شک میں یوسف کی خوشبو پاتا ہوں اگر مجھے یہ نہ کہو کہ سٹھ گیا ہوں (کنز الایمان ص ۳۹۲)

سٹھ گیا ہوں عجیب دیہاتی زبان ہے سٹھیا جانا اس وقت بولتے ہیں جب انسان عام آبادی میں ناکارہ سمجھا جانے لگے حضرت یعقوب علیہ السلام کو اس بات پر اپنے ناکارہ ہونے کا اندیشہ ہرگز نہ ہوتا تھا۔ نبی کبھی ناکارہ نہیں ہوتا قرآن کریم میں کہیں سٹھیانے کا لفظ نہیں خان صاحب نے اپنی طرف سے یہ لفظ یہاں بڑھا دیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے خان صاحب خود ہی سٹھیائے ہوئے تھے۔ حضرت دور پہنچے ہوئے تھے۔ پیغمبر ساٹھ سے اوپر بھی چلا جائے تو سٹھیاتا نہیں۔ مولانا احمد رضا خان کے اس ترجمہ میں کھلی توہین ہے۔

---

[1] خزائن العرفان ص ۳۴۱ ، ص ۳۷۹ طبع جدید

شیطان کو مقیاس بنانے کی گستاخی

بریلویوں نے مقام نبوت کی اس قدر توہین کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات اور کمالات بیان کرنے میں ابلیس لعین کو مقیاس و کسوٹی بنانے تک سے باز نہیں رہے۔ ان کے مولوی عبدالسمیع صاحب رامپوری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر ناظر ہونے کو ثابت کرنے کے لیے کیسی دلیری اور بے ادبی سے شیطان کی مثال لاتے ہیں:

> اصحاب محفل میلاد تو زمین کی تمام جگہ پاک و ناپاک مجالس مذہبی غیر مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ نہیں کرتے ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک و ناپاک کفر غیر کفر میں پایا جاتا ہے [1]

یہ مسئلہ اپنی جگہ رہا آپ اس جذبے اور فکر کا اندازہ لگائیں جو ایک اسلامی عقیدہ کے ثابت کرنے کے لیے قرآن وحدیث کی نصوص کی بجائے ابلیس کی عامی پرواز کو کسوٹی بنا رہا ہے اور صفات نبوت کو لعین ابلیس پر قیاس کرکے پیش کر رہا ہے۔

اسلامی عقائد کے اثبات کے لیے کیا قرآن وحدیث میں کفایت نہیں تھی۔ اسلامی عقائد کیا صرف قیاس کے محتاج رہ گئے اور وہ بھی ابلیس کی صفات پر اور وہ قیاس بھی کسی امام مجتہد کا نہیں مولانا عبدالسمیع رامپوری کا —— انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ مفتی احمد یار گجراتی بھی ایک جگہ اپنے عقائد کے اثبات کیلئے شیطان کی صفات کو اس طرح کسوٹی بناتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

> اس سے معلوم ہوا کہ شیطان کو بھی آئندہ غیب کی باتوں کا علم دیا گیا

---

[1] [illegible] ۵

ہے جیسا کہ اکثر لوگ بات کرتے ہیں... تو نبی کا علم اس سے زیادہ ہونا چاہیے [1]

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں :

جب شیطان مردود کی دعا سے عمر میں زیادتی ہوگئی تو اگر انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی دعاؤں سے یا بعض نیک اعمال کی برکت سے عمر لمبی ہو جاوے تو کیا حرج ہے [2]

بھلا انبیاء علیہم السلام اور شیطان کا کیا جوڑ۔ شیطان کبھی انبیاء کے قلوب میں نہیں اتر سکتا۔ دوسری قسم کے وسوسہ شیطانی سے پاک ہوتے ہیں۔ جہاں جبرئیل اترتا ہو وہاں ابلیس کیسے اتر سکتا ہے مگر افسوس کہ بریلوی حضرات کا عقیدہ اس کے خلاف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ پیغمبروں کی شان بیان کرنے کے لیے ابلیس کی مثال لانے سے نہیں چوکتے۔

پیغمبر شیطان کی زد میں (معاذ اللہ)

اسلامی عقیدہ کے مطابق پیغمبر کبھی شیطان کی زد میں نہیں آتے، ان کی ہر ادا پر خدائی حفاظت کا پہرہ ہوتا ہے، مگر بریلوی انہیں وسوسہ شیطانی سے محفوظ نہیں سمجھتے۔ ان کے مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں :

کوئی شخص کسی جگہ شیطان کے وسوسہ سے محفوظ نہیں آدم علیہ السلام مقبول بارگاہ تھے .... یہ بھی معلوم ہوا کہ وسوسہ انبیاء کرام کو بھی ہو سکتا ہے [3]

یہاں کیا یہ تاویل نہ کی جا سکتی تھی کہ حضرت آدمؑ اس وقت تک مقام نبوت پر فائز نہ ہوئے تھے، آدم علیہ السلام کے اس خصوصی واقعہ کو تمام انبیاء کرام کے لیے اصول بنا کر ان میں سے کوئی وسوسہ شیطانی سے محفوظ نہیں ہرگز درست نہ تھا۔ بریلویوں نے یہاں بہت بڑا ت اور گستاخی کی ہے۔ مولانا احمد رضا خاں کے دوسرے خلیفہ مولانا امجد علی صاحب سے بھی سن لیجئے۔

---

[1] نور العرفان صفحہ ۲۴۵ [2] نور العرفان صفحہ ۲۴۲ [3] نور العرفان صفحہ ۲۴

حضرت آدم علیہ السلام کی توہین

حضرت آدم علیہ السلام سے جنت میں اجتہادی خطا ہوئی۔ آپ نے متنبہ ہوتے ہی فوراً رجوع فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی توبہ قبول فرمائی اور جنت سے سرفراز فرمایا۔ آپ کی اس اجتہادی خطا کو ذکر بدوں ذکر توبہ و انابت ہرگز درست نہیں۔ یہ صحیح نہیں کہ آپ کے لیے حقیرہ کے الفاظ استعمال کیے جائیں۔

مگر مولوی احمد رضا خان صاحب کے خلیفہ مولانا ابو البرکات محمد احمد قادری لکھتے ہیں۔

وہ آدم جو سلطانِ جنت نشیں تھے ۔ وہ آدم جو تخت و تاج عزت تھے

آج شکارِ حسرت ہیں [1] وہ مغفور

افسوس ان بدعتیوں سے کسی نے نہ پوچھا کہ وہ تیر انداز کون تھا جس کا شکار آدم علیہ السلام کو بتلایا جا رہا ہے اور اس استعارہ کے لیے ذلت و خواری کے الفاظ کیا اب تک کسی مسلمان نے حضرت آدم علیہ السلام کیلئے استعمال کیے ہیں؟ کچھ غور کیجئے اور انبیائے کرام کی توہین سے ہاتھ کھینچیے۔

لیجئے مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی بھی لکھتے ہیں:-

حضرت علی المرتضیٰ سے مرفوعاً روایت کی کہ جب حضرت آدم پر عتاب ہوا... [2]

نعیم الدین صاحب نے اس پر طبرانی، حاکم، ابو نعیم اور بیہقی کو حوالہ دیا ہے۔ مگر افسوس کہ خود آپ نے کسی ایک کتاب سے بھی اس کی سند نقل نہیں کی اور ایسے خفیف الفاظ حضرت آدم کے بارے میں کہہ ڈالے۔ جن کی کسی مسلمان سے توقع نہ ہو سکتی تھی۔

حضرت نوح علیہ السلام کی توہین

حضرت نوح علیہ السلام خدا کے پیغمبر تھے کافروں کے مبلغ نہ تھے۔ آپ کبھی کافروں سے نہ دبے

۱؎ اوراقِ غم ص۹   ۲؎ خزائن العرفان ص۹ بقرہ

نے کبھی کفر کی تبلیغ کی، مگر افسوس کہ مولانا احمد رضا خان کے خلیفہ مفتی احمد یار نے ان کی بھی توہین کر ڈالی۔ آپ لکھتے ہیں:-

چونکہ نوح علیہ السلام سب سے پہلے کفار کے مبلغ ہیں[1]

اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ کسی نبی نے آنکھ جھپکنے کے برابر بھی کبھی کفر یا شرک نہیں کیا دعوت سے پہلے نہ بعد۔ کفر و شرک سے وہ ہمیشہ سے بچے آئے پھر وہ ان کے مبلغ کیسے ہو سکتے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی توہین

ہندوؤں نے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کرشن بتلایا تو مسلمان اس پر بہت سیخ پا ہوئے۔ کرشن کا جو تصور ہندوستان میں متواتر چلا آتا تھا اس کے پیش نظر یہ بات ہرگز لائق برداشت نہ تھی مگر افسوس کہ بریلوی علماء نے ہندوؤں کی یہ بات قبول کر لی اور اسے نہ صرف اخبار و رسائل میں بلکہ حاشیہ قرآن پر لے آئے تاکہ عوام اسے قرآن کی بات سمجھیں۔ مولانا احمد رضا خان کے خلیفہ مفتی احمد یار حضرت ابراہیم کے ذکر میں لکھتے ہیں:-

بعض مشرکین آپ کو کرشن کہہ کر آپ کا احترام کرتے ہیں۔ مجھ سے ایک مذہبی ہندو نے کہا کہ جنہیں تم ابراہیم کہتے ہو انہیں ہم کرشن جی کہتے ہیں اور حضرت اسماعیل کو ارجن[2]

افسوس کہ مفتی احمد یار نے اس ہندو کی تردید کرنے کی بجائے پنڈت جی کا یہ تحفہ خود مسلمانوں کی نذر کر دیا۔ حاشیہ قرآن میں ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:-

ہند کے مشرک ابھی کرشن کا نام لے کر تعریفیں کرتے ہیں مشرکین عرب بھی اپنے کو ابراہیمی کہتے تھے[3]

---

[1] نورالعرفان صفحہ ۸۲۳ [2] نورالعرفان صفحہ ۴۴۳ [3] ایضاً صفحہ ۹۰۴

انبیاء کی دخل شیطانی سے حفاظت

اسلامی عقیدہ کے مطابق اللہ تعالیٰ جس طرح انبیاء کرام کو دخل شیطانی سے محفوظ رکھتے ہیں شیطان کو انبیاء کرام کی صفات پر آترنے سے بھی باز رکھتے ہیں شیطان کو اغواء و ضلال کی کتنی قوتیں بخشی گئیں لیکن اس کو یہ طاقت نہ دی گئی کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سی شکل بنا سکے۔ عالم ظاہر تو در کنار شیطان خواب میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں نہیں آسکتا جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اس نے واقعی حضورؐ کو ہی دیکھا حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من رآنی فی المنام فسیرانی فی الیقظة ولا یتمثل الشیطان بی [۱]

ترجمہ: جس نے مجھے خواب میں دیکھا سو وہ مجھے بیداری میں بھی دیکھے گا اور شیطان میری شکل میں نہیں آسکتا۔

تمثل کی نفی عام ہے جس طرح شیطان آپ جیسی شکل نہیں بنا سکتا آپ کی سی آواز بھی نہیں نکال سکتا کیونکہ جس طرح اس شکل سے دھوکہ دینے کی اسے قدرت نہیں اس آواز سے دھوکہ دینے کی قدرت اسے کیسے حاصل ہو سکتی تھی۔

حضورؐ کی سی آواز کسی کی نہیں ہو سکتی ہے

مگر بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ شیطان حضورؐ کی سی آواز نکال سکتا ہے اور لوگوں کو مغالطہ دے سکتا ہے کہ گویا حضورؐ ہی بول رہے ہیں (معاذ اللہ) مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں:

حضورؐ کی یہ صفت خاص ہے کہ آپ کا ہمشکل کوئی نہیں بن سکتا ورنہ لوگ

---

[۱] صحیح بخاری جلد ۹ صفحہ ۲۷   لا یمکن تحقیق ذلک وروی انس لا یتخیل بی

> حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت مسیح علیہ السلام کی ہمشکل بن گئے
> البتہ شیطان اپنی آواز حضور کی آواز سے مشابہ کر سکتا ہے جیسا کہ سورۂ والنجم
> شیطان نے حضور کی طرح پڑھ دی [1]

جب حضور بے مثل صفات رکھتے ہیں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ شیطان حضور کی سی آواز نکالے اور وہ بھی تلاوت قرآن میں۔ کچھ تو سوچیے، معلوم نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی اور گستاخی سے بریلویوں کو کیا ملتا ہے۔

حضور کی سی خوشبو کسی کی نہیں ہو سکتی

اسلامی عقیدہ ہے کہ جس طرح کوئی حضور کی شکل نہیں بنا سکتا اور حضور کی آواز کسی کی نہیں ہو سکتی اسی طرح یہ بھی عقیدہ ہے کہ حضور کی خوشبو بھی کسی کی نہیں ہو سکتی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور کے پسینہ مبارک میں بھی خوشبو ہوتی تھی۔

مگر مولانا احمد رضا خاں فرماتے ہیں کہ صاحبزادہ برکات احمد کی قبر کی خوشبو بالکل روضۂ انور کی سی خوشبو تھی اور تصریح کرتے ہیں کہ وہ یہ بات کوئی مبالغے کے طور پر نہیں کہہ رہے بلکہ حقیقت کہہ رہے ہیں۔

> جب ان کا انتقال ہوا اور میں دفن کے وقت ان کی قبر میں اترا مجھے بلامبالغہ
> وہ خوشبو محسوس ہوئی جو پہلی بار روضۂ انور کے قریب پائی تھی۔ [2]

انبیاء کا ظاہر و باطن ایک

انبیاء کرام ہر قسم کے دھوکہ اور فریب سے پاک ہوتے ہیں، کسی قسم کی خیانت ان سے ممکن

---

[1] سوانح نعیمیہ حصہ اول صہ۲۲ نوری کتب خانہ لاہور [2] ملفوظات حصہ دوم صہ۲۳

نہیں، قرآن کریم میں ہے: ماکان لنبی ان یغل
ترجمہ: نبی سے نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ کسی قسم کی خیانت کرے لہ
مداری تماشا کرتے ہیں اور مختلف روپ دھارتے ہیں شکاری شکار پھانسنے کے لیے کئی شکلیں بناتا اور مختلف آوازیں نکالتا ہے، انبیاء و مرسلین کو کتنے ہی کڑے حالات سے کیوں نہ گزرنا پڑے ان کی سیرت نہایت پاکیزہ رہتی ہے اور وہ کبھی مداری یا شکاری کا روپ نہیں دھارتے۔ ان کا ظاہر و باطن ایک سا ہوتا ہے۔

انبیاء کی بشریت اور رسالت

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اپنی بشریت اور رسالت کا اعلان فرمائیں۔ اس میں کافروں کے اس عقیدے کی تردید تھی کہ بشریت اور رسالت جمع نہیں ہو سکتیں۔ اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی انسان پر وحی نہیں اتاری۔

قالوا ما انزل اللہ علی بشر من شیء ؏
ترجمہ: انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر (کبھی) کوئی وحی نہیں اتاری
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ آپ بشریت اور وحی کی آمد دونوں کا اعلان فرما دیں تاکہ کافروں کے غلط عقیدے کی پوری تردید ہو جائے۔ ارشاد ہوا:

قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی ؏
فرما دیجئے۔ میں بھی انسان ہوں۔ جیسے تم۔ ہاں مجھ پر وحی آتی ہے۔

بریلویوں کا گستاخانہ عقیدہ پیغمبر شکاری کی ادائیں

قرآن کریم کا اعلان آپ کے سامنے ہے۔ مگر بریلویوں کا عقیدہ یہ ہے کہ آپ کا اعلان بشریت ایک

لہ پ سورہ آل عمران ع ۱۷ ؏ پ الانعام ع ؏ پ کہف ع

سچائی نہ تھا آپ نے یہ بات محض اوپر اوپر سے کہی تھی جیسے شکاری شکار کرنے کے لیے جانور کی سی آواز نکالتا ہے مگر حقیقت میں وہ جانور نہیں ہوتا محض جانور کا روپ دھارے ہوتا ہے۔

مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں:

میں تمہاری جنس سے ہوں یعنی بشر ہوں۔ شکاری جانوروں کی آواز نکال کر شکار کرتا ہے۔ لہ

پیغمبرانہ اعلان کے لیے شکاری کی مثال لانا اور اس مثال سے پیغمبر کو شکاری کہنا اور اس کی بات کو جانوروں کی سی بولی قرار دینا انبیاء کرام کی شان میں سراسر گستاخی ہے اور بے ادبی کی انتہا ہے جب شیطان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا روپ نہیں دھار سکتا تو آپ شکاری کا روپ کیسے دھار سکتے تھے۔ بریلویوں نے اس گستاخانہ پیرائے میں کلام الٰہی کو بھی جانور کی سی آواز کر دیا ہے۔ العیاذ باللہ۔ شکاری جب جانور کی سی آواز نکالتا ہے تو اس کی یہ آواز حقیقت پر مبنی نہیں ہوتی اپنے آپ کو ظاہراً جانور بتلانا جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے۔

شکاری کا اظہار بالکل حقیقت کے خلاف ہوتا ہے پیغمبروں نے اگر اسی نسبت سے اپنے آپ کو بشر کہا اور حقیقت میں وہ بشر نہ تھے تو ان کا اپنا بشر کہلانا کیا جھوٹ نہ ہوگا؟ [illegible] کوئی مصلحت کیوں نہ ہو۔ یاد رکھیے پیغمبروں پر اس طرح کا جھوٹ لگانا کفر ہے قاضی عیاض شفاء میں لکھتے ہیں:

وكذلك من دان بالوحدانية وصحة النبوة ونبوة نبينا صلى الله عليه وسلم ولكن جوز على الانبياء الكذب فيما اتوا به ادعى في ذلك المصلحة [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

> ان کا جھوٹ ہونا جائز سمجھتا ہو، یا اس بات کا قائل ہو کہ پیغمبر جھوٹ بول سکتا ہے یا انبیاء کے جھوٹ بولنے میں وہ کسی مصلحت کا قائل ہو، جیسا کہ کرامی کہتے ہیں کہ آپ کسی مصلحت کے لئے خلاف حقیقت ظاہر کرتا ہے، یا کسی مصلحت کے بغیر کذب انبیاء کو جائز سمجھے تو ایسا اعتقاد رکھنے والا بالاجماع کافر ہے۔"

پیغمبر کی غیر اختیاری آواز

شکاری شکار کرنے کے لیے بڑے تکلف سے ایک نئی آواز نکالتا ہے تاکہ شکار اسے سمجھ نہ پائے۔ اس کا اس آواز کو اختیار کرنا اس کا فن اور تجربہ ہوتا ہے۔

اب دیکھئے یہی مفتی احمد یار جو پہلے ان (نبی) انا بشر مثلکم کو ایک شکاری کی آواز کہہ رہے تھے ایک دوسرے مقام پر اسے غیر اختیاری آواز کہہ رہے ہیں۔ ٹھیک ہے دروغ گو را حافظہ نباشد۔

> بعض اولیاء اللہ جو کچھ اپنے مراتب بیان کر جاتے ہیں وہ ان کے جوش کی غیر اختیاری آواز ہوتی ہے انما انا بشر مثلکم اس درجہ کی آواز تھی اللہ ایک عشق میں شریعت کی جلوہ گری (شان حبیب الرحمن صفحہ ۲۳۰)

یہ تو سنا تھا کہ منصور کا نعرہ انا الحق ایک جوش بے خودی تھا۔ اسلام کی رو سے کوئی جائز آواز نہ تھی۔ بعض اولیاء اللہ سے بعض اوقات شطحیات کا صدور ہو جاتا ہے لیکن کسی صحابی یا امام نے آج تک نہ کہا تھا کہ پیغمبر بھی کبھی اس بے اختیاری آواز سے بولتے ہیں۔ نہ یہ قرآن کریم میں بھی اس جوش کی غیر اختیاری آوازیں پائی جاتی ہیں اس سے بڑھ کر انبیاء کی شان میں بڑی گستاخی کیا ہو گی؟

ظاہر صورت بشری میں حضور کو کافروں سے تشبیہ دینا

کون نہیں جانتا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک چاند سے زیادہ روشن تھا اور آپ کے

اسلام کے عقیدۂ رسالت پر دوطرفہ حملہ

اسلام میں رسالت کا مقام الوہیت سے نیچے ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری کائنات کے سردار ہونے کے باوجود اللہ رب العزت کے ماتحت اور مامور تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام الوہیت پر لے جانا اسلام کے عقیدۂ رسالت کی پامالی ہے اور کسی اور پیر اور بزرگ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ میں لے آنا اس میں بھی اسلام کے عقیدۂ رسالت پر زبردست حملہ ہے۔ افسوس کہ بریلوی حضرات یہ دو دھارا ہتھیار استعمال کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ ایک طرف اپنے پیروں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مماثل بنا کر گئے اور دوسری طرف نبیک جست حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا ظہور و بروز کہنے میں بھی کوئی باک محسوس نہ کریں گے۔ فیا حسرتا علیٰ سوء الفہم۔

حضورؐ کی صورت میں خواجہ فریدؒ

حضرت خواجہ فریدؒ نے کبھی یہ دعویٰ نہ کیا تھا کہ ان کا چہرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی پرتو ہے۔ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع صفات جمال و جلال اور کمال و افضال میں بے مثل پیدا فرمایا ہے۔ مگر افسوس کہ اہل بدعت اپنے پیروں کی عقیدت میں اتنے کھو گئے کہ انہوں نے حضورؐ کی شان میں بھی بے ادبی کی پرواہ نہ کی۔ حضرت خواجہ فرید کو عین محمد قرار دے دیا معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ انوار فریدی میں لکھتے ہیں:

فرید باصفا ہستی محمد مصطفےٰ ہستی
چہ گویم چیا ہستی خدا ہستی خدا ہستی [1]

ترجمہ: آپ باصفا فرید ہیں۔ یہاں تک کہ آپ ہی محمد مصطفےٰ ہیں
میں کیا کہوں آپ کیا ہیں؟ آپ خدا ہیں، خدا آپ ہی ہیں۔

---

[1] انوار فریدی ص ۱۴۳

حضور حضرت معین الدینؒ کی صورت میں

کوٹ مٹھن ضلع راجن پور پاکستان میں ایک شخص میاں جبہ کی بیوی فوت ہوگئی، وہ بہت اداس تھا، کہتے ہیں کہ اس کی تسلی کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے خواب میں ملے۔ یہ واقعہ ان لوگوں کے اپنے الفاظ میں سنئیے :

رات کو خواب میں میاں جبہ کو محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی ہے لیکن حضورؐ نے اپنے چہرۂ انور پر نقاب ڈالا ہوا ہے جس وقت میاں جبو قدم بوس ہوتا ہے اور حضور پاک سید لولاک صلی اللہ علیہ وسلم چہرۂ مبارک سے کپڑا اٹھاتے ہیں تو عین شہنشاہ مولا محمد معین الدین کا چہرہ سامنے آجاتا ہے[1]۔

اس کا حاصل اس کے سوا کیا ہے کہ جناب محمد معین الدین اپنے مراتب میں اتنے بلند جا چکے تھے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی شکل میں ظاہر ہوتے تھے۔ (معاذ اللہ) حالانکہ اسلام کے اس عقیدے میں کسی شک کی گنجائش نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسم کی بات میں ایک بے مثل ذات تھے۔ یہ لوگ غلط عقائد میں انتہا کو جا چکے ہیں۔ ان کے غلام جہانیاں لکھتے ہیں :

وہ مدنی محمد معین بن کے آیا ٭ غضب کا جوان حسین بن کے آیا
میری لاکھ جانیں ہوں قربان اس پر ٭ جو نیرے پیا چرنشین بن کے آیا[2]

دل نشد کتنے ہی اونچے مرتبہ پر کیوں نہ ہو عین محمد کبھی نہیں ہو سکتا۔ اولیاء اللہ کے جملہ کمالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال و کمال کی ایک کرن کی برابری نہیں کر سکتے چہ جائیکہ کسی بزرگ کو آپ کی جمیع صفات میں آپ کا ظلی وجود کہہ دیا جائے۔

---

[1] ہفت اقطاب ص ۱۲۱ از غلام جہانیاں [2] ہفت اقطاب ص ۱۹۸

حضورؐ کے جملہ کمالات شیخ جیلانیؒ میں

افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں یہی عقیدہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بارے میں رکھتے تھے۔ آپ حضورؐ کی جمیع صفات کا ظل وجود میں آپ لکھتے ہیں:

حضور پُر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس و انور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث کامل نائب تام و آئینہ ذات ہیں کہ حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مع اپنی جمیع صفات جمال و جلال و کمال و افضال کے ان میں متجلی ہیں۔ ؎۱

پھر یہیں تک بس نہیں آپ نے نہایت بے دردی سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت تک کا دعویٰ فرما دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کا دعویٰ

مولانا احمد رضا خاں بریلوی صاحبزادہ برکات احمد کی وفات کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

ان کے انتقال کے دن مولوی سید امیر احمد صاحب مرحوم خواب میں زیارت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے کہ گھوڑے پر تشریف لیے جاتے ہیں، عرض کی یا رسول اللہ کہاں تشریف لے جاتے ہیں فرمایا برکات احمد کے جنازہ کی نماز پڑھنے۔ الحمدللہ یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا۔ ؎۲

مولانا احمد رضا خاں یہاں اس کے سوا اور کیا دعویٰ فرما رہے ہیں کہ "حضورؐ میرے مقتدی تھے اور میں ان کا امام" خاں صاحب کو تو چاہیے تھا کہ جب اس جنازہ میں حضورؐ کی تشریف آوری کی

؎۱ فتاویٰ افریقہ ص۱۱۲ مطبوعہ کراچی ؎۲ ملفوظات حصہ دوم ص۲۳

بات شی شرمندگی محسوس کرتے کہ حضورؐ کی موجودگی میں مجھے امامت کی جرأت کیوں ہو گئی ؟ یا بتقاضے ادب یوں لکھتے کہ الحمدللہ میں بھی اس جنازے میں موجود تھا۔ آپ کے ان الفاظ سے کہ الحمدللہ یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا، خاں صاحب بریلوی کی اندرونی کیفیت اور انانیت کا اندازہ لگائیں کہ کس بے دردی سے حضورؐ کی امامت کا دعویٰ فرما رہے ہیں۔

حضورؐ جسم پاک سے تشریف لائے

بریلویوں کا یہ عقیدہ نہیں کہ حضورؐ صرف روحانی طور پر اس جنازہ میں تشریف لائے تھے بلکہ وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضورؐ مع اپنے جسم اطہر کے اس میں تشریف لائے تھے مفتی احمد یار لکھتے ہیں۔

اس طرح صالحین کی نماز جنازہ میں خاص طور پر اپنے جسم پاک سے تشریف فرما ہوتے ہیں لے

پس مولانا احمد رضا خاں کا یہ دعویٰ کہ حضورؐ میرے مقتدی تھے اور میں ان کا امام کسی روحانی حاضری کے تصور پر مبنی نہیں بلکہ حضورؐ وہاں اپنے جسم پاک سے تشریف فرما تھے حضرت ابوبکر صدیقؓ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر مصلائے امامت سے پیچھے ہٹ گئے تھے، مولانا احمد رضا خاں کو نماز پڑھانے کی کیسے جرأت ہوئی، یہ بات اپنی جگہ سوچنے کی ہے۔

بریلوی علماء کہتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبرؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا پتہ چل گیا تھا لیکن مولانا احمد رضا خاں کو نماز پڑھاتے وقت اس کی خبر نہ تھی۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ اگر اس وقت خبر نہ تھی تو جب خبر ہوئی اسی وقت کچھ اظہار شرمندگی کیا ہوتا بلکہ آپ تو یوں لکھتے ہیں "الحمدللہ یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا" گستاخی اور بے ادبی کی آخر کوئی حد ہوتی ہے۔ حضور میرے مقتدی تھے اور میں ان کا امام" یہ کیا گستاخی ہی نہیں ؟ کچھ تو سوچیے عقل والو !

لے جاء الحق ص ۱۴۲ مفتی صاحب اسکی کیا توجیہ کریں گے کہ ایک ہی وقت میں مختلف جنازوں میں کیسے جسم پاک سے پہنچتے ہیں پھر صلحاء کی کیا تخصیص ہے کیا آپ ہر جنازے میں موجود نہیں ہوتے ؟

پھر یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ مولوی سید امیر احمد صاحب نے جب خواب دیکھا
کہ حضورؐ برکات احمد کی نماز جنازہ کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں اس وقت برکات
احمد مرحوم کی نماز جنازہ تو ہو چکی ہوئی تھی اور وہ دفن بھی ہو چکے ہوتے تھے دفن
کے دن رات کو خواب آنا اسی طرح ہو سکتا ہے حضورؐ کا اس وقت نماز جنازہ کے
لئے تشریف لے جانا اسی طرح ہوا ہو کہ آپ ایسی نماز جنازہ میں شریک ہونے
ہوں ـــــ آخر کیوں؟ ـــــ کیا اس لئے تو نہیں کہ آپ مولانا احمد رضا خاں سے
ناراض تھے۔

کیا مولانا سید امیر احمد کے اس خواب کو نماز جنازہ ثانیہ جس کا حضورؐ کو خصوصی
حق حاصل تھا اور اس میں امتیازی شان تھی پر محمول نہ کیا جا سکتا تھا مولانا احمد رضا
خاں کو کیا شوق سوار تھا کہ حضورؐ کی امامت کا دعویٰ کر دیا اور یہ ملا کہا کہ الحمد للہ!
یہ جنازہ مبارک میں نے پڑھایا۔ استغفر اللہ العظیم ـ بلکہ گر وہ غور کرتے تو اس
میں ان کی بدعات پر زبردست نکیر موجود تھی۔ پیغمبر پر تقدم یہی ہے کہ اس کی منقول
پیمر نہ چلے آگے بڑھنے کی کوشش کرے۔

حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ ایک سلسلہ میں فرماتے ہیں:

کسی نے اس خواب کا اور اس تعبیر کا ذکر حضرت مولانا گنگوہیؒ کی خدمت
میں کیا۔ مولانا نے فرمایا کہ ان لوگوں نے خواب کا صحیح مطلب نہیں سمجھا۔ کہاں ان
سے کہے کہ حضورؐ کے ہوتے کسی کا مسند پر بیٹھنا صاف دلیل ہے تقدم علی الرسول
رسول سے آگے بڑھنے کی یعنی ان لوگوں میں خود رائی ہے وہ اپنی رائے کو حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے مبارک پر مقدم کرتے ہیں۔[1]

مولانا احمد رضا خاں اگر یہ تعبیر سمجھ نہ پائے اور بدعات سے توبہ کر لی بلکہ حضورؐ کی امامت کا دعویٰ کردیا
تو اس کا بار آخرت میں ان پر ہوگا۔ موجودہ بریلوی تو انکا بار اپنے سر لیں یہ بڑا انہی کے سر ہے۔

---

[1] الافاضات الیومیہ حصہ نمبر ۲ ص ۱۲۰ اشرف المطابع تھانہ بھون طبع ۱۹۴۱ء

جس سرو سہی نے چمن وجود میں بلندی حاصل کی اسے ارہ فنا نے بیخ و بن سے کاٹا اور جس نہال تازہ نے گلشن حیات میں نشو و نما پائی تیر ممات نے اسے فنا کیا۔ [1]

حضورؐ کی وفات پر شجر اسلام کے بیخ و بن سے کٹنے کا عقیدہ شیعہ کا تو ہو سکتا ہے لیکن اہل السنۃ والجماعت کے ہاں اس خیال باطل کی کہیں پذیرائی نہیں، مگر جب ہم دیکھتے ہیں کہ اسی کتاب میں خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت جو سقیفہ بنی ساعدہ میں طے ہوئی تھی اس پر سخت طنز موجود ہے۔ اور خلافت بنی فاطمہ کی طرف منتقل کرنے ہی کی تجویز ہے تو اس یقین سے چارہ نہیں رہتا کہ مولانا احمد رضا خاں کا پورا حلقہ اہل السنۃ والجماعۃ کے پیچھے ہی لٹھ لئے چل رہا ہے۔ بہرحال مولانا احمد رضا خاں صاحب کے یہ خلیفہ لکھتے ہیں:۔

خلافت پہ آتے سے تو ہنستے لطیفہ   یہ کہتی ہے رائے بجی و خفیفہ

کہ اجماع تھا جو کئے اہل سقیفہ   بنانا تھا حضرت حسن کو خلیفہ

تو ہوتے نہ اتنے تعفن کے جھگڑے

تشیع کے فتنے تسنن کے جھگڑے [2]

مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ نے اسے تحقیق حق قرار دیا ہے اور سقیفہ بنی ساعدہ کے صحابہ کے اجماع پر طنز کیا ہے۔ اہل سنت کے ہاں کسی ایک صحابی پر بھی طنز جائز نہیں تو پھر کل صحابہ کے اجماع کا تمسخر کرنے والا کیسے سنی کہا جا سکتا ہے۔

حضورؐ کی وفات کو حضورؐ کا زوال کہنا (معاذ اللہ)

قرآن کریم میں حضور صلی اللہ کو بشارت دی گئی وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ

---

[1] ارمغان علم ص۱۱۱   [2] ایضاً ص۲۲۱

"اور البتہ آخرت آپ کے لئے پہلی زندگی سے بھی بہتر ہوگی" اور حدیث میں ہے:
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استیذان ملک الموت کے وقت خود رفیق اعلیٰ کو پسند فرمایا۔ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زوال کہنا کس قدر گستاخی اور بے ادبی کا کلمہ ہے۔ مولانا احمد رضا خان کے خلیفہ آیت الیوم اکملت لکم دینکم پر لکھتے ہیں:
آفتاب مدینہ رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت میں اشارہ پایا اس لئے کہ بعد کمال زوال ہوتا ہے: ؎

چو آفتاب بہ نصف النہار رسانت گمان مقرر است کہ رو بے نہد بسوئے زوال[1]

رضاخانی عقیدہ میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آفتاب رسالت گردش زوال ہوا لیکن سنی عقیدہ میں پہلوں کے آفتاب تو بیشک غروب ہوئے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آفتاب کبھی غروب نہ ہوگا۔ سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

افلت شموس الاولین وشمسنا ابدا علی افق العلی لا تغرب

(ترجمہ) پہلوں کے آفتاب تو غروب ہوگئے لیکن ہمارا آفتاب بلندی کے افق پر ہمیشہ رہے گا کبھی غروب نہ ہوگا۔

حضورؐ کی رسالت کے دو ممتاز پہلو

یوں تو اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب انبیاء کرام پر بہت سی باتوں میں فضیلت عطا فرمائی لیکن آپ کی ہمہ گیر نبوت اور ختم نبوت کے عقیدے اتنے ممتاز ہیں کہ ان ضروریات دین کا اقرار کئے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔ قرآن کریم کی رو سے آپ کی نبوت عرب و عجم اور ہر خطۂ زمین کو شامل ہے اور ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ جس طرح آپ پر مراتب نبوت کی انتہا ہے زمانی اعتبار سے بھی آپ کے بعد کسی درجے کا کوئی نبی پیدا نہ ہوگا

---

[1] اوراق غم صلا

حضور اکرمؐ کی ہمہ گیر نبوت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سب انس و جن کے لیے ہے۔ کسی ایک علاقے، نسل یا رنگ سے خاص نہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بعثت الی الناس عامۃ [۱]

ترجمہ: میں سب لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

سیدنا ملا علی قاری لکھتے ہیں: ای شاملۃ للعرب والعجم

ترجمہ: یعنی حضورؐ نے فرمایا میں عرب و عجم کے سب انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں

بریلویوں کا غلط عقیدہ

بریلویوں کا عقیدہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف عرب کے لیے نشانِ ہدایت تھے۔ عجم کے لیے مولانا احمد رضا خاں اس الٰہی ہدایت کا قبلہ نما تھے۔ آپ کے خلیفہ مولانا عبد العلیم صدیقی جب حج سے واپس لوٹے تو آپ نے مولانا احمد رضا خاں کے حضور ایک مدحیہ نظم پڑھی، جس میں ایک شعر یہ بھی تھا:

عرب میں جا کے ان آنکھوں نے دیکھا جس کی صورت کو

عجم کے واسطے لاریب وہ قبلہ نما تم ہو [۲]

اس تشکر پر مولانا احمد رضا خاں نے مولانا عبد العلیم صدیقی کو ایک قیمتی مخمل جبہ مرحمت فرمایا۔ گویا تسلیم کر لیا کہ واقعی عجم کے لیے آپ ہی الٰہی ہدایت کا قبلہ نما تھے اور حضورؐ کی دعوت (معاذ اللہ) صرف عربوں تک کے لیے تھی۔ مولانا احمد رضا خاں پابند سنت ہوتے تو نہ صرف مولانا عبد العلیم کے منہ میں خاک ڈال دیتے بلکہ صاف کہتے کہ صاحبو! یہ غلط کہہ رہا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم عرب و عجم

---

[۱] مشکوٰۃ شریف صہ ۵۱۲ [۲] سوانح اعلیٰحضرت ۱۱۱

دونوں کے لیے مبعوث ہیں اور میں ہرگز آپ کا مقابل نہیں ہوں کہ عرب کے لیے تو وہ ہوں اور عجم کے لیے میں۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ مگر افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں نے ایسا کیا بلکہ ریشم کا جو جبہ آپ پہنا کرتے تھے جوشِ مسرت میں انہیں پہنا دیا کہ واقعی تم اچھا کر رہے ہو میری تعریف کر رہے ہو۔ اور مجھے عجم کے لئے مبعوث مان رہے ہو۔

حضور اکرم ؐ کی شانِ ختمِ نبوت

اسلام کا اجتماعی عقیدہ ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیشک نزول فرمائیں گے مگر وہ حضورؐ سے پہلے کے نبی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا نہ ہوں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی نئی شریعت لانے والا ہو یا تابع شریعت محمدی ہو کر آنے والا ہو ہرگز ہرگز نہ آئے گا نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہے کبھی کسی کو نبوت نہ ملے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی [۱]

بیشک رسالت اور نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ سو میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا نہ کوئی نبی۔

مولانا احمد رضا کا انکارِ ختمِ نبوت

مولانا احمد رضا خاں اس قطعی اور بنیادی عقیدۂ اسلام سے دور جا نکلے۔ آپ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باب نبوت صرف ۵۶۱ھ تک بند ہے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ (۵۶۱ھ) کی وفات کے بعد پھر کسی وقت رسالت کا آغاز ہوگا اور جو رسول آئے گا وہ مقامِ وزارت میں پہلے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا تابع رہ چکا ہوگا یعنی سلسلے میں قادری ہوگا۔

---

[۱] جامع ترمذی جلد ۲ صفحہ ۵۱

مولانا احمد رضا خاں صاحب لکھتے ہیں :

انجام وے آغاز رسالت باشد   اینک گو ہم تابع عبدالقادر [1]

(ترجمہ) حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی وفات کے بعد پھر سے رسالت کا آغاز ہوگا۔ یہ کیونکہ وہ شیخ عبدالقادر کا تابع بھی ہوگا۔

اس عقیدے میں دو کفر چھپے ہوئے ہیں، ایک ختم نبوت کا انکار، دوسرا یہ کہ ولی نبی سے افضل ہو سکتا ہے یہاں تک کہ نبی تابع ہو اور ولی ہمیشہ کے لیے متبوع ہو کر رہے معاذاللہ ثم معاذاللہ۔

مولانا احمد رضا خاں کا عقیدہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعتبار سے رسالت کا دروازہ بند کیا تو ایک اعتبار سے اسے کھول بھی دیا۔ ۵۶۱ ھ کے بعد اس امت میں قادری سلسلے کے کسی بزرگ کے لیے آغاز رسالت کی خبر دی۔ آپ کے عقیدہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کا دروازہ کھولنے والے بھی تھے۔ آپ لکھتے ہیں :

فتح باب نبوت پہ بے حد درود   ختم دور رسالت پہ لاکھوں سلام [2]

ترجمہ : جس نے نبوت کا دروازہ کھولا اس پہ لا تعداد درود اور جس نے رسالت کا دور ختم کیا اس پہ لاکھوں سلام ہوں۔

نبوت اور رسالت کے فرق سے آپ نے یہ بتلایا ہے کہ نبی تو آسکتا ہے رسول نہیں۔

فتح باب نبوت سے مراد

یہاں فتح باب نبوت سے آدم علیہ السلام سے پہلے کا آغاز نبوت مراد نہیں لیا جا سکتا۔ کیونکہ یہ عالم ارواح کی بات تھی۔

اس سوال پر کہ متیٰ وجبت لک النبوۃ (آپ کو نبوت کب ملی) ارشاد فرمایا تھا: وآدم بین الروح والجسد [3] اور اس وقت آدم ابھی روح اور جسد میں ہی منقسم تھے۔

---

[1] حدائق بخشش حصہ دوم صفحہ ۔ [2] ایضاً صفحہ ۔ [3] جامع ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۰۱

اس شعر میں اس کا تقابل ختم دورِ رسالت سے ہے جو عالمِ ارواح کی نہیں عالمِ ظاہر کی بات ہے۔ تو فتح بابِ نبوت میں بھی عالمِ ظاہر کی بات ہی مراد لی جائے گی اور ظاہر ہے کہ عالمِ ظاہر میں نبوت کا دروازہ کھلنے سے مولانا احمد رضا خاں کی مراد یہی ہو سکتی ہے جسے آپ پہلے بیان کر چکے ہیں۔

پس مولانا کی مراد فتح بابِ نبوت سے یہی ہے کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی وفات کے بعد پھر سے آغازِ رسالت ہو گا اور نیا آنے والا نبی قادری سلسلے ہی سے ہو گا۔

اب دیکھئے قادری سلسلے میں وہ کون حضرت تھے جو اپنے بعد والوں کے لیے اس پیش گوئی کا مصداق بن سکتے تھے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ نبوت کے یہ نئے امیدوار کون تھے لیکن یہ بات اپنی جگہ واضح ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے جو دروازہ اپنے لیے کھولا اس میں اچانک مرزا غلام احمد داخل ہو گئے، داخل ہوتے ہی انہوں نے یہ دروازہ اوروں کے لیے بند کر دیا[1] اور اعلیٰحضرت دیکھتے ہی رہ گئے۔

اب اعلیٰحضرت کے لیے کوئی گنجائش نہ رہی کہ وہ اس شعر کی مزید تشریح کریں اور آپ کے پیرو مجبور ہوئے کہ آپ کو صرف مجدد قرار دیں۔ بریلویوں نے جونہی آپ کو مجدد قرار دیا تو مرزائیوں نے بھی کچھ پینترا بدلا۔ انہوں نے دیکھا کہ یہ دعویٰ کچھ زیادہ کامیابی کے ساتھ چل سکتا ہے، ان کے جناب محمد علی لاہوری نے اعلان کر دیا کہ مرزا صاحب بھی مجدد تھے، مرزائیوں کی یہ جماعت لاہوری جماعت کہلاتی ہے، لیکن قادیانی جماعت اپنے اس عقیدے پر رہی کہ نبوت کا دروازہ پھر سے کھل گیا ہے۔ اور غیر تشریعی نبی آ سکتا ہے، صرف رسالت ختم ہے۔

بریلوی مولانا احمد رضا خاں کو اور لاہوری مرزائی مرزا غلام احمد کو چودھویں صدی کا مجدد مانتے ہیں، دونوں کی دوڑ لگی ہے، دیکھئے پہلے کون سنبھلتا ہے۔

ختمِ نبوت کا ایک اور معنیٰ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خاتم النبیین اور آخر الانبیاء عام طور پر اس معنیٰ میں کہا جاتا ہے کہ

---

[1] "اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔" (حقیقۃ الوحی ص ۳۹۱)

آپ کے بعد کسی نبی کی ولادت اور پیدائش نہیں مگر مولانا احمد رضا خاں کا عقیدہ تھا کہ آخر النبیین کے ایک اور معنی بھی ہیں اور وہ معنی یہ ہیں کہ آپ درجے میں سب سے آخر تھے۔ آپ سے آگے بڑھا ہوا کوئی نہیں۔ ان کے خیال میں آخر کا لفظ اولیت مرتبی کے معنی میں ہے اور آخر النبیین کے معنی اوّل النبیین کے ہیں۔ پس ان کے نزدیک لفظ خاتم خاتمیت مرتبی کا بیان ہوگا۔ مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں:

نماز اقصیٰ میں تھا یہی سرّ عیاں ہو معنی اوّل آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے [1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء کرام کی امامت فرمائی۔ یہ آپ کے سب سے افضل رسول ہونے کا کھلا نشان تھا۔ مسجد اقصیٰ کی اس نماز میں یہ راز نہاں تھا کہ آخر النبیین کے معنی اوّل النبیین کھل کر سب کے سامنے آجائیں اور ختم نبوت مرتبی پوری طرح واضح ہو جائے۔

آخر کا معنی اوّل ہو یہ کسی لغت میں نہیں۔ ہاں درجے کی انتہا مراد لی جائے تو اس کے معنی اوّل کے ہو سکتے ہیں اور اس معنی میں بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اب آپ ہی بتائیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے خاتم النبیین کے عام متعارف معنی کو چھوڑ کر کیا ایک نئے معنی نہ رکھے؟ خود ہی فیصلہ کیجئے یہ کس درجے کا جرم ہے۔

خاتم پر کمالات کا ختم ہونا

پس خاتم یا آخر یہی معنی تجویز کیا جائے جو مولانا احمد رضا خاں نے بیان کیا تو آپ کا خاتم النبیین ہونا انبیاء سابقین کی طرف ہی نسبت نہ ہوگا بلکہ آپ کے بعد بھی اگر کچھ انبیاء ہوتے تو آپ ان کی نسبت سے بھی خاتم بدستور رہتے۔ اس لیے کہ آپ کو ان کے مقابل بھی اوّلیت بدستور حاصل رہتی بلکہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے بھی خاتم النبیین لکھے جا چکے تھے۔

[1] حدائق بخشش حصہ اوّل ص ۱۰۱

اس کے باوجود سب انبیاءِ کرام اپنے اپنے وقتوں میں تشریف لانے اور ان کا حضورؐ کی اس خاتمیت کے بعد تشریف لانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شانِ خاتمیت کے ہرگز خلاف نہ تھا کیونکہ یہ خاتمیت مرتبی ہے جس کے بعد اور انبیاءِ کرام کی آمد اس کے خلاف ہرگز نہیں — خاتمیت زمانی آپ کو اس وقت حاصل ہوئی جب آپ بالفعل اس دنیا میں تشریف لائے۔ اس کے بعد نہ کسی نبی کی بعثت ہوئی اور نہ ہوگی۔

مولانا احمد رضا خاں کے والد مولانا نقی علی خاں بھی لکھتے ہیں :-

> اس آیت (میثاق النبیین) سے یہ بات بخوبی ثابت ہوتی ہے کہ آپ منصب نبوت میں اصل الاصول ہیں۔ اگر اور پیغمبر زمانہ آپ کا پاتے، آپ پر ایمان لاتے اور تصدیق اور تائید آپ کی کرتے۔[1]

کیا اس صورت میں آپ کی ختم نبوت میں فرق آتا؟ ظاہر ہے کہ نہیں۔ لیکن یہ ختم نبوت مرتبی کا بیان ہوگا، کہ آپ منصب نبوت میں اصل الاصول ٹھہرے۔ آپ اس وقت سے منصب نبوت میں اصل الاصول ہیں، جب ابھی آدم علیہ السلام میں روح و جسد کا علاقہ قائم نہ ہوا تھا۔ باایں ہمہ سب انبیاء پیدا ہوتے رہے اور کسی کا آنا آپ کی اس ختم نبوت مرتبی کو نہ توڑ سکا۔ پھر جب آپ بالفعل یہاں تشریف لے آئے تو آپ کی ختم نبوت زمانی بھی ساتھ قائم ہوگئی۔ اب ایمان کے لیے ختم نبوت مرتبی اور ختم نبوت زمانی دونوں کا تسلیم کرنا ضروری ہوگا۔ اگر آپ کے بعد کوئی اور نبی پیدا ہو تو گو اس سے آپ کی ختم نبوت مرتبی میں فرق نہ آئے لیکن ختم نبوت زمانی قائم نہ رہے گی اور یہ خلاف عقیدہ اسلام ہوگا ——— مولانا نقی علی خاں نے جو بات کہی ہے غلط نگر سے کہی ہے اور قضیہ شرطیہ کے لیے تحقق ضروری نہیں۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ مولانا نقی علی خاں نے یہاں حضورؐ کے بعد امکان نبوت پیدا کیا ہے، اور مرزا غلام احمد کے لیے راہ کھول دی ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسمؒ کے بارے میں بھی اس قسم کی بات نہیں کہی جا سکتی۔

---

[1] سرور القلوب صفحہ ۲۲۶

ختمِ نبوت زمانی اور ختمِ نبوت مرتبی

اسلامی عقیدہ ختمِ نبوت کے لیے حضورؐ کی ختمِ نبوت مرتبی اور ختمِ نبوت زمانی دونوں کا اعتقاد ضروری ہے۔ گو اوّل معنی زیادہ ظاہر اور مشہور ہو اور دوسرا گہرا اور حقائق میں مستور ہو۔

مولانا احمد رضا خاں نے آخر النبیین کے معنی اوّل النبیین ہونے کو ایک راز بتلایا ہے اور راز وہ ہوتا ہے جو عام لوگوں کو معلوم نہ ہو۔ گویا اس شعر میں مولانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر الانبیاءؑ ہونے کے اس معنی کو کہ آپ سب سے آخر میں تشریف لائے عوام کا خیال بتا رہے ہیں اور کہنا یہ چاہتے ہیں کہ بناء خاتمیت اوّلیت پر ہے۔

> نمازِ اقصٰی میں تھا یہی سِر عیاں ہو معنی اوّل آخر
> کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

مولانا احمد رضا خاں یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کو گویا عوام کا خیال بتا رہے ہیں اور خود اس باریک نکتے کا اظہار کر رہے ہیں کہ بناء خاتمیت مرتبے کی انتہا تھی اور یہ راز معراج کی رات عیاں ہوا تھا کہ خاتم النبیین اوّل النبیین کے معنی میں ہے۔

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ معراج کی رات واقعی آپ امام الانبیاء تھے۔ آپ ہی سب سے آگے گئے تھے۔ ختمِ نبوت مرتبی برحق آپ کا اصل الاصول ہونا برحق لیکن ختمِ نبوت زمانی کا انکار بھی کسی صورت میں نہ ہونا چاہیے۔ مولانا احمد رضا خاں نے لفظ آخر کو جو یہاں نئے معنی پہنائے اس صورت میں بھی اس سے انکار نہ ہونا چاہیے۔ بشرطیکہ دوسرے مقام پر ختمِ نبوت ۵۶۱ تک محدود نہ ہو۔

مذہبی خودکشی کا ایک اور المیہ

حزب الاحناف لاہور پاکستان میں بریلوی مذہب کا ایک معروف ادارہ ہے۔ اس کے ماہنامہ رضوان نے اس بات کا تجزیہ کیے بغیر کہ جب تک معروف و مستعمل معنی کا انکار نہ ہو کسی لفظ

میں کوئی نئے معنی پیدا کرنا کفر نہیں تو بے دریغ انداز میں کفر کا یہ گولہ پھینکا ہے۔

جو شخص اس ضروری دینی معنی کے خلاف کوئی اور معنی اس لفظ (خاتم یا آخر) کے بتائے وہ ہرگز مسلمان نہیں بلکہ شریعت اسلامیہ کے حکم سے کافر، مرتد، بے دین ہے[1]

بمبئی کے ماہنامہ المیزان نے اپنے احمد رضا نمبر میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سے بھی یہ عبارت نقل کی ہے:

ان اللغة العربية حاكمة بان معنى خاتم النبيين في الآية هو آخر النبيين لا غير

بیشک عربی زبان کا اٹل فیصلہ ہے کہ آیت کریمہ کے اندر خاتم النبیین کا معنی صرف آخر الانبیاء ہے، دوسرا کوئی معنی نہیں ہے۔

افسوس مضمون نگار نے یہ نہ سوچا کہ نئے معنی اس وقت لائق رد ہوں گے جب ان سے پہلے معنی کا انکار ہو رہا ہے یا وہ نیا مضمون خود اپنی جگہ غلط ہو۔ ختم نبوت مرتبی کے اقرار سے ختم نبوت زمانی کی تردید نہیں ہوتی۔ دونوں کا بیک وقت اقرار ہو سکتا ہے اور ختم نبوت مرتبی کا مضمون بھی اپنی جگہ قائم رہتا ہے اور یہی راز مسجد اقصیٰ کی نماز میں معراج کی رات کھلا تھا لیکن اگر یہ عقیدہ رکھا جائے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی وفات کے بعد پھر سے اس امت میں رسالت کا آغاز ہوگا اور وہ آنے والا رسول قادری سلسلے میں سے ہوگا تو پھر یہ بیشک ختم نبوت زمانی کا انکار ہے اور اُسی پہلو سے ماہنامہ رضوان کی مذکورہ بالا رائے بے شک صحیح ہے۔ کاش کہ رضوان عزیز کو لکھتے وقت معلوم ہوتا کہ ان کے اس جارحانہ حملے کا خون خود اعلیٰحضرت پر گر رہا ہے۔ جو فرماتے ہیں کہ ۱۲۹۶ھ کے بعد پھر سے رسالت کا آغاز ہوگا۔ اور ایک قادری سلسلہ کے بزرگ نبوت دئیے گئے۔ نہ کہ مرزا غلام احمد۔ افسوس کہ خان صاحب دیکھتے رہ گئے اور جو [illegible] یا وہ اپنے مضمون کے طول سے بچتے اس میں [illegible]

---

[1] [illegible]

مولانا احمد رضا خاں کا پہلا عقیدہ ختم نبوت

مولانا احمد رضا خاں نے جب تک انجام وے آغاز رسالت (اشد کی پیشگوئی نہ کی تھی ان کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ آپ سب سے پچھلے نبی ہیں یعنی زمانی اعتبار سے بھی نبوت آپ پر ختم ہے لیکن اس وقت بھی آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے آخری نبی ہونے میں آپ کی کوئی شان اور فضیلت نہ سمجھتے تھے بلکہ ان کے بیان کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے آخری نبی ہونے پر کچھ مغموم سے رہتے تھے (استغفر اللہ) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے ہاں حضور کے سب سے آخری نبی ہونے میں بالذات کچھ فضیلت نہ تھی۔ مولانا بیان کرتے ہیں کہ معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے حضور سے پوچھا:

> اغتم علیک ان جعلتک آخر الانبیاء کیا تمہیں اس بات کا غم ہوا کہ میں نے تمہیں سب سے پچھلا نبی کیا؟ عرض کی نہیں اے رب میرے۔ ارشاد فرمایا میں نے انہیں اس لیے سب سے پچھلی امت بنایا کہ سب امتوں کو ان کے سامنے رسوا کروں [1]

حضور آخری نبی ہونے پر خوش نہ تھے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا افسوس نہ ہو یہ بات اپنی جگہ صحیح لیکن اس عبارت سے یہ بات ضرور ٹپکتی ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کے خیال میں حضور اپنے آخری نبی ہونے پر چنداں خوش بھی نہ تھے اور آپ کے آخری نبی ہونے میں صرف امت کا اعزاز مقصود تھا۔ اس میں آپ کی بالذات فضیلت کوئی نہ تھی۔ (والعیاذ باللہ)

مولانا احمد رضا خاں کی ختم نبوت کے بارے میں ان مختلف تحریرات کا حاصل یہ ہے کہ

۱۔ آپ ختم نبوت کے اس معنی کو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخر میں تشریف لائے صرف عوام کا خیال سمجھتے رہے معنی خاص کہ اس سے مراد مرتبہ میں اول ہونا ہے اسے ایک نہ کہتے تھے۔

---

[1] ملفوظات مولانا احمد رضا خاں حصہ سوم صفحہ

۲۔ ختمِ نبوت زمانی میں وہ حضور کی کسی بالذات فضیلت کے قائل نہ تھے اور اسے صرف ایک امت کا اعزاز سمجھتے تھے۔ آپ کو اس مرتبہ میں نگین بتلاتے تھے۔

۳۔ آخر میں انہوں نے یہ عقیدہ بنالیا تھا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی وفات کے بعد پھر سے رسالت کا آغاز ہوگا اور قادری سلسلے سے کسی شخص کو نبی بنایا جائے گا۔

بریلوی علماء بعض اوقات کہہ دیتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں کی اس سے مراد حضرت مسیح کی آمدِ ثانی ہے۔ یہ جواب صحیح نہیں کیونکہ ان کی رسالت کا آغاز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے پہلے ہوا ہے۔ ان کی آمدِ ثانی ان کی اسی زندگی کا تسلسل ہوگا جو پہلے سے انہیں حاصل ہے۔ خاں صاحب کی مراد کسی نئے نبی کا آنا ہے جس پر رسالت کا پھر سے آغاز ہوگا۔

انجام ہوئے آغاز رسالت باشد ۔ ۔ ۔ ۔ بینک گو ہم تابع عبدالقادر[1]

یاد رکھیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی کا اقرار ضروریات دین میں سے ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔ مگر افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں کے خیال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے سب لوگ نبی ہو سکتے تھے۔

فیضِ صحبت سے نبی بننے کا تصور

مولانا احمد رضا خاں ایک جگہ لکھتے ہیں :

> قریب تھا کہ یہ ساری کی ساری امت نبی ہو جاتے۔
>
> جمال ہمنشیں در من اثر کرد ۔ ۔ ۔ ۔ دگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم[2]

اعلیٰحضرت نے یہ نہ سوچا کہ اگر ساری کی ساری امت نبی ہو جائے تو ان نبیوں کے لیے پھر آخر امتیں کہاں سے آئیں گی۔ اگر نبی ہی نبی دنیا میں ہوں اور امت کوئی نہ ہو تو پھر اس عنصری دنیا اور فرشتوں کی دنیا میں کیا فرق رہے گا۔ افسوس کہ خاں صاحب نے کچھ نہ سوچا اور حضور کے فیض صحبت سے نبی بننے کا ابہام پیدا کر دیا۔ مرزا غلام احمد نے بھی تو اپنی نبوت کی اساس اسی پر کھڑی کی تھی۔

---

[1] حدائق بخشش حصہ دوم ص ۲۰ ۔ ۔ ۔ [2] ملفوظات اول ص ۱۳۲

ختمِ نبوت سے مراد دفترِ تنزیل کا ختم

قادیانی لوگ ختم نبوت کا یہ معنی کرتے ہیں کہ تشریعی نبوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے۔ اب کوئی کتاب نہ اُترے گی نہ دین میں کوئی کمی بیشی ہوگی۔ دین حضور پر کامل ہو چکا۔ قادیانیوں کی یہ تشریح اس بات کی گنجائش پیدا کرنے کے لیے ہے کہ غیر تشریعی نبوت جو کسی نئے قانون کی حامل نہ ہو اس کا دروازہ کھلا ہے۔ وہ اس پہلو سے مرزا غلام احمد کو نبی اور رسول کہتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب بھی شاید انہیں ہی خوش کرنے کے لیے خاتم النبیین کا یہ معنی کرتے تھے۔

والخاتم حقکم کہ خاتم ہوئے تم	تکتے رہے انبیاء کما قیل نعم
آخر میں ہوئی مہر کہ اکملت لکم	یعنی جو ہوا دفتر تنزیل تمام

(علیہم) سب انبیاء اس پیغام کے ساتھ آتے رہے جو انہیں دیا گیا اور خاتم ہونا آپ کا حق ہے کہ آپ خاتم النبیین ٹھہرے۔ اس ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ اب اور آسمانی کتاب کوئی نہ آئے گی اور دین کی تکمیل ہو چکی یہی ختم نبوت کی تشریح ہے۔

مرزا غلام احمد نے قرآن کریم کو آخری آسمانی کتاب اور حضور کی شریعت کو آخری شریعت مانتے ہوئے اپنے لیے غیر تشریعی نبوت کا دعویٰ کیا۔ مولانا احمد رضا خاں نے بھی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی وفات کے بعد پھر سے آغاز رسالت بتایا اور نئے موعود ظہور کے لیے قادری ہونے کی شرط لگائی۔ اپنے آپ کو ساری عمر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا تابع کہتے رہے لیکن ہوا کیا؟ مرزا غلام احمد نے پیشقدمی کر دی اور اعلیٰحضرت دیکھتے ہی رہ گئے۔

حسرت ہے اس مسافر بے کس کے حال پر — جو تھک کے رہ جائے منزل کے سامنے

مسلمانوں کا قادیانیوں سے ختم نبوت کے مسئلہ کے سبب سے بڑا اختلاف حیات مسیح پر ہے۔ یہاں بھی مولانا احمد رضا خاں مسلمانوں کو قادیانی ذہن کے قریب کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے یہ تاثر

لے حدائق بخشش حصہ اول صلہ

دینے کی پوری کوشش کی ہے کہ اگر حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وفات مان بھی لی جائے تو حیاتِ مسیح کا اسلامی عقیدہ ہرگز پامال نہ ہوگا کیونکہ انبیاء کرام وفات کے بعد بھی آخر زندہ ہی ہیں۔ یاد رکھیے کہ اس قسم کی حیاتِ مسیح مسلمانوں کا اعتقاد کبھی نہیں رہا۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام اپنی پہلی حیات سے زندہ ہیں ان کی زندگی دوسری نہیں۔ ان کی دوسری زندگی کا آغاز ان کی وفات کے بعد سے ہوگا جب وہ فوت ہو کر حضور اکرمؐ کے مقبرہ میں دفن ہوں گے۔ مولانا احمد رضا خاں کا مندرجہ ذیل بیان محض قادیانیوں کو خوش کرنے کی ایک راہ ہے۔

مولانا احمد رضا خاں کا عقیدہ حیاتِ مسیح

مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو یہودی نہ قتل کر سکے نہ پھانسی دے سکے بلکہ زندہ آسمانوں پر اٹھا لیے گئے اور قریب قیامت میں آپ پھر نزول فرمائیں گے۔ ان کا وجود علاماتِ قیامت میں سے ایک علامت ہوگا۔ قادیانی حضرت عیسٰی علیہ السلام کی اس حیات کا انکار کرتے ہیں اور انہیں وفاتِ طبعی سے فوت شدہ مانتے ہیں۔ عیسائی حضرت عیسٰی علیہ السلام پر چند لمحوں کے لیے موت کے قائل ہیں اور پھر ان کے جی اٹھنے اور آسمانوں میں چلے جانے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں کا تصورِ حیاتِ مسیح اسلامی اعتقاد سے دور اور قادیانی عقیدے کے بہت قریب ہے۔ وہ حیاتِ برزخی کے منکر کو تو بدمذہب کہہ رہے ہیں لیکن حضرت عیسٰی علیہ السلام کی حیاتِ عنصری کے منکر کو کہیں بدمذہب نہیں لکھتے۔ مرزا غلام قادر کی شاگردی کا پورا حق ادا کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ آپ ملفوظات حصہ چہارم صہ ۵ پر فرماتے ہیں:

> اگر حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وفات مان بھی لی جائے تو ان کی موت بلکہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے صرف آنی (وقتی) ہے۔ ایک آن کو موت طاری ہوتی ہے۔ یہ مسئلہ قطعیہ یقینیہ ضروریاتِ مذہب اہل سنت سے ہے اس کا منکر نہ ہوگا مگر بدمذہب گمراہ۔ تو پھر حضرت عیسٰیؑ زندہ ہی ہیں۔

اس مسئلے میں بریلوی موقف بے جو محض تا دیانیوں کی رعایت کے لیے اختیار کیا گیا تھا۔ اس میں مولانا احمد رضا خاں کی کیا غرض تھی اسے مولانا جانیں یا اس وقت کی انگریز حکومت۔ ہمیں یہ جان لینا کافی ہے کہ اس باب میں علماء اسلام کا موقف کیا ہے۔ اب خاں صاحب کا موقف بھی پڑھ لیجئے

حیات و وفات سیدنا عیسیٰ رسول اللہ علیٰ نبینا الکریم و علیہ صلوات اللہ و تسلیمات اللہ کی بحث چھیڑ رکھی ہیں جو خود ایک فرعی سہل خود مسلمانوں میں ایک نوع کا اختلافی مسئلہ ہے جس کا اقرار یا انکار کفر تو در کنار ضلال بھی نہیں۔[1]

حیات و وفات حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مسئلہ قدیم سے مختلف فیہ چلا آرہا ہے مگر آخر زمانے میں ان کے تشریف لانے اور دجال لعین کو قتل کرنے میں کسی کو کلام نہیں۔[2]

بریلی کے محلہ گھیر جعفر خاں میں ایک مرزائی مسجد تھی۔ اس کا ذکر فتاویٰ رضویہ میں بھی ملتا ہے۔[3] مولانا احمد رضا خاں اس میں بڑی دلچسپی لیتے تھے۔ آپ کی سال میں کل تین تقریریں ہوتی تھیں جن میں سے دو بار اس میں تقریر کرتے تھے۔[4] آخر کیوں؟ اس کیلئے ذرا سوچیں ایک لو تحفہ پڑھیں۔

زاہد مسجد احمدی پہ درود دولت جیش عسرہ پہ لاکھوں سلام

مولانا احمد رضا خاں یہاں کس پر درود پڑھ رہے ہیں اس پر قارئین خود ہی غور فرمالیں۔

ایک دفعہ ایک بریلوی نے کہا کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب یہاں حضرت عثمان غنی پر درود و سلام پڑھ رہے ہیں کسی پیغمبر یا مدعی نبوت پر نہیں۔ وہیں ایک شخص نے اس سے پوچھا کہ صحابہ کرام کیلئے رضی اللہ عنہ کے الفاظ آتے ہیں یا درود و سلام کے تو اپنا سا منہ لے کے رہ گیا۔ البتہ اس نے یہ ضرور کہا کہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ تو اعلیٰحضرت کے لیے بھی آتے ہیں۔ پوچھا گیا یہ کہاں؟ تو اس پر کچھ نیند کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔

جیش عسرہ کی تیاری میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بہت مال دیا تھا جب دے دیا تو وہ مال ان کا نہ رہا سب مسلمانوں کا سامان جنگ ہوگیا۔ مرزائیوں کے عقیدہ میں جہاد حرام ہے

---

[1] الجراز الدیانی صفحہ ۲ مطبوعہ کانپور [2] ایضاً صفحہ ۱۷ [3] فتاویٰ رضویہ جلد ۶ صفحہ ۶۲ [4] ماہنامہ المیزان اعلیٰحضرت نمبر صفحہ ۲۳

مولانا احمد رضا خان کہیں ان کے لئے تو جیش عسکر کو سلام نہیں کرتے انہیں دوسرے امیر سلامؓ ایک محاذ پر ہے۔
احمد رضا خان کا یہ شعر بحوالہ معنی خیز ہے:

تا بہ مسجد احمدی پر درود دولت جیش عسرہ پر لاکھوں سلام[1]

مرزائی مسجد میں دو بار تقریر

ماہنامہ المیزان بمبئی کے احمد رضا نمبر میں لکھا ہے:

مرزائی مسجد محلہ گھیر جعفر خاں بریلی میں امام احمد رضا خاں دو بار وعظ فرمایا کرتے تھے نہ
مولانا احمد رضا خاں مرزائیوں کو کافر بھی کہتے ہیں اور ساتھ ساتھ ان کی فطر و فکر کے لیے
کچھ راہ بھی ہموار کرتے جاتے ہیں۔ بھلا یہ بھی کوئی عقیدہ ہے کہ چونکہ سب انبیاء کرام بعد وفات زندہ
ہیں اس لیے حضرت عیسٰی علیہ السلام بھی زندہ ہیں۔ علماء اسلام اسے کسی طرح بھی عقیدہ حیات مسیح
تسلیم نہیں کرتے۔ حیات وہ ہے جو ابھی موت آشنا نہ ہو۔

مولانا احمد رضا خاں کے خلفاء تو ان سے بھی آگے نکلے۔ مولانا سردار احمد صاحب لائلپوری
نے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں مسلمانوں کا ساتھ توڑ دیا کیونکہ اس میں علماء دیوبند شامل تھے،
مگر چوہدری ظفر اللہ خان قادیانی سے لائلپور سٹیشن پر خفیہ ملاقات کی کیونکہ موخر الذکر نے قائد اعظم کی نماز
جنازہ میں شرکت نہ کی تھی۔ اور کہا تھا کہ مجھے ایک مسلمان حکومت کا کافر ملازم سمجھ لو۔

صحیح بخاری میں قادیانیوں کا ذکر

مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ مفتی احمد یار صاحب بدایونی ثم گجراتی نے تو قادیانیوں کا ذکر
صحیح بخاری تک میں موجود بتلایا۔ گویا یہ بھی ایک امت ہے جو پہلے سے چلی آتی ہے۔ مفتی احمد یار
صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں:

---

[1] حدائق بخشش حصہ دوم ص ۳۶ [2] المیزان احمد رضا نمبر ص ۴۰۲

بخاری میں ہے کہ قادیانیوں کا بدترین کفر یہ ہے کہ وہ کفار کی آیتیں مسلمانوں پر لگاتے ہیں ۔

مفتی صاحب کی یہ بات قطعاً غلط ہے۔ ہم بریلوی علماء کو بار بار چیلنج کر چکے ہیں کہ صحیح بخاری میں کہیں یہ لفظ دکھائیں اور ان میں سے کوئی حضرت آج تک بخاری سے یہ لفظ نہیں دکھا سکے۔ امام بخاریؒ تیسری صدی ہجری میں ہوئے اور مرزا غلام احمد قادیانی چودھویں صدی میں۔ مفتی صاحب مرزا غلام احمد کو گیارہ صدیاں پہلے کیا صرف گیارھویں شریف کی خوشی میں لے آتے ہیں۔ مفتی صاحب کا یہ اسی طرح کا ایک کمال ہے جو آپ نے اس سے پہلے حضرت پیران پیرؒ کے بارے میں دکھایا تھا۔

حضرت پیران پیرؒ کا بچایا ہوا دولھا گجرات میں

وہ دولھا جسے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے بارہ سال بعد دریا سے نکالا تھا مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں کہ یہ وہی ہے جو شاہ دولہ کے نام سے معروف ہے اور اس کی قبر گجرات میں ہے۔[1] دولہ دولھا کی ہی بدلی ہوئی شکل ہے۔ مفتی صاحب نے یہ کیسا جوڑ ملایا ہے حضرت پیران پیرؒ چھٹی صدی ہجری میں ہوئے اور شاہ دولہ جن کا مزار گجرات (پاکستان) میں ہے وہ میں فوت ہوئے مفتی صاحب نے اس نقصان کو پورا کرنے کے لیے پھر یوں زقند لگائی کہ شاہ دولہ کی عمر چھ سو سال تک بڑھا کر انہیں پیچھے حضرت پیران پیرؒ تک لے آئے۔

احمد رضا خاں کے خلفاء کے ان جیسے کمالات آج زبان زد خاص و عام ہیں۔ مولانا ابو البرکات سید احمد الوری کے ایک خلیفہ شریف نوری قصوری تھے۔ آپ نے گیارھویں شریف پر ایک رسالہ تصنیف فرمایا اس میں آپ نے بھی ایک تاریخی انکشاف فرمایا :

---

[1] نور العرفان صفحہ قرآن کی آیتوں کو کفار کی آیتیں کہنا بڑی گستاخی ہے ۔ ہ دیدہ صد ۔ ۔ صد

انبیاء کرام اور عام افرادِ انسانی میں علمی امتیاز

انبیاء کرام اور عام افرادِ انسانی میں کن علوم میں زیادہ امتیاز ہے؟ انبیاء کرام سب مخلوقات سے زیادہ خدا کو اس کے اسرار و احکام کو اور مخلوقِ خداوندی کے حقیقی فلاح و بہبود کو پہچانتے ہیں۔ ان کی یہ اطلاع تدریجی اور ہر لمحہ منظہرِ قدسیہ سے متصل ہوتی ہے، تاہم انبیاء کرام کے پیشِ نظر ان سب علوم کا دینی پہلو ہوتا ہے۔ رہے دنیوی امور اور مادی تجربات سو یہ ان نفوسِ قدسیہ کا موضوع نہیں ہوتے۔ حدیث تلقیح (کھجور کو پیوند لگا کر بیج بونا) میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف فرمایا تھا انتم اعلم بامر دنیاکم[1] کیا تم اپنی دنیا کے امور کو بہتر جانتے ہو۔

مگر بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ حضور نے صحابہ کو ناواقفی کی وجہ سے ایسا کہہ دیا تھا اور نہ یہ کوئی حقیقت نہ تھی (معاذ اللہ) بریلوی کہتے ہیں کہ پیغمبروں کو باقی عام انسانوں سے امتیاز ہی دنیوی علوم میں ہوتا ہے دینی علم میں (معاذ اللہ) نبی اور مولوی سب برابر ہوتے ہیں۔

دینی علم میں نبی اور مولوی میں فرق

بریلویوں کے مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں:

> نبی سلطنت کرنا بغیر سیکھے ہوئے جانتے ہیں۔ ان کا علم صرف شرعی مسائل میں محدود نہیں ہوتا ورنہ پھر مولوی اور نبی میں فرق کیا ہے۔[2]

اس کا مطلب سوائے اس کے کیا ہو سکتا ہے کہ شرعی مسائل میں ان لوگوں کے عقیدہ میں مولوی اور نبی میں کوئی فرق نہیں۔ (استغفر اللہ) ان کے ہاں نبی کی ساری شان اسی میں ہے کہ ڈھوتی سکے، تولوں کی گنتی جانے، صحرا کے ذرّوں اور سمندر کی مچھلیوں کی تعداد بتائے اور اسی قسم کی باتیں کرے۔ بقول مفتی احمد یار یہ سب علوم پیدائشی طور پر جانتے، وحی سے نہیں۔[3]

---

[1] صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۶۴ [2] نور العرفان ص ۳۸ [3] دیکھئے نبی تقریریں مفتی احمد یار ص ۹۹

پیغمبر فیصلہ خداوندی سے نہیں ٹکراتے

پیغمبر حکم الٰہی کے آگے سراپا انقیاد ہوتے ہیں۔ وہ کبھی جان بوجھ کر الٰہی ارشاد اور فیصلہ خداوندی سے نہیں ٹکراتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر اپنی بیویوں کی رضا جوئی کے لیے شہد نہ کھانے کا فیصلہ کر لیا تھا تو اس وقت یہ بات آپ کے ذہن میں نہ تھی کہ آپ کا ایسا کرنا الٰہی ہدایت کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر آپ کو متنبہ فرمایا

یا ایہا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک[1]

اس پر آپ نے اپنا فیصلہ بدل لیا مگر افسوس کہ رضوی عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضورؐ نے جب شہد نہ کھانے کا فیصلہ کیا تھا اس وقت آپ کو معلوم تھا کہ آپ قانون خداوندی سے ٹکرا رہے ہیں۔ یہ عقیدہ بالکل غلط ہے پیغمبر سے ہرگز نہیں ہو سکتا کہ وہ جان کر حکم خداوندی کے خلاف چلے۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ[2] نا ممکن ہے کہ نبی سے کسی قسم کی کوئی خیانت سرزد ہو۔

مگر بریلویوں کے مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں:

اے حبیب یہ حرام فرمانا آپ کی بے خبری سے نہیں بلکہ محترم ازواج کی رضا کے لیے تھا[3]

اس کا مطلب سوائے اس کے کیا ہو سکتا ہے کہ آپ محض اپنی بیویوں کو خوش کرنے کے لیے جان بوجھ کر حکم الٰہی سے ٹکرا رہے تھے (معاذ اللہ)

کیا حضورؐ مومنین میں سے نہیں؟

قرآن کریم میں ہے امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون[4]

حضور ایمان لائے مگر بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مومنین میں سے نہ تھے ان کے مفتی احمد یار لکھتے ہیں: مومنین کے لفظ میں نبی داخل نہیں ہو سکتے[5]

---

[1] پ ۲۸ التحریم ع ۱ [2] پ ۴ آل عمران ع ۱۷ [3] پ ۲۸ التحریم ع ۱ [4] پ ۳ البقرہ ع ۴۰ [5] نور العرفان ص ...

مقامِ صحابہؓ — بریلوی مکتبِ فکر میں

مولانا احمد رضا خان اور اُن کے پیروؤں کے عقائد

غرض میں کیا کہوں تم سے کہ وہ صحرا نشیں کیا تھے
جہاں گیر و جہاں دار و جہانبان و جہاں آرا
اگر چاہوں تو نقشہ کھینچ کر الفاظ میں رکھ دوں
مگر تیرے تصور سے فزوں تر ہے وہ نظارا

اثر خامہ
ڈاکٹر علامہ خالد محمود ایم اے، پی ایچ ڈی
ڈائرکٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد

صحابہ کرامؓ کے بارے میں

قرآن کریم نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو خیر امت قرار دیا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی صحابہ کرام کو بہترین امت ٹھہرایا۔ خیر القرون قرنی میں اسلام کی یہی صف اول مراد ہے حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

خیر امتی القرن الذین یلونی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم[1]

بہترین جماعت میری جماعت صحابہ پھر وہ لوگ جو ان سے ملیں (تابعین) پھر وہ جو ان سے ملیں (تبع تابعین)

صحابہ کی خصوصیت

حافظ ابن عبد البر مالکی (م ۴۶۳ھ) کہتے ہیں کہ صحابہؓ کو باقی امت پر وہ فوقیت اور خصوصیت حاصل ہے جو کسی اور جماعت کو ان کے بعد حاصل نہیں امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا مسلک یہی ہے۔

قال ابو عمر وجعل للصحابة في ذلك ما لم يجعل لغيرهم

[illegible]

[illegible][2]

---

[1] [illegible]

ترجمہ - امام ابوحنیفہؒ نے اس باب میں صحابہ کے لیے ایک ایسا امتیاز قائم کیا جو آپ نے اور کسی کے لیے نہیں مانا اور میرا گمان ہے کہ وہ حدیث اصحابی کالنجوم کے ظاہر معانی کی طرف مائل ہیں ـــــــ امام احمد بن حنبل کی بھی صحابہ کے بارے میں یہی رائے تھی۔

اس سے یہ مراد ہرگز نہیں کہ جس طرح ہر اعلیٰ ادنیٰ پر فائق ہے اس طرح صحابہ غیر صحابہ پر فائق تھے۔ خطیب تبریزیؒ سے امام بخاریؒ کا درجہ زیادہ ہے تو امام بخاریؒ سے امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کا اسی طرح صحابہ تابعین سے اور تابعین تبع تابعین سے فائق ہوں گے۔ حاشا وکلا یہاں یہ اضافی تفوق ہرگز مراد نہیں صحابہ کرام اپنے مقام خاص کی وجہ سے وہ امتیاز حاصل ہے جو کسی دوسرے طبقے کو باقی افراد امت پر حاصل نہیں اسے ہم خصوصیت صحابہ سے تعبیر کرتے ہیں!

مرتبہ راشدین

خلفائے راشدین بھی مجتہد تھے اور دیگر ائمہ مجتہدین بھی مجتہد، لیکن دونوں کے اجتہاد کی نوع مختلف ہے ائمہ مجتہدین کا اجتہاد عام امت کا اجتہاد ہے مگر خلفائے راشدین کا اجتہاد ان خاص افراد کا اجتہاد ہے جو خود پیغمبر کی زبان سے مقتدا اور پیشوا ہونے کی نص پا چکے تھے ان کے اجتہاد کا مقام عام اجتہاد سے اوپر اور تشریع سے کچھ نیچے تسلیم کیا جائے گا۔ حضرت علامہ مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ان الخلفاء الراشدین مجازون فی اجراء المصالح المرسلۃ وھذہ المرتبۃ فوق مرتبۃ الاجتہاد وتحت مرتبۃ التشریع والمصالح المرسلۃ الحکم علیٰ اعتبار علۃ لم یثبت اعتبارھا من الشارع و ھذا جائز للخلفاء الراشدین لا المجتہدین وزعم البعض ان الخلفاء الراشدین لیس لھم الا ما للمجتہدین وھذا غیر صحیح ۔ لہ

لہ العرف الشذی ص [illegible]

ترجمہ: امام اس لئے ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے سو اس سے اختلاف نہ کرنا جب تک اس کی خطا درجہ یقین تک واضح نہ ہو اس کی اتباع واجب رہے گی اور اجتہادی امور میں تو خطا نہیں ہوتی ہاں اگر وہ صحابہ کے اقوال سے نکلے تو اس کی خطا یقینی درجہ میں ظاہر ہو جائے گی اس صورت میں اسکی امام کی اتباع لازم نہ رہے گی۔

حنفیہ کے ہاں فعل صحابی حجت ہے

حضرت علامہ شامی ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

ولا شک ان فعل الصحابۃ حجۃ [1]

ترجمہ:- اور اس میں شک نہیں کہ صحابہ کرام کا عمل (ہمارے لیے) حجت ہے

جس طرح خدا اور رسول پر جھوٹ لگانا حرام ہے صحابہ پر جھوٹ باندھنا بھی حرام ہے اگر صحابہ کا عمل باقی امت پر حجت نہ ہوتا ان پر جھوٹ باندھنا اسی طرح حرام نہ ہوتا۔

واعلم ان ما کان حراما من الشعر فیہ فحش او ھجو مسلم او کذب علی اللہ تعالی او رسولہ صلے اللہ علیہ وسلم او علے الصحابۃ [2]

ترجمہ:- اور جان لو جو شعر حرام ہے وہ ہے جس میں بے حیائی پائی جائے یا کسی مسلمان کی برائی یا اس میں اللہ تعالی، اس کے رسول اور صحابہ کرام پر کوئی جھوٹ باندھا گیا ہو

اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے قول و عمل سے آئندہ آنے والے افراد امت کو سند ملتی ہے اگر ان کا عمل حجت نہ ہوتا تو ان پر جھوٹ باندھنا اللہ کے پیغمبر پر جھوٹ باندھنے پر معطوف نہ ہوتا۔ یہ اسی لیے ہوا کہ شریعت میں انکی بات سند ہے۔

---

[1] ردالمحتار جلد ۲ صفحہ ۲۰۵ [2] ایضاً جلد ۵ صفحہ ۲۰۵۔

صحابہ پر جھوٹ باندھنا اسی لیے حرام ہے ملا علی قاری علیہ رحمۃ ربہ الباری فرماتے ہیں

والحاصل ان قول الصحابی حجۃ فیجب تقلیدہ عندنا اذا لم ینفہ شئی آخر من السنۃ [1]

ترجمہ: حاصل یہ ہے کہ صحابی کا قول حجت ہے ہم حنفیوں کے ہاں اس کی تقلید لازم ہے جب تک کہ سنت سے کوئی چیز اس کی نفی نہ کرے۔

صحابہ پر تنقید کرنا بدعت ہے

صحابہ کرام کی اسی خصوصیت کے پیش نظر متکلمین اسلام نے صحابہ کرام کے اس امتیاز کو قائم رکھتے ہوئے ان ذوات قدسیہ پر تنقید کرنا بدعت قرار دیا ہے جو لوگ صحابہ پر تنقید کریں بدعتی شمار ہوں گے ساتویں صدی ہجری کے مشہور متکلم علامہ ابوشکور السالمی لکھتے ہیں:

الکلام فی البدعۃ علی خمسۃ اوجہ

(۱) الکلام فی اللہ (۲) والکلام فی کلام اللہ (۳) والکلام فی قدرۃ اللہ (۴) والکلام فی عبید اللہ (۵) والکلام فی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [2]

ترجمہ: بدعت پانچ وجوہ سے قائم ہوتی ہے (۱) اللہ کی ذات کے بارے میں بات چلانا (۲) قرآن میں اپنی بات چلانا (۳) اللہ کی قدرت میں کلام کرنا (۴) اللہ کے پیغمبروں پر تنقید کرنا (۵) اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر لب کشائی کرنا۔

کان القرآن امام رسول اللہ وکان رسول اللہ اماما لاصحابہ وکان الصحابۃ ائمۃ لمن بعدھم [3]

ترجمہ: قرآن کریم حضور کا امام تھا حضور اپنے صحابہ کے لیے امام تھے اور آپ کے صحابہ بعد میں آنے والے لوگوں کے لیے امام ہوں گے۔

---

[1] مرقاۃ جلد ۲ صفحہ ۲۶۹ [2] کتاب التمہید صفحہ ۱۶۹ [3] سنن دارمی جلد ۱ صفحہ ۱۶۱

بریلویوں کے ہاں خصوصیت صحابہ کا انکار

مولانا احمد رضا خاں صحابہؓ کی اس امتیازی خصوصیت کے منکر تھے جو ملا علی قاریؒ کی مذکورہ بالا عبارت میں ملی ہے آپ اس کے رد میں لکھتے ہیں :-

اقول وھذا لا یختص بقول الصحابی فان کل دلیل یترک لدلیل اقوی منہ [۱]

ترجمہ: اور میں کہتا ہوں کہ یہ بات قول صحابی سے خاص نہیں کیونکہ ہر دلیل اس سے زیادہ قوی دلیل ملنے پر چھوڑ دی جاتی ہے۔

آپ دیکھیں مولانا احمد رضا خاں نے کس بے راہ روی اور جرأت سے صحابہ کی خصوصیت کی نفی کی ہے حنفیہ میں سے آج تک کسی نے اس طرح کھلے طور پر صحابہ کی خصوصیات کی نفی نہ کی تھی۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ نبی صحابی سے بطور دلیل اقوی ہے اس لیے کہ نبی اور صحابی میں اس پہلو سے کوئی نسبت نہیں۔ نبی آفتاب ہے تو صحابی اس کی ضیاء، نبی شمع ہے تو صحابی اس کا نور اور اسی طرح کی کوئی نسبت صحابی اور عام امتی میں نہیں صحابہ کرامؓ امت میں پیشوا ہیں تو علماء و صلحاء ان کے مقتدی ہیں ان میں اور صحابہ میں اور صحابہ میں اور نبی پاکؐ میں صرف قوی اور اقوی کا فرق رکھنا مولانا احمد رضا خاں کا ہی فلسفۂ فکر ہو سکتا ہے۔ یہ عقیدہ حنفیہ کرام کے موقف کے خلاف ہے حنفیہ کرام صریح طور پر صحابہ کے قول کو حجت سمجھتے ہیں۔

خصوصیت صحابہؓ کی نفی سے مولانا احمد رضا خاں کی غرض

صحابہ سے بعض ایسے دینی اعمال صادر ہوئے جو بعینہا حضورؐ سے منقول نہ تھے انہیں حدیث موقوف کہا جاتا ہے جنہیں بدعات نہیں کہتے۔ صحابہ کے آپس میں مسائل پر کتنے اختلاف ہوئے لیکن انہوں نے ایک دوسرے کو مجتہد سمجھا ایک دوسرے کی تردید بھی کی لیکن ایک دوسرے کو بدعتی نہ کہا اور ایسے امور جن میں اجتہاد یا رائے کو دخل نہ

۱ے حیات الموات صـ ۹۵ حاشیہ

ہو محدثین ان میں صحابی کے قول کو بھی حکماً حدیث مرفوع سمجھتے ہیں کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ صحابی جان بوجھ کر حضورؐ کے خلاف کوئی دینی بات گھڑے یہ گمان امکان شرعی سے باہر ہے اہل حق کا عقیدہ وابستہ باور نہیں کرتا۔

پس صحابہ کے اعمال اور راشدین کے طریقوں میں کہیں بدعت کا احتمال نہیں اگر کہیں ان میں لفظ بدعت کا استعمال ہوا بھی تو وہ بدعت لغوی کے معنی میں ہو سکتا ہے بدعت شرعی کے طور پر نہیں کیونکہ یہ نفوس قدسیہ بدعت شرعی کا موضوع ہی نہ تھے۔ بدعت کی حد ان کے بعد سے شروع ہوتی ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔

اتبعوا آثارنا ولا تبتدعوا فقد كفيتم [1]

ترجمہ: تم ہم صحابہ کی پیروی کرو اور بدعت پیدا نہ کرو ہماری پیروی تمہیں کافی ہے

اس سے واضح ہوتا ہے کہ بدعت کی حد صحابہ کے بعد سے ہی شروع ہوتی ہے۔ اہل السنت والجماعت کا یہی موقف ہے علامہ حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں۔

اما اهل السنة والجماعة فيقولون في كل فعل وقول لم يثبت عن الصحابة رضي الله عنهم هو بدعة [2]

ترجمہ: اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ ہر فعل اور قول جو صحابہ سے منقول نہیں بدعت ہے

حافظ ابن کثیرؒ شافعی المسلک ہیں ان کے ہاں صحابی کا عمل حجت شرعی نہیں لیکن وہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ بدعت کی حد صحابہ کے بعد شروع ہوتی ہے کسی صحابی کو اس کے کسی عمل کی وجہ سے بدعتی نہیں کہا جا سکتا۔ صحابہ کرام کو بیشک حق ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت کے زیر اثر کوئی عمل اختیار کریں جو حضورؐ سے صراحۃً منقول و معروف نہ ہو یا آپ کی عام تعلیمات کے تحت کسی عام حکم کی تخصیص یا مجمل کی تفصیل فرماویں گو پہلے سے اس کی صراحت موجود نہ ہو اسے کسی پہلو سے بھی شرعی بدعت نہ کہا جا سکے گا۔

---

[1] الاعتصام بالسنۃ ص ... [2] تفسیر ابن کثیر جلد ... صفحہ ۱۵۶

خاں کے بارے میں رقمطراز ہیں :-

اعلیٰحضرت اپنی شان و مرتبہ کو فراموش کر کے صحابہ کرام و ائمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین پر اپنی ذات کو قیاس کر بیٹھنے کے بے حد عادی ہیں۔[1]

صحابہ کرام کی برابری کا دعوے

بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مکمل نمونہ تھے۔ اہل السنۃ کا عقیدہ ہے کہ بڑے سے بڑا ولی بھی صحابہ کے برابر نہیں ہو سکتا۔ شرح عقیدہ طحاویہ میں ہے

فکیف حال من لیس من الصحابۃ بحال مع الصحابۃ رضی اللہ عنہم اجمعین ۔[2]

ترجمہ : پس جو صحابی نہیں وہ کیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے برابر ہو سکتا ہے۔ ان کی شان سب سے بلند ہو چکا ہے۔ خلفاء راشدین کی شان تو بہت بلند ہے۔ بڑے سے بڑا ولی کسی ایک صحابی کے درجے کو نہیں پہنچ سکتا۔ مفتی احمد یار صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں :۔

کوئی غیر صحابی مومن خواہ کتنا ہی بڑا ولی ہو صحابی کے گرد قدم کو نہیں پہنچ سکتا کیونکہ وہ فیض یافتہ صحبت نہیں۔[3]

افسوس کہ بریلوی اس قطعی عقیدے پر مصر رہے دیکھئے وہ کیا کہتے ہیں۔ مولانا حسنین رضا خاں بریلوی مولانا احمد رضا خاں کے بارے میں لکھتے ہیں :

اعلیٰحضرت قبلہ (بریلوی) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زہد و تقویٰ کا مکمل نمونہ اور مظہر اتم تھے۔[4]

---

[1] تجلیات انوار المعین ص ۔ [2] شرح عقیدہ طحاویہ ص ۔ [3] نور العرفان ص ۔ [4] وصایا شریف ص

تیسرے ایڈیشن میں اس عبارت کو نکال دیا ہے اور اس کی جگہ یہ عبارت کر دی ہے کہ انہیں (مولانا احمد رضا خاں کو) دیکھ کر صحابہ کی زیارت کا شوق زیادہ ہو گیا تھا۔ یہ تیسرے ایڈیشن میں ہے پہلے ایڈیشن میں عبارت یہ تھی کہ ان کو دیکھ کر صحابہ کی زیارت کا شوق کم ہو گیا تھا دیکھئے وصایا شریف ص طبع اول۔ دوسرے ایڈیشن میں مولانا احمد رضا خاں کے بارے میں صحابہ کے مکمل نمونہ اور مظہر اتم ہونے کا دعویٰ تھا جسے تیسرے ایڈیشن میں نکال دیا ہے

استغفر اللہ کیا یہ صحابہ کی برابری کا دعوے نہیں ہے اب آپ خود ہی سوچیں کہ اس عقیدہ کے ہوتے ہوئے بریلوی کس طرح خصوصیات صحابہ کا اعتراف کر سکتے تھے۔

حدیث میں آتا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کبھی کبھی حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکل میں بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضری دیتے یہ صحابیؓ کی فضیلت تھی کہ حضرت جبرئیل ؑ ان کی شکلوں میں ظہور کریں افسوس کہ بریلویوں سے صحابہ کی یہ فضیلت بھی برداشت نہ ہو سکی ——— بریلویوں کے مولوی عبد السلام صاحب نے جناب میاں علی محمد صاحب کو لکھا:

> جناب میرے دل کی آواز یہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام جب انسانی شکل میں حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم کے دربار پاک میں حاضر ہوتے ہوں گے تو وہ آپ کی شکل ہوتی ہوگی [۱]

بریلوی صراحت سے صحابہ کی اس خصوصیت کا انکار کرتے ہیں کہ حضرت جبرئیل وحی لے کر صحابہ کی شکل میں جلوہ گر ہوں وہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت جبرئیل میاں علی محمد کی شکل میں ہی حضور کے پاس حاضر ہوتے تھے۔

حضورؐ کا دوسروں کی اقتداء میں نماز پڑھنا

اہل علم سے مخفی نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ میں سے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے پیچھے نماز پڑھی یہ شرف صرف اصحاب رسولؐ کا تھا حضورؐ کے فیض تربیت سے وہ اس اونچے درجے پر فائز تھے کہ بعض اوقات آپ نے بھی صحابہ کی اقتداء کر لی مگر افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں نے صحابہ کی برابری کرتے ہوئے خود حضورؐ کی امامت کا دعویٰ کر دیا۔

برکات احمد کی نماز جنازہ

بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ برکات احمد کی نماز جنازہ میں آنحضرت مولانا احمد رضا خاں کے مقتدی تھے۔

---

[۱] انوار رضا صفحہ ۲۰۱ [illegible]

جب ان کا انتقال ہوا اور میں دفن کے وقت ان کی قبر میں اترا مجھے بلا مبالغہ وہ خوشبو محسوس ہوئی جو میں نے روضہ انور کے قریب پائی تھی ان کے انتقال کے دن مولوی سید امیر احمد صاحب مرحوم خواب میں زیارت اقدس حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے کہ گھوڑے پر تشریف لے جاتے ہیں عرض کی یا رسول اللہ کہاں تشریف لے جاتے ہیں فرمایا برکات احمد کے جنازہ کی نماز پڑھنے الحمد للہ یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا [1]

کیا اس بیان میں صریح طور پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے امام بننے کا دعویٰ نہیں کیا جا رہا صاحب اسی پر الحمد للہ کا کلمہ شکر نہیں کہہ رہے افسوس انہوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ مولوی سید امیر احمد صاحب یہ خواب دیکھ رہے تھے اس وقت برکات احمد صاحب کی نماز جنازہ تو ہو چکی ہوئی تھی اور وہ دفن بھی ہو چکے تھے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم ابھی نماز جنازہ کے لیے جا ہی رہے تھے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دوسری نماز جنازہ ہوگی جو کسی روحانی حلقہ میں ادا ہوئی تھی کیا یہ اس لیے تو نہ تھا کہ پہلی نماز جنازہ جو مولانا احمد رضا خاں صاحب نے پڑھائی تھی حق تعالیٰ کے ہاں قبول نہ ہوئی ہو

حضرت صدیق اکبرؓ کی برابری کا دعوےٰ

مولانا عبد العلیم صاحب صدیقی مولانا احمد نورانی کے والد ایک موقع پر مولانا احمد رضا خاں کے پاس بیٹھے تھے آپ نے وہاں مولانا احمد رضا خاں کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان کا حامل قرار دیا اور آپ کو مخاطب کرکے کہا ۔

عیاں ہے شان صدیقی تمہاری شانِ تقویٰ سے ۔ کہوں اتقیٰ نہ کیوں کر جبکہ خیر الاتقیا تم ہو [2]

کیا یہ صحابہ کرام کی برابری کا دعویٰ نہیں اور وہ بھی حضرت ابوبکر صدیق کا ہم شان ہونا غور کیجئے اور دیکھیے بریلوی مذہب کے لوگ کس کس پیرایہ میں صحابہ کرام کے گستاخ بنتے جا رہے ہیں اور حضرت صدیق اکبر کی شان کو بھی مولانا احمد رضا خاں میں جلوہ گر مانتے ہیں ۔

---

[1] ملفوظات مولانا احمد رضا خاں حصہ دوم صفحہ ۱۲ [2] سوانح اعلیٰحضرت صفحہ ۱۴۸

حضرت عثمان غنیؓ پر طعن

اہلِ علم سے مخفی نہیں کہ سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں جمعہ کی اذانِ ثانی مسجد کے اندر منبر کے سامنے ہونے لگی اور اس پر اجماعِ صحابہ ہوا۔ کسی نے اس پر نکیر نہ کی۔ اس وقت سے لے کر اب تک یہ سنتِ اسلام اسی طرح چلی آ رہی ہے۔ مولانا احمد رضا خاں نے اس کے خلاف آواز اٹھائی اور فتویٰ دیا کہ جمعہ کی اذانِ ثانی بھی مسجد کے باہر ہونی چاہیئے۔ علماء بدایوں حضرت عثمانؓ کی حمایت میں اٹھے تو مولانا احمد رضا خاں نے انہیں بدعت پرستی کا طعنہ دیا۔ مولانا عبدالمقتدر بدایونی نسباً عثمانی تھے اور مسلک اہلِ سنت کے تصلب میں خلفائے راشدین کی اتباع سے نکلنے کے لیے تیار نہ تھے۔ اب مولانا احمد رضا خاں کے الفاظ دیکھئے۔ کس بے دردی سے حضرت عثمان غنیؓ کو سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالف ٹھہراتے ہیں۔

> جو در بارۂ اذان سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرے۔ اگر امامِ وقت ہے۔ جاہل و نامہذب اور ہزاروں دشنام کا مستوجب ہے۔
> اور جو بدعت پرستی میں سنتِ نبوی اور ارشاداتِ فقہ کو پس پشت پھینک دے وہ جاہل سے جاہل ہو امام اور علامہ جیسیں و یہاں ہے[1]

اجمیر شریف کے مشہور عالم دین حضرت مولانا معین الدین صدر مدرس مدرسہ عثمانیہ نہ دیوبندیوں سے نہ تھے۔ خیرآبادی حضرات سے تلمذ رکھتے تھے اور جناب پیر قمرالدین صاحب سیالوی کے استاد تھے۔ وہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کی اس گستاخی پر چپ نہ رہ سکے۔

---

[1] مولانا احمد رضا خاں اپنے آپ کو امام وقت اور امام من اللہ سمجھتے تھے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:
والعمل لست من اللہ محمد رضا امتحد خاص ناعتاد مشـ ۔ حضرت عثمانؓ کے خاندان کے لوگ اگر ان کے طریقہ پر چلیں تو گویا بدعت پرستی کے مجرم ہیں۔ رسالہ شرح ۔ انوار الرضا ص

آپ لکھتے ہیں:۔

یہ سرتیح حضرت عثمان غنی ذوالنورین خلیفہ سوم رضی اللہ عنہ پر طعن ہے کہ معاذ اللہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف کیا اور اس خلاف میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کے ساتھی ہوئے اور اتباع سنت کی توفیق ملی تو اس شخص کو جو چودھویں صدی میں خاک بریلی سے ابھرا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اب فرمایئے کیا وہابیوں کے سر پر سینگ ہوتے ہیں کہ وہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ پر طعن اور آزادی کے باعث لامذہب کہلائے جاویں اور اعلیحضرت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ایسی صاف سنانے پر بھی ہنے کے سُنی بنے رہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار[۲]

ہم مولانا معین الدین صاحب کی اس رائے سے اتفاق نہیں کر سکتے کہ مولانا احمد رضا خاں وہابی تھے۔ امام المتقین حضرت عثمان غنیؓ پر طعن کرنا شیعیت کی علامت ہے۔ یہ نہیں کہ جس کسی میں کوئی غلطیات دیکھی جائے اسے وہابی کہہ دیا جائے ——— مولانا احمد رضا کے پیرو شیعہ حضرات کے ساتھ اسی قدر مشترک کے باعث بھائی بھائی بنتے ہیں۔ جب لکھنؤ میں یہ اکٹھے ہوئے تو مولانا ظفر علی نے بجا کہا تھا۔ ؎

شیعہ بریلوی سے گلے مل رہا ہے آج	لکھنؤ میں ہے دونوں کا قارورہ مل گیا
کندھا دیا جنازہ سنت کو ایک نے	اور ایک جا کے قبر پہ پتھر کی سل گیا
کھوئی گئی ملت بیضا کی آبرو	اور سنت مطہرہ کا پاپہ جبل گیا

مولانا ظفر علی خان اہل دل لوگوں میں سے تھے انہوں نے دو ٹوک بات کہہ دی ہے۔ آپ کے جناب پیر مہر علی شاہ صاحب سے گہرے تعلقات تھے اور خانقاہ گولڑہ کے عقیدت مند مولانا ظفر علی خان کے بھی عقیدت مند ہیں۔

---

[۱] یہاں لامذہب یعنی غیر مقلد ہے نفی اسلام یہاں مراد نہیں۔ [۲] تجلیات انوار المعین صفحہ ۳۲ مطبوعہ

صحابہؓ سے برتری کا دعوےٰ

جو لوگ خصوصیت صحابہ کا انکار کریں ان کے دل میں صحابہ کی عظمت کہاں تک قائم رہ سکتی ہے یہ محتاج دلیل نہیں بریلویوں میں ان عقائد کا کیا اثر رہا یہ انہی کی زبان میں سنیے مولانا حسنین رضا صاحب لکھتے ہیں :۔

> زہد و تقوے کا یہ عالم تھا کہ میں نے بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اعلحضرت قبلہ رضی اللہ عنہ کے اتباع سنت کو دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زیارت کا شوق کم ہو گیا ہے[1] ۔

پھر ان لوگوں کا صحابہ کے بارے میں انداز کلام دیکھیے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں :۔

> ابوہریرہ فتح خیبر میں مسلمان ہوا تھا پس قطعاً متاخر ۔ ۔ ۔ ۔ ہے[2]

نہ "حضرت" کا لفظ ہے نہ "رضی اللہ عنہ" لکھا ہے نہ احتراماً جمع کے لفظ سے ذکر کیا ہے معلوم ہوتا ہے کوئی شیعہ مولوی صاحب یہ عبارت لکھ رہے ہیں ۔ حضرت امام جعفر صادق ؓ کے اسم گرامی کے ساتھ امام معصوم کے الفاظ مذکور ہیں مگر حضرت ابوہریرہؓ کا ذکر کس عامیانہ انداز میں کیا ہے یہ بہت لائق افسوس ہے موصوف ایک جگہ لکھتے ہیں :

> اگر امام معصوم کے ساتھ کچھ کینہ و بغض ہو یا اس کی حدیث پر کوئی طعن ہو تو بخاری شریف کی حدیث سن لیجئے ۔[3]

صحابی رسولؐ حضرت عبداللہؓ بن مکتوم کی گستاخی

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہ بن مکتوم حاضر ہوئے اللہ تعالیٰ کو یہ زیادہ پسند تھا کہ آپ ان کی معذوری شکستہ حالی اور طلب صادق کے پیش نظر

---

[1] وصایا شریف صفحہ ۲۴ طبع اول [2] نجوم الرحمٰن صفحہ ۱۵ مولوی غلام محمد سیالوی مطبوعہ لاہور [3] ایضاً صفحہ

ان کی طرف زیادہ توجہ فرمائیں لیکن آپ نے ان کی طرف زیادہ توجہ نہ کی اس پر اللہ تعالیٰ نے
نے فرمایا ہو سکتا تھا کہ آپ کے فیض توجہ سے وہ اور سنور جاتے قرآن کریم کے پارہ ۳۰ "سورہ
عبس" میں اس کا بیان ہے۔ حضرت عبد اللہ بن ام کلثوم کی تو یہ شان ہے کہ ایک مرتبہ حضور
نے بھی ان کے پیچھے نماز پڑھی تھی مگر یہ بریلوی جرأت تو دیکھیے کس طرح ایک صحابی رضی
کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ بریلویوں کے مفتی احمد یار لکھتے ہیں:

> عشاق آداب سے بے خبر ہوتے ہیں ان کے ایسے قصور معافی کے لائق ہیں اس لیے نہیں نابینا فرمایا یعنی جو آپ کے عشق میں آداب نابینا ہے [1]

غور کیجئے اور دیکھیے کہ ایک ممتاز صحابی کو کس بے دردی سے آداب سے اندھا کہا جا رہا ہے۔ اور سے تو یہ لوگ تو وہ تھے جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے تزکیہ قلبی کی نعمت پا چکے تھے۔ ظاہری آنکھوں سے نابینا ہونا کوئی عیب نہیں اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے جسے چاہے پیدا کرے اور جیسے چاہے رکھے لیکن باطنی آنکھوں سے نابینا ہونا بلاشبہ ایک عیب ہے حضور کے پاس حاضر ہونے کے آداب سے اندھا ہونا ایک بڑی کمزوری ہے افسوس کہ بریلوی مفتی صاحب نے حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم کے ظاہری طور پر نابینا ہونے کو باطنی طور پر نابینا ہونے پر محمول کر دیا۔ افسوس صد افسوس۔

بریلوی عقیدہ کہ حضور صحابہؓ سے ناراض تھے (معاذ اللہ)

صحابہ کرام حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تابعداری و اطاعت شعاری میں اپنی مثال آپ تھے۔ ان پاکیزہ ہستیوں نے اپنی ہر خواہش کو امر رسالت کے آگے زیر کر رکھا تھا شمع رسالت کے پروانوں میں تسلیم و رضا اور امتثال و وفا کے جوہر انتہائی شان میں ممتاز تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دنیوی بات میں کہ کھجور پیوند لگانے کے بغیر کاشت کی جائے، ایک رائے دی تھی لیکن اس کا نتیجہ حسب منشا ظاہر نہ ہوا آپ نے فرمایا

---

۱ نور العرفان صفحہ ۹۳۲ ۲ صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۶۴

انتم اعلم بامور دنیاکم[1] کہ تم اپنی دُنیا کے امُور کو بہتر سمجھتے ہو۔ صحابہ کی بات حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی پر مبنی نہ تھی نہ صحابہ کبھی اس کی جرأت کر سکتے تھے لیکن بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ حضور (معاذ اللہ) صحابہ سے ناراض تھے اس لیے آپ نے ایسا فرمایا تھا۔ ان کے مفتی احمد یار لکھتے ہیں :-

اظہار ناراضگی کے لیے فرمایا انتم اعلم بامور دنیاکم[2]

مفتی احمد یار صاحب کو بتلانا چاہیئے تھا کہ تابیر نخل کے واقعہ میں نتیجہ حسب منشا نکلا نہ صحابہ نے حضورؐ کے مشورہ پر کچھ اعتراض کیا ہو پھر اگر صحابہ ناراض ہوں تو بات سمجھ میں آتی ہے لیکن یونہی یہ کہہ دینا کہ آپ صحابہ سے ناراض تھے اہل السنۃ والجماعۃ کی بری طرح دل آزاری ہے

صحابی رسُولؐ حضرت عبدالرحمٰن قاری کی تکفیر

صحابہ کے بارے میں بریلوی روش آپ کے سامنے ہے قبیلہ بنی قارہ کے حضرت عبدالرحمٰن قاری صحابی رسُولؐ تھے[1] ان کے بارے میں لکھتے ہیں۔

ایک بار عبدالرحمٰن قاری کہ کافر تھا اپنے ہمراہیوں کے ساتھ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں پر آپڑا[2]

حضرت عبدالرحمٰن قاری حضرت عمرؓ کے زمانے میں بیت المال پر مامور تھے علمائے مدینہ میں ان کا شمار ہوتا ہے مولانا احمد رضا خاں نے ان پر جو طبع آزمائی کی ہے یہ ایک بہت بڑی زیادتی ہے ۔ مولانا احمد رضا خاں یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ کی وفات کفر پہ ہوئی تھی اور حضرت ابوقتادہؓ نے انہیں قتل کیا تھا (استغفر اللہ ھذا بہتان عظیم) مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں :-

اس محمدی شیر (حضرت ابوقتادہؓ) نے خوک شیطان (عبدالرحمٰن قاریؓ) کو گرتے مارا[3]

[illegible] [1] عبدالرحمٰن بن عبد القاری من ولد القارۃ بن دیش یقال لہ صحبۃ تہذیب التہذیب جلد ۶ صفحہ ۲۲۳ واختلف اقوال الواقدی فیہ قال مرۃ لہ صحبۃ ومرۃ تابعی ۔ تقریب صفحہ ۲۱۵ [2] ملفوظات حصہ دوم صفحہ ۳۳ [3] ملفوظات حصہ دوم صفحہ [illegible]

مولانا احمد رضا خاں صاحب کا صحابی رسولؐ حضرت عبدالرحمٰن قاریؓ کی تکفیر سے جب جی نہ بھرا تو انہوں نے ان کے لیے خوک (سؤر) اور شیطان جیسے ناپاک الفاظ بھی کہہ دیئے تک ہے برتن سے وہی کچھ نکلتا ہے جو اس میں ہو الانا دیترشح بما فیہ مشہور مثل ہے۔ مولانا احمد رضا خاں کی صحابہ کی شان میں اس گستاخی پر غور کیجئے۔

بریلویوں کی صحابہؓ سے خفگی کی وجہ

صحابہ کرامؓ چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے تعظیمی قیام نہ کرتے تھے اور بریلوی حضور کے لیے تعظیمی قیام کو ضروری سمجھتے ہیں اور جو نہ کرے اسے بے ادب اور گستاخ کہتے ہیں تو یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ کتابوں میں یہ بھی پڑھیں کہ صحابہ تعظیمی قیام کو پسند نہ کرتے تھے اور پھر وہ صحابہؓ سے خفا نہ ہوں۔ جامع ترمذی جلد ۲ صت ۱ میں ہے۔

عن انسؓ قال لم یکن شخص احب الیھم من رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وکانوا اذا راوہ لم یقوموا لما یعلمون من کراھتیہ لذالک ھذا حدیث حسن صحیح غریب [۱]

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام کو کوئی شخص حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب نہ تھا اور وہ جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تھے تو آپ کے لیے قیام نہ کرتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حضورؐ اسے (تعظیمی قیام کو) ناپسند کرتے ہیں یہ حدیث حسن اور صحیح ہے

صحابہ کرامؓ اور بریلویوں کی پسند اور ناپسند مختلف ہے بریلویوں کی صحابہ سے یہی وجہ خفگی ہے کہ وہ تعظیمی قیام کیوں نہ کرتے تھے۔

امّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی شان میں گستاخی

مولانا احمد رضا خاں نے اپنی حدائق بخشش جلد سوم میں آکرام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کی شان میں گستاخی کر دی اور وہ فحش زبان استعمال کی کہ کوئی شریف انسان اپنی ماں کے بارے میں اس قسم کی شرمناک بات نہ کہہ سکے گا جہاں گ

اس ماں کے بارے میں جو تمام مومنین کی ماں ہے اور جس کی عزت پر کروڑوں ماؤں کی عزتیں نچھاور کی جا سکتی ہیں مگر مولانا احمد رضا خاں عائشہ صدیقہ کے بارے میں لکھتے ہیں ۔

تنگ و چست انکا لباس اور وہ جوبن کا ابھار ۔۔۔ مسکی جاتی ہے قبا سر سے کمر تک لے کر

یہ پھٹا پڑتا ہے جوبن مرے دل کی صورت ۔۔۔ کہ ہوئے جاتے ہیں جامہ سے بروں سینہ و بر [۱]

جلیس) آپ اتنا چست و تنگ سیڑھی لباس پہنتی تھیں کہ قبا سر سے لے کر کمر تک بالکل پھٹی جاتی تھی گویا ابھی پھٹی کہ پھٹی جوانی کا ایسا ابھار تھا کہ سینہ اور پیٹ کپڑے سے باہر ہوئے جاتے تھے ۔

ناظرین کرام غور کیجئے کیا اس ستم کیش شاعر کو جب وہ یہ اشعار کہہ رہا تھا ایمان اور حیا کا شمہ بھی باقی تھا ؟ علماء کی کیا یہی زبان ہوتی ہے ؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اسی کو نصیحت دیانت فرمایا ؟ ماں کی تعظیم و تشریف کیا یہی ہے کیا یہی اسلامی تعلیم ہے ؟ جو شخص کردہ گستاخ بچہ ماں کی شان میں کیا کہہ رہا ہے ۔

۱ؔ حدائق بخشش حصہ سوم ص ۳۷ بریلوی لوگ جب اس کے جواب سے عاجز آجاتے ہیں تو اپنے عوام کو مغالطہ دینے کے لیے کہہ دیتے ہیں کہ حدائق بخشش دو حصوں میں مکمل ہے اس کا کوئی تیسرا حصہ نہیں یہ لوگوں نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے یہ بات ہرگز صحیح نہیں ۔ کچھوچھوی صاحب کے صاحبزادے مدنی میاں جیسی نے ایک ماہنامہ المیزان نکالتے ہیں ادارہ المیزان نے ۱۹۷۶ء میں اس کا امام احمد رضا نمبر نکالا تھا اس کے ص ۲۴۷ ص ۲۴۹ ص ۲۵۱ ص ۲۵۲ ص ۲۵۳ پر حدائق بخشش حصہ سوم کے کئی حوالے موجود ہیں ۔ پہلے دو حصوں کے پبلشر نے کتاب کو مکمل ظاہر کرنے کے لیے پہلے دو حصوں پر حدائق بخشش مکمل لکھ دیا ہے تو یہ ایک تاجرانہ پرتابی ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ حدائق بخشش حصہ سوم لوگوں نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے مولانا احمد رضا خاں کے اس کلام کو ترتیب دینے والے مولانا محبوب علی خاں صاحب ، مولوی حشمت علی لکھنوی کے حقیقی بھائی اور بریلوی جماعت کے ممتاز عالم دین تھے ۔ حدائق بخشش حصہ سوم نوری کتب خانہ کی اشاعت ہے علماء بریلویوں کا ایک ترجمان جمعیت ہے ۔ مولوی محبوب علی صاحب نے مولانا احمد رضا خاں کے کلام کے اس حصے کو بڑی احتیاط سے جمع کیا تھا

بریلویوں کے ہاں یہ معمولی غلطی ہے

بریلویوں کے مایہ ناز مفتی مظہر اللہ صاحب کا جواب مسلمانوں کے

زخموں پر اور نمک پاشی کر رہا ہے آپ لکھتے ہیں :

اس معمولی غلطی کو جو شرعاً قابل گرفت نہیں کیا ان کی (حضرت عائشہ صدیقہؓ کی) ذات کریمہ معاف فرمائے گی ؟ اور فرض کیجئے وہ معاف نہ فرمائیں گی تب بھی مسلمانوں کو اس سے کیا علاقہ ؟ کہ یہ معاملہ ایک خفا کار بچہ کا اور اس کی مشفقہ ماں کا ہے جس پر کروڑوں ماؤں کے اشفاق سے بے پایاں نثار پھر یہ معاملہ قیامت کا ہے دنیوی احکام تو توبہ پر ختم ہو جاتے ہیں ۔[1]

مفتی صاحب ! یہ معاملہ صرف گستاخ بچے کی ماں کا نہیں سب مسلمانوں کی ماں کا ہے یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں کہ مسلمانوں کو اس سے کیا علاقہ ؟ کیا آپ یہی چاہتے ہیں کہ بریلوی جو چاہیں کریں مسلمان انہیں کچھ نہ کہیں یاد رکھئے مسلمان بریلویوں کی ان گستاخیوں کا ضرور نوٹس لیں گے آپ کا جواب عذر گناہ بدتر از گناہ کی بدترین مثال ہے ۔

حدائق بخشش حصہ سوم کا تعارف

ماہنامہ المیزان بمبئی کے احمد رضا نمبر میں ہے ۔

حدائق بخشش حصہ سوم مرتبہ مولانا محمد محبوب علی خاں صاحب قادری برکاتی رضوی ہشیم پریس ریاست نابھہ ۱۳۴۲ھ[2]

مولانا احمد رضا خاں ۱۳۴۰ھ میں فوت ہوئے اس کے دو سال بعد ان کے خادم خاص مولانا محبوب علی خاں نے ان کا وہ کلام جو حدائق بخشش کے پہلے حصوں میں نہ آسکا تھا مرتب کر کے شائع کیا ڈاکٹر علامہ اقبالؒ کی کتاب ارمغان حجاز بھی تو ان کی وفات کے بعد ہی شائع ہوئی تھی اگر اس کے حوالے ڈاکٹر اقبال کے نام سے دیکھے جا سکتے ہیں تو حدائق

---

[1] فتاویٰ مظہری ص ۳۸۸   [2] المیزان احمد رضا نمبر ص ۳۳۸

بخشش حصہ سوم کے حوالے مولانا احمد رضا خاں کے نام سے کیوں نہیں دیئے جا سکتے
مولانا احمد رضا خاں کے ملفوظات بھی تو آخر ان کے شاگرد نے ہی مرتب کیے ہیں۔ حدائق
بخشش حصہ سوم شاگرد نے مرتب کر لی تو کیا ستم ہو گیا۔ رہا یہ جواب کہ ممکن ہے مرتب کتاب
سے غلطی ہو گئی ہو اس نے مولانا احمد رضا خاں کے اشعار ان کی بیاض سے صحیح طور سے نقل
نہ کئے ہوں تو اس کا جواب الجواب حدائق بخشش حصہ سوم کے خود مرتب سے ہی سن لیجئے۔

یہ اشعار اعلیٰحضرت کی بیاض سے نہایت احتیاط کے ساتھ نقل کئے گئے۔ [1]

مولانا احمد رضا خاں کے صاحبزادوں اور عقیدتمندوں نے کبھی ان گستاخانہ اشعار سے
اظہار لاتعلقی نہ کیا یہاں تک کہ اس پر تیس سال گزر گئے اور کتاب کا دوسرا ایڈیشن بھی شائع ہو گیا
اور امہات المؤمنین کی شان میں گستاخی اور دریدہ دہنی اسی طرح رہی اور بریلوی اسکی پذیرائی کرتے رہے۔

توبہ کی بات کب چلی

مولانا محبوب علی خاں مذکور محلہ مدن پورہ بمبئی کی مسجد
میں امام تھے اپنے مسلک کی کتابوں کی پذیرائی
کرتے رہتے تھے لوگوں کو جب ان گستاخانہ اشعار کا علم ہوا تو انہوں نے ان کے پیچھے نماز
پڑھنے سے انکار کر دیا یہاں تک کہ ایجی ٹیشن شروع ہوا اور ناموس رسالت کی خاطر ایک شخص
نے جان بھی دے دی یہ شہید قاری علم دین کے قریبی دوست تھے۔ بریلویوں کو اعتراف ہے
کہ علماء دیوبند کی اس گستاخی کے خلاف میدان عمل میں نکلے تھے۔ دیکھئے:

> ہندوستان کے دیوبندیوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا مضمون لکھے اور چھپے
> بمبئی میں جلسے کئے ایجی ٹیشن چلایا کہ امام موصوف کو مسجد سے علیحدہ کیا جائے
> اور اسی سلسلہ میں اس مسجد میں فساد ہوا اور ایک قتل بھی ہوا اور بہت دنوں
> تک مقدمہ چلتا رہا۔ [2]

مولانا محبوب علی خاں نے اس وقت اپنی ذمہ داری محسوس کی اور ایک بیان شائع

---

[1] المیزان احمد رضا نمبر صفحہ ۲۲۴ [2] دیکھئے [illegible] صفحہ ۲۹۵ سطر ۱۴

کیا کردہ اشعار ترتیب کی اُلٹ پلٹ سے اس طرح چھپ گئے تھے سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب علمائے دیوبند اس گستاخی کے خلاف ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے مضمون لکھ رہے تھے اس وقت مولانا محبوب علی خاں نے کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ اشعار ترتیب کی الٹ پلٹ سے چھپ گئے ہیں اگر یہ اشعار واقعی حضرت عائشہ صدیقہ کے بارے میں نہ ہوتے تو وہ اس احتجاج سے پہلے ہی یہ بیان دے دیتے انھوں نے آخر خود تو اپنی مرتبہ کتاب کو بارہا پڑھا ہوگا اور پھر اشعار کی کتابیں تو اصحاب ذوق بار بار پڑھتے ہی رہتے ہیں آخر کیا وجہ تھی کہ جب تک ایجی ٹیشن میں ایک شخص شہید نہ ہوگیا مولانا محبوب علی خاں صاحب نے انگڑائی تک نہ لی۔ ترتیب کی اُلٹ پلٹ کا عذر کہیں بیان نہ کیا اور اپنی ذمہ داری اس وقت محسوس کی جب ان کے لیے بمبئی میں زندہ رہنا مشکل ہوگیا تھا۔

اس کی وجہ یہی تھی کہ ان کے نزدیک یہ گستاخانہ اشعار واقعی حضرت عائشہ صدیقہ کی شان میں کہے گئے تھے اور اشعار واقعی مولانا احمد رضا خاں کے ہی تھے مولانا محبوب علی خاں نہ چاہتے تھے کہ شاگرد کے ہاتھوں استاد کی اصلاح ہو وہ ان اشعار کو مولانا احمد رضا خاں کے نام پر اسی طرح رکھنا چاہتے تھے اپنے ذوق کے اعتبار سے اسے ایک معمولی غلطی[1] سمجھتے تھے لیکن جب لوگوں نے عملاً ثابت کر دیا کہ وہ ان ناپاک اشعار کو ہرگز برداشت نہ کریں گے تو انہوں نے ۱۹۵۵ء میں ایک توبہ نامہ شائع کر دیا۔

گستاخی مولانا احمد رضا خاں کی ہو اور توبہ مولانا محبوب علی خاں کی۔ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی مولانا محبوب علی خاں نے اگر ان گستاخانہ اشعار کی اشاعت سے توبہ کی ہے تو ان اشعار سے توبہ کون کرے؟ یہ کس کی ذمہ داری ہے؟ افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں جن کے ذمہ اس گستاخی سے توبہ کرنا تھا وہ قبر کے گڑھے میں جا چکے اور اب یہاں وہ کبھی توبہ

---

[1] بریلویوں کے فتاوے مظہری میں ہے " اس معمولی غلطی کو جو شرعاً قابل گرفت نہیں اُن کی ذات کریمہ کیا معاف نہ فرمائے گی" فتاوے مظہری صہ ۳۸۹

کرتے رہے۔ یہ نہ آئیں گے ان کا یہ کلام ان کی وفات کے بعد ان کے صاحب زادوں اور عقیدتمندوں میں چھتیس سال تک بلا کسی نکیر اور سوال کے بڑی عقیدت سے دیکھا اور پڑھا جاتا رہا ہے حدائق بخشش حصہ سوم کی پہلی اشاعت ۱۳۴۲ ہجری میں مولانا احمد رضا خاں کے انتقال کے دو سال بعد عمل میں ہوئی تیس سال بعد اس کا دوسرا ایڈیشن بھی اسی طرح نکل گیا اور سالہا سال تک اندھے عقیدتمند ان گستاخانہ اشعار سے اپنے ایمان کو برباد کرتے رہے مولانا محبوب علی خاں جب انتہائی تنگ آ گئے تو انہوں نے ان اشعار سے توبہ کی بریلویوں نے اپنے جرم پر پردہ ڈالنے کے لیے ایک اور جھوٹ گھڑا کہ حدائق بخشش حصہ سوم مولانا احمد رضا خاں کی وفات کے پچیس تیس سال بعد شائع ہوئی تھی۔ ان لوگوں کا جھوٹ ملاحظہ کیجیے۔

> مولانا احمد رضا خاں کی نعتوں کا دیوان جس کے دو حصے حدائق بخشش کے نام سے شائع ہو چکے ہیں آپ کی حیات ہی میں شائع ہو چکے ہیں اور ساری دنیا انہیں کو مولانا احمد رضا خاں صاحب کا دیوان جانتی اور مانتی رہی اور آج بھی جانتی اور مانتی ہے ۲۵، ۳۰ سال بعد مولانا محبوب علی خاں صاحب سابق امام بڑی مسجد مدن پورہ بمبئی نے ایک اور مجموعہ اشعار شائع کیا ...... اس کو انہوں نے حدائق بخشش حصہ سوم کا نام دیا [1]

مولانا احمد رضا خاں کی وفات ۱۳۴۰ھ میں ہوئی حدائق بخشش حصہ سوم ۱۳۴۲ھ میں شائع ہوئی اسے آپ کے ۲۵ یا تیس سال بعد کی اشاعت بتانا اور اس طرح مولانا احمد رضا خاں کو اس کی ذمہ داریوں سے فارغ کرنا ایک طفلانہ حرکت ہے اور ایک شرمناک جھوٹ ہے۔

ڈاکٹر حامد علی خاں صاحب لیکچرر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ جنہوں نے مولانا احمد رضا خاں کی شاعری پر ریسرچ کی ہے وہ حدائق بخشش حصہ سوم کو ۱۳۴۲ھ کی اشاعت ہی بتلاتے ہیں [2] اس وقت یہ کتاب اختیم پریس ریاست نابھہ سے شائع ہوئی تھی۔ ۲۵ تیس سال بعد اس کا

---

[1] احمد رضا نمبر ص ۲۳۵ [2] احمد رضا نمبر ص ۲۴۸

دوسرا ایڈیشن شائع ہوا جسے بریلوی مولانا محبوب علی خاں کے توبہ نامہ کے قریب کرنے کے لیے پہلی اشاعت کہہ رہے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ بریلوی حضرات مولانا احمد رضا خاں کے ان اشعار کی وجہ سے انتہائی پریشان ہیں نت نئے بیان دیتے ہیں اور بڑے اضطراب اور تذبذب کا شکار ہیں۔ مولانا مصطفیٰ رضا خاں کہتے ہیں کہ یہ اشعار اعلیٰحضرت کے ہیں ہی نہیں[۱]۔ مولانا محبوب علی خاں کہتے ہیں کہ انہوں نے یہ اشعار اعلیٰحضرت کی بیاض سے نہایت احتیاط سے نقل کیے تھے[۲] پھر انہوں نے اپنے توبہ نامے میں یہ فحش اشعار ام زرع پر لگائے ہیں۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ سے فرمایا تھا۔

کُنتُ لکِ کابی زرعٍ لام زرعٍ[۳]

میں تیرے لیے اس طرح ہوں جیسے ابوزرع ام زرع کے لیے تھے۔

اب آپ ہی غور کریں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ام زرع کی تشبیہ حضرت عائشہ صدیقہ کے لیے ذکر فرما دیں اور مولانا احمد رضا خاں ام زرع کے لیے یہ فحش اشعار کہیں تو اس کی زد انجام کار کیا حضرت عائشہ صدیقہ پر بھی نہیں پڑتی مولانا محبوب علی خاں نے اپنے توبہ نامے میں یہ شعر ام زرع پر منطبق کیے ہیں اور وہ یہ نہ سمجھے کہ حدیث میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ام زرع کو بھی حضرت عائشہ سے نسبت دے چکے ہیں خانصاحب نے مولانا احمد رضا خاں کے دفاع کی تو بہت کوشش کی لیکن بات جہاں تھی وہیں رہی۔

بریلویوں سے جب کوئی جواب بن نہیں پڑتا تو کہہ دیتے ہیں کہ انہوں نے تنگ پاجامہ پہننے والی عورتوں کے لیے دعائے بخشش بھی تو کی تھی سو اس میں توہین کا کوئی پہلو نہیں اس کے لیے مولانا احمد رضا خاں کی یہ تحریر پیش کی جاتی ہے۔

اللھم اغفر للمتسرولات۔ اے اللہ بخش دے ان عورتوں کو

۱ے فتاوی مظہری ص ۳۸۹ سطر ۱۵ ۲ے ایضاً ص ۴۰۰ سطر ۱ ۳ے صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۷۹

جو پاجامہ پہنتی ہیں غالباً پاجامہ تنگ ہوتا تھا ؎

مولانا احمد رضا خان کو کیسے پتہ چل گیا کہ پاجامہ تنگ تھا آنحضرت کی نظر کہاں رہتی تھی؟ اور ایسے امور کو کیسے جانتے تھے۔ افسوس صد افسوس۔

ممکن ہے بعض ذہنوں میں سوال اٹھے کہ

بریلویوں کی حضرت عائشہ صدیقہؓ سے خفگی کی وجہ

بریلویوں کو حضرت عائشہ صدیقہؓ سے کیا کد تھی کہ مولانا احمد رضا خان نے حضرت عائشہ صدیقہ کے بارے میں یہ فحش کلامی کی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ توحید بریلویوں کو پسند نہ تھا۔ بریلوی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب کا عقیدہ رکھتے ہیں اور حضور کو بشر کہنا کفر سمجھتے ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہؓ دونوں باتوں میں ان کے خلاف تھیں آپ نے فرمایا۔

من حدثك ان محمداً رای ربه فقد كذب ثم قرأت لا تدركه الابصار وهو يدرك الابصار وهو اللطيف الخبير وما كان لبشر ان يكلمه الله الا وحيا او من وراء حجاب او يرسل رسولا ومن حدثك انه يعلم ما فى غد فقد كذب ثم قرأت وما تدرى نفس ماذا تكسب غدا ؎ ومن حدثك انه كتم فقد كذب ثم قرأت يا ايها الرسول بلغ ما انزل اليك من ربك ؎

؎ احکام شریعت حصہ دوم صفحہ ۱۲۳ ؎ آیت کا یہ ٹکڑا سورہ لقمان کے آخر میں بیان کئے گئے غیوب خمسہ میں سے ایک ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے پانچوں غیب کو مفاتیح الغیب فرمایا ہے (صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ [illegible]) اللہ تعالیٰ نے غیب کی چابیاں کسی کے سپرد نہیں کیں کہ جب چاہے چابی لگائی اور غیب کی بات معلوم کر لی انبیاء کرام و اولیاء عظام کو اگر غیب کی بعض باتیں معلوم ہوتی ہیں تو یقین رکھیے کہ وہ غیب کی ہر ہر بات جاننے میں خدا کی وحی یا الہام کے محتاج ہوتے تھے غیب کے اصول و کلیات صرف اللہ کے قبضے میں ہیں انہیں کسی کو نہیں دیے کہ غیب کی باتیں جاننے میں اب وہ کسی کا محتاج نہ رہے جب چاہے لگائے اور از خود بیان کیا کرے۔ ؎ صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ [illegible]

جو شخص تمہیں یہ بتائے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات اپنے رب کو
دیکھا تو اس نے جھوٹ کہا ہے پھر آپ نے قرآن کی یہ آیت تلاوت کی "آنکھیں
اس کو (خدا تعالیٰ کو) پا نہیں سکتیں اور وہ سب آنکھوں کا احاطہ کئے ہے اور وہ
باریک بین ہے سب خبر رکھنے والا ہے۔ اور کسی انسان کے لیے نہیں کہ وہ اللہ سے
ہمکلام ہو مگر (۱) اشارہ غیبی کے ساتھ (۲) یا پردہ کے پیچھے سے (۳) یا یہ کہ
خدا کسی فرشتہ کو قاصد بنا کر بھیج دے اور جو شخص تجھے یہ بتائے کہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم ہمیشہ جانتے تھے کہ کل کیا ہوگا ... سو اس نے جھوٹ کہا اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے "کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا ..... اور جو شخص تجھے بتائے کہ
حضور نے کوئی بات از تبلیغ دین کی چھپائی ہے سو اس نے بھی جھوٹ کہا۔ (الحدیث)

اس حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے علم غیب کی
نفی کی اور آپ کی ذات اقدس کے لیے بشر جیسے الفاظ کا استعمال فرمایا سو یہ پتہ ہوتا ہے
کہ حضور کو بشر کہنا کفر ہو۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا۔

كان بشراً من البشر يفلي ثوبه ويحلب شاته ويخدم نفسه [1]

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ سے پوچھا گیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں
کیا کام کرتے تھے؟ انہوں نے کہا آپ بشر تھے انسانوں میں سے ایک انسان تھے
اپنے کپڑے کو روشنی میں دیکھ لیتے، اپنی بکری کا دودھ دوہتے اور اپنے
کام خود کرتے تھے۔

یہ وہ مشکل کی وجہ ہے جس کے باعث بریلوی لوگ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کے
دشمن ہو گئے ہیں اور مولانا احمد رضا خاں صاحب نے ان کے بارے میں وہ فحش شعر لکھے
جو کوئی شریف بیٹا اپنی ماں کے بارے میں نہیں کہہ سکتا چہ جائیکہ وہ ان کو یہاں لکھوں یا ان

[1] شمائل ترمذی ص ۲۱ مشکوٰۃ ص ۵۲۰

جمیع اُمہات المومنین کی شان میں گستاخی

کوئی ہونہار بیٹا اپنی ماں کے بارے میں وہ بات نہیں کرتا

جو ایک گستاخ بیٹے نے اپنی ماؤں کے بارے میں کہی ہے پھر یہ وہ مائیں ہیں جن کے ساتھ صرف احترام ہی کا تعلق نہیں ایمان کا بھی تعلق ہے۔ اور یہ بات بھی اس کے ساتھ ہے کہ اس گستاخی سے خود احترامِ رسالت بھی بُری طرح مجروح ہوتا ہے۔

مولانا احمد رضا خاں ارشاد فرماتے ہیں :-

انبیاء علیہم السلام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرہ پیش کی جاتی ہیں اور وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں۔ — ملفوظات جلد سوم صـ ۲۸

مولانا احمد رضا خاں اپنی اس گستاخی میں محمد بن عبد الباقی کو بھی شامل کرتے ہیں یہ قطعی جھوٹ ہے تاہم پھر بھی اس شخص سے اتنا تعلق ہے جو ایسی خرافات کہے۔ کسی بیٹے کے لیے اپنی ماں کے بارے میں اس قسم کی کوئی بات ہرگز جائز نہیں پھر اس کی بھی تحقیق چاہیے کہ محمد بن عبد الباقی نے یہ خرافات کہی بھی ہیں یا نہیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے یہاں کوئی حوالہ پیش نہیں کیا اور ہمیں پورا یقین ہے کہ خاں صاحب نے اپنی عادت کے مطابق یہاں بھی جھوٹ بولا ہے۔

کوئی مسلمان حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے روضہ مطہرہ کے بارے میں اس قسم کا تصور نہیں کر سکتا جو مولانا احمد رضا خاں نے پیش کیا ہے۔ ہم نے مولانا سردار احمد لائل پوری، مفتی احمد یار گجراتی، مولانا ابو البرکات سید احمد اور مولانا احمد سعید کاظمی سے بار بار مطالبہ کیا کہ محمد بن عبد الباقی نے یہ خرافات بات کہاں لکھی ہے اس کا حوالہ دکھاؤ مگر افسوس کہ ان علماء میں سے کوئی بھی مولانا احمد رضا خاں سے اس الزام کو نہ اٹھا سکا۔

مولانا احمد رضا خاں شیعیت کی آغوش میں

شیعہ لوگ امہات المومنینؓ کے خلاف ہیں انہیں اہلبیت میں سے نہیں

مانتے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی شان میں گستاخ ہیں۔ یہ عقیدہ دراصل ان کا ہے کہ ازواج روضۂ اطہر میں حضورؐ پر پیش کی جاتی ہیں اور وہ ان سے شب باشی کرتے ہیں۔ (معاذ اللہ)

شیعہ کے جلیل القدر محدث محمد بن یعقوب الکلینی نے حوالہ ذیل میں باب باندھا ہے

باب النہی عن الاشراف علی قبر النبی صلی اللہ علیہ والہ

(ترجمہ) اس باب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر سے اوپر چڑھنا منع ہے۔

علامہ کلینی جعفر بن المثنیٰ الخطیب سے روایت کرتے ہیں:

میں ان دنوں مدینہ میں تھا جب مسجد کی چھت کا وہ حصہ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر تھا گر گیا۔ کام کرنے والے اوپر چڑھتے اور اترتے تھے میں نے اپنے ساتھیوں (شیعوں) سے کہا کہ آج رات کیا تم میں سے کوئی امام جعفر الصادق کے پاس جائے گا۔ مہران بن ابی نصر اور اسماعیل بن عمار الصیرفی دونوں نے کہا "ہاں"۔ ہم نے انہیں کہا کہ وہ حضرت امام سے پوچھیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر سے اونچا چڑھنا کیا جائز ہے۔ آپ نے فرمایا

ما احب لاحد منھم ان یعلو فوقہ ولا امنہ ان یری شیئاً یذھب منہ بصرہ او یراہ قائماً یصلی او یراہ مع بعض ازواجہ۔ اصول از کافی جلد ا صہ ۴۵۲

(ترجمہ) میں پسند نہیں کرتا کہ کوئی ان میں سے اس سے اوپر چڑھے اور نہ میں اس سے بے خوف ہوں کہ وہ کوئی ایسی چیز دیکھے کہ اس کی نظر ہی جاتی رہے۔ یا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑا نماز پڑھتے پائے یا یہ کہ آپ کو اپنی کسی بیوی سے مشغول دیکھے۔

شیعوں نے اپنا یہ عقیدہ یونہی حضرت امام جعفر صادق کے ذمہ لگایا ہے جعفر بن المثنیٰ تو ان کے عہد میں پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔ تاہم اس سے اتنا تو ہے کہ یہ عقیدہ شیعوں کا ہے جسے مولانا احمد رضا خان نے اپنایا ہے اور دروغ بیانی سے اسے محمد بن عبدالباقی الزرقانی کے ذمہ لگایا ہے۔

علامہ زرقانی نے حیات انبیاء کی بحث میں شیعوں کے اس عقیدہ کا اشارۃً ذکر فرمایا ہے۔ علامہ زرقانی (۱۱۲۲ھ) لکھتے ہیں :

والانبیاء والشہداء یاکلون فی قبورھم ویشربون ویصلون ویصومون ویحجون واختلف ھل ینکحون نساءھم ام لا — ویثابون علی صلوٰتھم و حجھم ولاکلفۃ علیھم فی ذالک [1]

(ترجمہ) انبیاء اور شہداء اپنی قبور میں (وہاں کے مناسب) کھاتے بھی ہیں اور پیتے بھی۔ نماز، روزہ اور حج کرتے ہیں۔ اور یہ کہ وہ اپنی عورتوں سے نکاح کریں اس میں (شیعہ کا) اختلاف ہے۔ وہ اپنی نمازوں اور حج پر ثواب بھی پاتے ہیں۔ لیکن وہ وہاں ان کاموں کے مکلف نہیں ہیں۔

پچھلے صفحات میں علامہ زرقانی نے وراثت انبیاء کی بحث میں شیعوں سے ہی اختلاف کیا تھا۔ یہاں بھی انہی کا اختلاف مراد ہے اور علامہ کلینی کی روایت بھی اس کی شاہد ہے۔ سوائے محمد بن عبدالباقی کا عقیدہ قرار دینا کذب صریح اور مولانا احمد رضا خاں کا کھلا جھوٹ ہے اور حضورؐ کی شان میں گستاخی کا تتمہ ہے۔

حضورؐ کے روضہ قدسیہ پر ہر وقت سلام پڑھا جا رہا ہے روح مقدسہ کا ادراک بہت وسیع ہے اور اسکی لاکھوں جہات ہیں جب کوئی مسلمان سلام عرض کرتا ہے روح مقدسہ کی کوئی نہ کوئی جہت اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور اُسے جہان کے مناسب اس کا جواب دیا جاتا ہے۔ امت کے سلام کے وسیع وعریض ہالے میں قمر رسالت روضہ قدسیہ میں ہوتا ہے جب مسجد میں نماز ہو تو مصروف نماز ہے اس دربار عالی میں انبیاء کا ہیولوں سے ہمبستری کرنا یہ کسی مومن کی سوچ نہیں ہو سکتی یہ مولانا احمد رضا خاں کی اپنی اختراع ہے۔

---

[1] شرح مواہب اللدنیہ للزرقانی المالکی جلد ۵ صفحہ ۳۳۲ طبع ۱۳۲۹ھ مطبع ازہریہ مصریہ

حضرت اُمّ المومنینؓ کے بعد حضرت فاطمہؓ کی شان میں گستاخی

مولانا احمد رضا خاں نے ان اشعار میں حضرت عائشہ صدیقہ کی شان میں جس بے حیائی کا مظاہرہ کیا ہے مسلمانوں کے دل اس سے بہت زخمی تھے۔ حدائق بخشش حصہ سوم کے مرتب مولوی حشمت علی خاں کے بھائی محبوب علی خاں نے اس گستاخی کی ابھی معافی نہیں مانگی تھی کہ مولانا احمد رضا خاں کے دوسرے خلیفہ مولانا ابو البرکات محمد احمد نے حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی شان میں بھی ایک اور گستاخی کر دی۔

عورت کے کئی درجے ہیں۔ عورت کبھی ماں ہوتی ہے کبھی بہن کبھی بیوی کبھی بیٹی۔ عورت کا لفظ سب پر یکساں استعمال ہوتا ہے۔ تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ اس اطلاق میں اور نظر نظر میں فرق ہے۔ انسان جس نظر سے بیوی کو دیکھتا ہے اس نظر سے بیٹی کو نہیں، کوئی عزت مند اور شریف انسان بیوی کے حسن و جمال کا تصور بیٹی میں تلاش نہیں کرتا۔ حضرت حوّا حضرت آدم علیہ السلام کی نظر میں بہت حسین دکھائی گئیں اور یہ صحیح ہے کہ مرد کو اس حسن کی تلاش بیوی میں ہی کرنی چاہیئے نہ کہ بیٹی میں ۔۔۔ اب مولانا احمد رضا خاں کے اس خلیفہ کی اس عبارت پر نظر کیجئے :-

جب حق سبحانہ وتعالیٰ نے آدم و حوّا کو بہشت میں متمکن فرمایا تو اس روز فردوس اعلیٰ کے باغیچوں میں گلگشت فرماتے ہوئے حضرت حوّا کی طرف مخاطب ہو کر یوں کہا کہ اللہ نے تم سے زیادہ حسین اور نیک دوسرا پیدا ہی نہیں فرمایا۔ حق سبحانہ وتعالیٰ نے روح الامین کو حکم دیا کہ جب آدم و حوّا فردوس کی گلگشت سے واپس آئیں تو ہمارے حبیب مکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر سیدہ کی زیارت کراؤ۔۔۔ (اوراق غم صفحہ ۱۴)

بریلوی اس گستاخانہ عبارت کے جواب میں کہتے ہیں کہ حضرت آدم حضرت
حوا کے چہرے میں نسوانی حسن ملاحظہ نہ فرمایا۔ بلکہ مطلق حسن کی تعریف کر
رہے تھے۔ یہ تاویل صحیح نہیں۔ اگر مطلق حسن مراد ہوتا تو پھر یارت الامین آپ کو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت دکھاتے جن سے بڑھ کر حسین و جمیل کا کوئی تصور
نہ تھا۔ حضرت آدم کی وہ نظر نسوانی حسن پہ نہ ہوتی تو مولانا احمد رضا خاں کے یہ
خلیفہ۔ یہاں حضرت فاطمہؓ کی شکل و صورت کا تصور پیش نہ کرتے —— آہ وہ
سیدہ طاہرہؓ، جگر گوشۂ رسولؐ جن کی حیا کا یہ عالم تھا کہ وصیت کی کہ میرا جنازہ
بھی رات کے وقت نکلے کسی دوسرے کی نظر میرے جنازہ پر بھی نہ پڑے۔
ان کے حسن و جمال کا یہ کھلا تذکرہ اور مظاہرہ کرتے بریلویوں کو کچھ بھی خوف
خدا مانع نہ آیا۔

کوئی شریف بیٹا اپنے ماں باپ کے ذکر میں حیا کی ان حدود کو نہیں پھلانگتا پھر ان ماں
کے بارے میں جن پر یہ کروڑوں مائیں نچھاور کی جا سکیں اور اس روحانی باپ کے سلسلے میں
جن پر کروڑوں نسبی باپ قربان ہوں اس قسم کا گھٹیا تصور دل سے بطور عقیدہ کے
ذکر کرنا بے حیائی کی انتہا اور بدبختی کی نہایت تاریک راہ ہے

روضۂ منورہ پر حاضر ہو کر صحابہؓ کی شان میں گستاخی

سب مسلمانوں کو معلوم ہے کہ گنبدِ خضرا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
شیخین کریمین آرام فرما ہیں۔ لیکن سکندر لکھنوی صاحب جب وہاں حاضر ہوئے تو
ذہن میں یہی رہا کہ وہ لکھنؤ سے آتے ہیں اور تبرّا کرتے آئے ہیں۔

کیا بتاؤں کہ طیبہ میں کیا مل گیا — لیے لوا کو دلی مدعا مل گیا
جنتی رحمت مدینہ میں ارزاں ملی — کھوٹے سکوں میں سودا کھرا مل گیا

سکندر لکھنوی کے یہ اشعار ان کی کتاب "آرزوئے مدینہ" صفحہ ۶۰ پر موجود ہیں۔ طیبہ سے مراد مدینہ منورہ ہے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آرام فرما ہیں لیکن بریلوی بھئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو کھرا سودا کہتا ہے اور شیخین کریمین کے حضور کھلی گستاخی کی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو فرمائیں کہ میں، ابوبکرؓ اور عمرؓ ایک ہی مٹی سے پیدا کئے گئے اور ہم ایک ہی جگہ دفن ہوں گے۔ اور بریلوی نعت خواں کہیں ۔ کہ

"کھوٹے سکوں میں سودا کھرا مل گیا !!" استغفر اللہ العظیم

یہاں کھوٹے سکے کہا گیا یہ کھلا تبرا نہیں! بریلویوں کو یہ احساس نہ ہوتا کہ مولانا احمد رضا خاں کو دیکھ کر انہیں صحابہؓ کی زیارت کا شوق ہی کم ہو گیا تھا تو وہ بھی اس درجہ کی گستاخی نہ کرتے۔ یاد رہے کہ سکندر لکھنوی کی اس کتاب پر مولانا عبد المصطفیٰ ازہری، مولانا احمد سعید کاظمی اور مولانا غلام علی اوکاڑوی تینوں بریلوی اکابر کے تصدیقی دستخط ثبت ہیں — کیا اب بھی بلی تھیلے سے باہر نہیں آئی ؟

فاعتبروا یا اولی الابصار

جو چیز کم قیمت پر ملے اس کے عوض جتنی کم سے کم ممکن ہو دیئے جاتے ہیں کھوٹے سکے۔ چیز اندھا دھند ملے تو کبھی کوئی یہ کہتے نہیں سنا گیا کہ یہ کھرے سکوں سے ملی ہے۔ کھوٹے سکے قیمت نہیں رکھتے کم ہوں یا زیادہ۔ ان سے کوئی سودا لیا جا سکتا ہے۔ پس بات یہی سمجھ میں آتی ہے کہ یہاں کھوٹے سکے کے الفاظ تبرا کے طور پر کہے گئے ہیں یہاں بعض شیعوں کو خوش کرنا مقصود ہے۔

ﮯ یہ آرزوئے مدینہ خلیل بک ڈپو کراچی سے طلب کریں۔

مقامِ اولیاء — بریلوی کتب فکر میں

مولانا احمد رضا خان اور اُن کے پیروؤں کے عقائد

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد

میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

ہمارے دور کے جید علمائے اہل سنت جو سنت کی حمایت اور بدعت کی مخالفت میں بہت کوشاں تھے

مولانا احمد رضا خان انہیں اپنے بزرگوں میں جگہ نہیں دیتے

اثر خامہ

ڈاکٹر علامہ خالد محمود ایم اے، پی ایچ ڈی

ڈائرکٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر

مقامِ اولیاء

بریلوی تحریرات کے آئینہ میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کچھ ایسی باتیں بھی ہوتی ہیں جو جتنی زیادہ معروف ہوں اتنی ہی غلط ہوتی ہیں ان کا کوئی مبدا حسی نہیں ہوتا مگر زیادہ سے زیادہ پھیلتی جاتی ہیں۔ انہی باتوں میں سے یہ بات بھی ہے کہ بریلوی لوگ اولیاء کرام کی بہت تعظیم کرتے ہیں اور ان کی یہ تعظیم محض رضاء الٰہی کیلئے ہوتی ہے

تحقیق حال سے پتہ چلا کہ نہ یہ اولیاء اللہ کی تعظیم کرتے ہیں اور نہ کبھی ان کے پیش نظر رضاء الٰہی کا حصول ہوتا ہے جو شئون وصفات یہ اولیاء کرام کے لیے ثابت کرتے ہیں وہ انہیں شیاطین میں بھی ثابت مانتے ہیں اور جب اولیاء کی کوئی منقبت کہتے ہیں تو انہیں قدرت الٰہی میں شریک کرنے کے لیے کہتے ہیں نہ کہ ان کی تعظیم کرنے کے لیے انہیں تو صرف شرک کرنے کا شوق ہوتا ہے رضاء الٰہی کا حصول کبھی ان کے سامنے نہیں ہوتا۔

اولیاء کو شیطان سے ملانے کی گستاخی

مثال مطلوب ہو تو مولانا احمد رضا خاں صاحب کے نائب خاص مفتی احمد یار خاں صاحب گجراتی کی زبان سے اولیاء اللہ کی شان سنئے۔ مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسے اپنے مقبولوں کی دعا قبول فرماتا ہے۔

> خیال رہے کہ موت کا وقت بزرگوں کی دعا سے ٹل جاتا ہے بلکہ شیطان کی دعا سے بھی۔ اس کی عمر بھی بڑھ گئی فرماتا ہے فانک من المنظرین حضرت آدم علیہ السلام کی دعا سے داؤد علیہ السلام کی عمر بجائے ساٹھ

سال کے سو سال فرما دی گئی ۔[1]

اس میں جہاں اولیاء اللہ کو شیطان سے ملانے کی گستاخی ہے وہاں اس قرآنی فیصلے سے بھی کھلا تصادم ہے کہ جب کسی جان پر موت کا وقت آجائے تو وہ پل بھر آگے پیچھے نہیں ہوتا قرآن کریم میں ہے ۔

اذا جاء اجلهم فلا يستأخرون ساعة ولا يستقدمون[2]

ترجمہ: جب آئے گا ان کا وعدہ پھر نہ پیچھے سرک سکتے ہیں ایک گھڑی اور نہ آگے جا سکتے ہیں ۔

اولیاء کرام کو روحانی پیشوا ماننے

بریلوی لوگ گستاخی پر آئیں تو شیطان سے ملا دیں اور شرک پر آئیں تو ان میں خدائی صفات مان لیں ۔ یہی افراط و تفریط ان کا طول و عرض ہے ۔ دوسروں کے بارے میں تو کہتے ہیں کہ یہ اولیاء اللہ کو مانتے نہیں اور خود یہ جانتے نہیں کہ لفظ ماننا متعدی بدو مفعول ہوتا ہے (۱) ایک جس کو مانا جائے (۲) اسے کیا مانا جائے مثلاً ایک شخص پوچھتا ہے تو دونوں کو مانتے ہو؟ ہم پوچھیں گے کیا؟ وہ کہے خدا ۔ ہم کہیں گے ہم نہیں مانتے ۔ اگر وہ کہے پیشوا؟ ہم کہیں گے ہاں ہم انہیں اپنا روحانی پیشوا مانتے ہیں ۔

افسوس کہ بریلوی نہ اس لفظ کو سمجھتے ہیں نہ اس کے معنی کو اور علماء حق کے خلاف بلا سوچے سمجھے یہ پراپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ یہ ولیوں کو نہیں مانتے اور خود نہیں جانتے کہ جب تک " ماننے " کا مفعول ثانی ظاہر نہ ہو بات بے معنی رہتی ہے ۔

اس مقالہ میں بریلوی مقامر کی اسی تلخی کا ایک قلب حزیں سے جائزہ لیا گیا ہے اولیاء کرام کی ان گستاخیوں پر جو اس گروہ میں پائی جاتی ہیں جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے مگر تعجب ہے کہ اکثر لوگ نہیں سمجھتے ۔

---

[1] نورانی عرفان صفحہ ۹۱ [2] پ ۱۱ سورۃ یونس ع ۵ پ ۸ الاعراف ع ۴

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ۔ امّا بعد

اولیاء کرام کا تعارف

محبوبانِ بارگاہِ یزدی کسی الٰہی ذمہ داری کے امین نہیں ہوتے نہ ان کے ذمہ کوئی الٰہی امانت سپرد ہوتی ہے ہاں اپنی ذات اور اپنے حلقے کی حد تک وہ اپنی کچھ ذمہ داری رکھتے ہیں اور ان پر عمل پیرا بھی ہوتے ہیں ۔ انہیں اولیاء اللہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ پاکیزہ نفوس محبت خداوندی میں اتنے کھچے ہوتے ہیں کہ ولایت الٰہی کا فیضان ان کی تمام حیات پر سرچشمے سے اترتا ہے ۔

البتہ جن محبوبانِ خدا کو کسی عہدہ کی بجا آوری سپرد ہوتی ہے وہ اللہ رب العزت سے ایک ضابطہ پاتے ہیں انہیں نبی کہا جاتا ہے وہ ضابطہ ان کے لیے نیا بھی ہو سکتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی پہلے سے ایک آسمانی حیثیت چلی آ رہی ہو یہ وہ طبقہ ہے جس پر شریعت کا عمل کھولا جاتا ہے اور وہ وحی سے اس کی بنا پاتے ہیں ۔ حضور خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم پر جب نبوت ہر طرح سے ختم ہو چکی اب زمین پر نزول جبرئیل بھی وحی قیامت تک کے لیے مسدود ہے تو حضور نے جو تمام دروازہ بند فرمایا اور ولایت کا دروازہ کھولا تھا تو جب نبوت ختم ہوئی باب ولایت تھا آپ کے نور رسالت سے اس امت کے اولیاء نے جلا پائی اور اس امت میں وہ بزرگ ہوئے جن کی کرامات خلقت کدہ عالم میں آیات باہرات ثابت ہوتی رہیں اور قرب خداوندی اور عشق الٰہی میں ملائکہ بھی ان پر رشک کرتا ۔ حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی حضرت شیخ معین الدین اجمیری اور حضرت امام ربانی شیخ مجدد الف ثانی اسی پاکیزہ گروہ کے ممتاز افراد میں سے تھے ۔

۲۲/۲

اولیاء کرام کی اسلامی شان

قرآن کریم میں اس گروہ کا تذکرہ ان الفاظ میں آیا ہے۔

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون[1]

ترجمہ: جو لوگ اللہ کے دوست ہیں نہ ڈر ہے ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

تقوے کی صفت ان کی زندگی کا محور ہوتا ہے۔ ان اولیاؤہ الا المتقون[2] اللہ کے دوست ہیں ہی وہ جو صفت تقویٰ سے آراستہ اور عمل شریعت سے پیراستہ ہوں اللہ کی ربوبیت پر ان کا اعتقاد اور حق پر استقامت ان کا طرۂ امتیاز ہوتا ہے قرآن کریم میں ہے

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملئکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون[3]

ترجمہ: تحقیق جنہوں نے کہا رب ہمارا اللہ ہے پھر اسی پر قائم رہے ان پر اترتے ہیں فرشتے کہ تم نہ ڈرو اور نہ غم کھاؤ اور خوشخبری سنو اس بہشت کی جس کا تم سے وعدہ تھا۔

ان بزرگوں کو پھر کرامات بھی ملتی ہیں اور خرق عادات امور ان سے صادر ہوتے ہیں جیسا حضرت سلیمان علیہ السلام کے صحابہ میں ایک صاحب جو ولایت الٰہی میں رنگے جا چکے تھے قدرت خداوندی کے بھروسے حضرت سلیمانؑ سے یوں کہتے ہیں کہ میں ابھی لائے دیتا ہوں۔

قال الذی عندہ علم من الکتاب انا اٰتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک[4]

ترجمہ: بولا وہ شخص جس کے پاس تھا ایک علم کتاب کا "میں لائے دیتا ہوں تیرے پاس اس کو پہلے اس سے کہ پھر آئے تیری طرف تیری آنکھ"

اللہ تعالیٰ ان پاکیزہ نفوس پر غیرت بھی کھاتے ہیں اور جو شخص ان مقربین الٰہی کی عداوت پر اترے اسے اپنی طرف سے جنگ کا اعلان دیتے ہیں حدیث قدسی میں فرمایا

[1] پ یونس ع ۷ [2] پ الانفال ع ۴ [3] پ حم السجدہ ع ۴ [4] پ النمل ع ۳

من عاد للّٰہ ولیاً فقد باذ اللّٰہ بالمحاربۃ [1]

ترجمہ: جو شخص اللہ کے کسی ولی سے عداوت رکھے اسے اس کی طرف سے اعلان جنگ ہے۔

لیکن ان تمام علاؤں اور نوازشوں کے باوجود اللہ رب العزت انہیں کسی درجے میں اپنی وحدت میں شریک نہیں کرتا اللہ رب العزت اپنی ہر شان ہر صفت اور اپنے ہر کام میں وحدہٗ لاشریک ہے۔ ایک مرید جناب پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی سے کہہ رہا تھا کہ آپ مقبول بارگاہ الٰہی ہیں جو کچھ چاہیں اور جس وقت چاہیں خدا سے کرا سکتے ہیں اس پر حضرت پیر صاحب نے فرمایا :-

ایسا مت کہو کیونکہ یہ عقیدہ از روئے قرآن و حدیث شریف بالکل صحیح نہیں اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبولوں کو اتنی طاقت بخشی ہے کہ جس امر کی طرف سے دل سے متوجہ ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ وہ کام کر دیتا ہے لیکن یہ ٹھیک نہیں کہ جس وقت چاہیں اور جو کچھ چاہیں ہو جائے کیونکہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے چچا ابو طالب کے واسطے یہی چاہتے تھے کہ وہ اسلام لاویں اور ظہور میں ایسا نہ آیا جس سے صاف پایا جاتا ہے کہ جب نبی کو کلی اختیار نہیں تو ولی کو کس طرح ہو یہ تب ہو کہ نعوذ باللہ نعوذ باللہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی نبی یا ولی کو سب اختیار دے کر آپ معطل ہو بیٹھے اور یہ عقیدہ برخلاف عقیدہ اسلام ہے [2]

جو لوگ پیر مہر علی شاہ صاحب کی بجائے مولانا احمد رضا خاں کو اپنا دینی پیشوا مانتے ہیں وہ پیر مہر علی شاہ صاحب کے اس فیصلے کو غلط کہتے ہیں اور حضور کو علی علمان تمام دل کہتے ہیں اور شرک سے کچھ نہیں ڈرتے

---

[1] مشکوٰۃ صفحہ ۲۵۵ [2] مکرمات طیبات مدرو مہرچشتی صفحہ ۲

اولیاء اللہ کی تعظیم و تکریم

ان مقربان بارگاہ خداوندی کی عظمت دل میں ہو اور جہاں تک ہو سکے انسان ان کی عزت و تکریم کرے ان کی صفات و کمالات کو بھی شیطان سے نہ ملائے اور یہ بھی ہونا چاہئے کہ انسان ان کی تعریف و تعظیم کرتے ہوئے انہیں حد سے بڑھا کر خدائی طاقتوں اور قدرتوں کو ان میں عطا مانے جیسا یہ اعتقاد ضرور رکھے کہ اللہ تعالیٰ جب چاہیں ان کی تکریم و تائید کے لیے اپنی کوئی قدرت ظاہر فرما دیں اس کو کرامت کہا جاتا ہے جس میں عزت و تائید ولی کی ہوتی ہے لیکن کرامت بھی معجزے کی طرح فعل خداوندی ہوتی ہے فعل بندہ نہیں

کرامات فعل خداوندی ہوتی ہیں

سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں کہ معجزہ اور کرامت فعل بندہ نہیں فعل خداوندی ہیں —

معجزہ و کرامت فعل خدا است کہ ظاہر میگردد بر دست بندہ بجہت تصدیق و تکریم وے نہ فعل بندہ است کہ صادر میگردد بقصد او و اختیار او مثل سائر افعال ۔[1]

امام نووی لکھتے ہیں: ان کل ما یعجز عنہ البشر لم یکن الا فعلا للہ تعالیٰ[2]

وہ کام جس کے کرنے سے انسان عاجز ہو وہ صرف اللہ تعالیٰ کا ہی فعل ہوتا ہے۔

اس تعظیم و تکریم کا نمایاں پہلو یہ ہونا چاہئے تھا کہ انسان ان صفات ولایت کو ابلیس گروہ میں ہرگز نہ مانے جو اللہ رب العزت سے مقہور ہو چکے یا ان پر اللہ کا غضب ہوا ہو مگر افسوس کہ بریلوی حضرات ان صفات کو اولیاء میں جس قدر ثابت کرتے ہیں اور شیطان میں بھی انہیں ثابت کرتے ہیں اور اولیاء اللہ کی توہین کرنے سے کچھ نہیں جھجکتے۔

مقربین الٰہی کو شیطان سے ملانے کی گستاخی

رامپور کے مولوی عبدالسمیع صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وسعت علمی ثابت کرنا چاہتے تھے کہ جہاں میلاد پڑھا جاتا ہے وہاں حضور تشریف لے جاتے

---

[1] فتوح الغیب ترجمہ فارسی ص ... [2] ... اخبار العلوم جلد ... ص ...

ہیں لیکن مولوی صاحب مذکور اس صفت کو شیطان میں بھی تسلیم کرتے تھے کہ وہ بھی بیک وقت ایک سے زیادہ مقامات میں پایا جاتا ہے اب اس میں اللہ کے مقبولوں اور محبوبوں کی تعظیم و تکریم کیا رہی اور کہاں رہی ؟ جبکہ ان میں وہ صفت مانی جس کے بارے میں ان کا اپنا عقیدہ ہے کہ یہ صفت ابلیس لعین میں اس سے بھی زیادہ وسیع شان کے ساتھ پائی جاتی ہے مولانا احمد رضا خاں کے پیشرو مولانا عبدالسمیع صاحب رامپوری لکھتے ہیں ۔

> اصحاب محفل میلاد تو زمین کی تمام جگہ پاک و ناپاک مجالس مذہبی اور غیر مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں دعوے کرتے ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک و ناپاک کفر و غیر کفر میں پایا جاتا ہے ۔[1]

دیکھئے بریلویوں نے کس گستاخی اور بے ادبی سے شیطان کی وسعت علمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علمی سے زیادہ بتلائی اور اس ناپاک دعوے پر انہیں کوئی جھجک تک محسوس نہیں ہوئی حضور کے مقابلہ میں ابلیس کو زیادہ کوئی کم گستاخی نہ تھی انہیں تو اس کے بعد بریلویوں سے شکوہ ہی کیا ہے

بریلویوں کے ہاں اولیاء اللہ کا مقام

بریلوی حضرات اولیاء کرام کی تعظیم ہرگز نہیں کرتے ان کے ہاں ان کی تعظیم یا انہیں خدا کے ساتھ شریک کرنے کے لیے کی جاتی ہے یا انہیں شیطان درجہ کے برابر ثابت کرنے کے لیے ۔ بریلوی حضرات اولیاء اللہ کے لیے کسی قسم کا مقام کے ہرگز قائل نہیں نہ انہیں اولیاء اللہ سے کوئی حقیقی محبت و عقیدت ہوتی ہے ورنہ ان کے لٹریچر میں اولیاء کرام [illegible] کے قریب آتے تک نہیں ہوتے

---

[1] انوار ساطعہ [illegible]

یہ فرضی بات کہ بریلوی لوگ اولیاء اللہ کی بہت تعظیم کرتے ہیں ایک پراپیگنڈہ ہی پراپیگنڈہ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں جس نے بھی گہری نظر سے ان کا مطالعہ کیا اس پر یہ حقیقت کھل کر رہی بریلوی اولیاء اللہ کو پیشوا نہیں مانتے ہاں کبھی خدا کی صفات میں ضرور شریک مان لیتے ہیں سو کچھ باتیں ایسی ہی ہوتی ہیں کہ جتنی زیادہ معروف ہیں اتنی ہی زیادہ غلط ہوتی ہیں اور انہی باتوں میں سے یہ بات بھی ہے کہ بریلوی مذہب کے لوگ اولیاء اللہ کو بہت بخشتے ہیں

شیطان سے برابر کرنے کی گستاخی

بندہ اپنے احساس بندگی سے جب قادر مطلق سے کچھ مانگتا ہے تو اسے دُعا کہتے ہیں۔ دُعا میں عاجزی اور بندگی کا عنصر ساتھ ہوتا ہے۔ ابلیس لعین نے جب حکم الٰہی کے خلاف نافرمانی اور سرکشی کی اور راندۂ درگاہ ہوا تو اس نے خدا تعالےٰ سے حشر تک کی مہلت مانگی تھی جو اسے دی گئی اس مہلت مانگنے کو اہل اللہ کی سی دعا کہنا کس قدر غلط بات اور شرمناک تعبیر ہے۔ اولیاء اللہ کی شان بیان کرتے ہوئے مفتی احمد یار صاحب گجراتی کس بیدردی سے انہیں شیطان کے برابر کرنے کی سعی کرتے ہیں ذرا غور کیجئے اور گستاخ اولیاء کی اس گستاخ عبارت پر افسوس کیجئے :

> خیال رہے کہ موت کا دن بزرگوں کی دُعا سے ٹل جاتا ہے بلکہ شیطان کی دُعا سے بھی اس کی عمر لمبی بخشی گئی فرماتا ہے فانک من المنظرین حضرت آدم علیہ السلام کی دُعا سے داؤد علیہ السلام کی عمر بجائے چالیس سال کے سو سال فرما دی گئی [1]

شیطان غائبانہ امداد کر سکتا ہے

مولوی محمد عمر صاحب اچھروی سے سوال کیا گیا " کیا شیطان بھی غائبانہ امداد کر سکتا ہے " تو آپ نے فرمایا : ضرور۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں - انا جعلنا الشیاطین

---

[1] نور العرفان صفحہ ۲۴۹

اولیاء للذین لا یومنون" بیشک ہم نے بنایا شیطانوں کو بے ایمانوں کے واسطے
مددگار۔[1] مولوی صاحب اس میں بھی شیطانوں اور اولیاء کرام کو برابر کرنے کی
کوشش کر رہے ہیں وہ بتانا چاہتے ہیں کہ اولیاء اللہ نیک بندوں کی غائبانہ مدد کرتے
ہیں تو شیاطین غلط لوگوں کی غائبانہ مدد کرتے ہیں۔ غائبانہ مدد کرنے کی طاقت اللہ نے
دونوں گروہوں یعنی شیطانوں کو بھی اور ولیوں کو بھی دی۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ حق بات یہ
ہے کہ فوق الاسباب مدد صرف اللہ تعالیٰ ہی کرتے ہیں اس میں اس کا کوئی شریک نہیں
نہ اولیاء کرام اور نہ شیطان۔ بریلوی ان دونوں میں یہ صفت مان کر شرک کرتے ہیں۔

کرشن کنہیا کے برابر کرنے کی گستاخی!

قدوۃ السالکین حضرت شیخ فتح محمد قدس سرہ ایک مشہور بزرگ تھے
ان کے بارے میں مولانا احمد رضا خان لکھتے ہیں:۔

> کرشن کنہیا کافر تھا اور ایک وقت میں کئی سو جگہ موجود ہو گیا۔ فتح محمد اگر چند
> جگہ ایک وقت میں ہو گئے تو کیا تعجب ہے۔[2]

دیکھئے حضرت شیخ کی کرامت کہ کئی جگہ موجود ہو گئے اسے کس بیہودگی سے ذکر
کیا ہے اور حضرت کو کرشن کنہیا کے برابر کر دیا ہے۔ ذرا غور کیجئے مولانا احمد رضا خان
کی نظر میں حضرت شیخ کی یہ کرامت کیا کسی اسلامی اصل پر منطبق نہ ہو سکتی تھی؟ کیا تشبیہ
کے لیے کرشن کنہیا ہی رہ گیا تھا؟ ہاں مولوی صاحب کا کرشن کنہیا کے بارے میں اگر
یہ تصور ہوتا کہ وہ بھی اپنے وقت میں مقبول بارگاہ ایزدی تھے تو یہ اور بات تھی لیکن آپ

---

[1] مقیاس حنفیت ص ۲۸۳ یہ آیت سورۃ اعراف رکوع دوم کی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے "بیشک
ہم نے شیطانوں کو ان کا دوست ذکر کیا ہے جو ایمان نہیں لاتے"۔ (ترجمہ مولانا احمد رضا خان) مولوی
صاحب نے جان بوجھ کر ترجمہ درست کرنے کی بجائے مددگار اس لیے کیا ہے کہ وہ اپنا یہ عقیدہ ثابت
کر سکیں کہ شیطان ان کی غائبانہ مدد کرتا رہتا ہے۔ [2] ملفوظات حصہ اول ص ۱۲

نے اسے اسی عبارت میں کافر بھی بتایا ہے اور پھر اولیاء کرام کو کس قدر مکروہ اور گستاخانہ تعبیر سے کرشن کنہیا کے برابر کر دیا ہے۔

اس حکایت کے ضمن میں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بریلوی مذہب کے لوگ صرف حضور کے ہی حاضر ناظر ہونے کے مدعی نہیں وہ حضرت شیخ فتح محمد کو بھی کئی جگہ حاضر و ناظر سمجھتے تھے مفتی احمد یار صاحب گجراتی بھی لکھتے ہیں :

ایک وقت میں چند جگہ موجود ہو جانا اللہ والوں کے نزدیک باذن الٰہی مشکل نہیں ایسے ہی قبر میں سوال کرنے والے ماں کے پیٹ میں بچہ بنانے والے فرشتے یہ طاقت رکھتے ہیں حاضر ناظر ہونا بعض بندوں کی صفت ہے۔[1]

اب آپ ہی خیال کریں کیا یہ لوگ کئی جگہ پر حاضر و ناظر ہونا حضور کی صفت مانتے ہیں یا ان کے ہاں اور بھی کئی بندے اس شان میں حضور کے شریک ہیں۔

حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانیؒ تو صرف اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر کہتے تھے[2] مگر افسوس کہ بریلویوں نے اپنے پیروں کو بھی ہر جگہ حاضر و ناظر ماننا شروع کر دیا اور یہ بھی ان کے ہاں کوئی تکریم و تعظیم کے لیے نہیں نہ ان کے ہاں اس میں کوئی کمال ہے وہ اس صفت کو کافروں میں بھی ثابت مانتے ہیں اور اولیاء اللہ کو کافروں کے ساتھ ملاتے ہیں اور انہیں اس میں کبھی کوئی شرم محسوس نہیں ہوتی اور نہ ان کی عقیدت کہیں مجروح ہوتی ہے اولیاء کرام کے ان گستاخوں کی اس گستاخانہ تعبیر پر جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے۔

کرشن کنہیا کو اولیاء اللہ سے بھی بالا بڑھا بھی دیا ہے کہ حضرت شیخ فتح محمد قدس سرہٗ تو چند جگہ حاضر ناظر تھے لیکن کرشن کنہیا تو کئی سو جگہ حاضر و ناظر ٹھہرے۔ گستاخی بالائے گستاخی کی یہ بدترین مثال ہے۔

---

[1] نور العرفان صفحہ ۲۴۳ [2] مکتوبات شریف جلد ۱ صفحہ ۔۔۔ نمبر ۹۰

موت کے بعد کافروں کی روحانی وسعت

بریلویوں کا عام عقیدہ تھا کہ اولیاء اللہ اپنی قبروں پر پکارنے والوں کی فریادوں کو سنتے ہیں مولانا احمد رضا خاں کی ہندووانہ ذہنیت نے جوش مارا تو یہاں بھی وہ کافروں کو سامنے آئے وہ اصل میں ثابت کرنا چاہتے تھے کہ کرشن کنہیا کس طرح ہزاروں جگہ حاضر ناظر ہو گیا۔ مولانا احمد رضا خاں سے پوچھا گیا کہ ہر ایک کے ساتھ کتنی روحیں ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا :-

> صرف ایک روح ہے اگر مسلمان ہے تو علیین میں اور کافر ہے تو سجین میں
> جو شخص قبر پر جاتا ہے اس کو بخوبی دیکھتی ہے اور اس کی بات سنتی سمجھتی ہے
> مرنے کے بعد روح کا ادراک بے شمار بڑھ جاتا ہے خواہ مسلمان کی ہو خواہ کافر کی[1]

بریلوی حضرات کو آخر کیا ضرورت پڑی تھی کہ وفات کے بعد اولیاء کی روحانی وسعت کا اقرار کرتے ہوئے کافروں کی روحانی وسعت کو بھی ساتھ لے آئیں یہ سوچنے کی بات ہے آخر انہیں اس کی ضرورت کیا تھی۔ اس کی بجائے کیا یہ بہتر نہ ہوتا کہ بات عام کہہ دی جاتی ہے جیسے حضرت امام ربانیؒ نے ایک جگہ کہی تھی۔

> روح را نسبت با جمیع امکنہ با وجود لامکانیت برابر است[2]

ترجمہ: روح کا تعلق باوجود لامکانی ہونے کے تمام جگہوں کے ساتھ ایک جیسا ہے۔

اس عموم میں دونوں قسم کی روحیں آ گئیں یہ مطلق روح کا بیان ہے کسی ایک طبقہ کی تخصیص نہیں ہے اس میں اولیاء اللہ کا نام لے کر انہیں کافروں کے ساتھ نہیں ملایا گیا نہ کافروں کو اللہ کے ساتھ ذکر کر کے ان کی گستاخی کی گئی ہے جیسا کہ بریلوی عام کرتے ہیں اور انبیاء و اولیاء کے مقامات کو بیان کرتے ہوئے شیطان لعین تک کی مثال لانے سے نہیں چوکتے

---

[1] ملفوظات حصہ اول صہ ۹۱
[2] مکتوبات شریف دفتر اول نمبر ۲۸۵ صہ ۳۰۱

مولانا ابوالبرکات سید احمد کا نادر جھوٹ

مولانا ابوالبرکات سید احمد ناظم انجمن حزب الاحناف لاہور نے امام ربانی سیدنا حضرت مجدد الف ثانیؒ کے چالیس ارشادات کا اردو ترجمہ ایک پمفلٹ میں شائع کیا ہے۔ اس میں موصوف حضرت مجدد صاحبؒ کے متذکرہ بالا ارشاد کا ترجمہ ان الفاظ سے کرتے ہیں۔

> انبیاء و اولیاء کی پاک روحوں کو عرش سے فرش تک ہر جگہ برابر کی نسبت ہوتی ہے کوئی چیز ان سے دور و نزدیک نہیں۔[1]

مولانا ابوالبرکات نے انبیاء و اولیاء کے الفاظ اپنی طرف سے داخل کئے ہیں حضرت مجدد الف ثانیؒ کی اصل عبارت ابھی آپ دیکھ آئے ہیں حق اور انصاف یہ ہے کہ مولانا موصوف نے جھوٹ بولنے میں یہاں اپنے پیشروؤں کو بھی مات کر دیا ہے۔ یہ سب محنت اور جسارت محض اس لیے کی ہے کہ روح کے یہ وسیع ادراکات کافر کی روح سے منتفی ہو سکیں اور اہل اللہ کے بارے میں ان کا خود ساختہ معیار کمال کہ انبیاء و اولیاء ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں حضرت امام ربانیؒ کے اس ارشاد سے مجروح نہ ہو سکے لیکن مولوی صاحب مذکور کے اس جھوٹ سے کیا بنتا ہے جب اعلیٰ حضرت خود اپنے ہاتھوں اپنے خود ساختہ معیار کو تار تار کر چکے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب سے پوچھا گیا کہ اولیاء کرام ایک وقت میں چند جگہ حاضر ہونے کی قوت رکھتے ہیں؟ اس پر آپ نے یہ کہا کہ چند جا ہے تو لیا ہو سکتا ہے یکھر فرمایا

> اگر وہ چاہیں تو ایک وقت میں دس ہزار شہروں میں دس ہزار جگہ کی دعوت قبول کر سکتے ہیں۔[2]

پیش نظر رہے کہ سائل نے صرف چند جگہ حاضر ہو سکنے کی قوت کا پوچھا تھا دعوت

---

[1] پمفلٹ حزب الاحناف ترجمہ مکتوبات [2] ملفوظات حصہ اول صـ۱۳۲

کا نہ سوال تھا نہ کوئی تذکرہ تھا یہ اعلیٰ حضرت کی حکمت سمجھیے یا پیش بینی کہ اپنی طرف سے
دعوت قبول کرنے کی بات کہہ دی بعض پیر اسی حکیمانہ طریق سے مریدوں کو دعوت کرنا
سمجھا دیتے ہیں کسی نے کسی مجذوب سے پوچھا تھا دو اور دو کتنے ہوتے ہیں ؟ اس نے
جواباً لکھا چار روٹیاں اس کو حکمت عملی بھی کہتے ہیں۔

اولیاء اللہ کیلئے گدھے کی مثال لانا

مولانا احمد رضا خاں صاحب نے اولیاء اللہ کے انباء غیبی اور کشف
باطنی کو گدھے کے برابر لا کر ایک اور گستاخی کا ارتکاب کیا ہے اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ نے
جب اور جتنے غیب کی خبریں یہ نور سنت کا فیض ہے ان پاک ہستیوں کو جب بھی امور
غیبیہ پر کوئی اطلاع ملے تو یہ اطلاع غیب ہوتی ہے علم غیب نہیں ہوتا یہ ان کے روحانی
کمال کی ایک جھلک ہوتی ہے جو کبھی کشف سے اور کبھی اطلاع علی الغیب سے بعض
امور غیبیہ کو پا لیتے ہیں۔

مگر بریلویوں کا عقیدہ یہ ہے کہ اولیاء اللہ کا علم گدھے سے بڑھ کر نہیں مولانا احمد رضا خاں
نے اپنے اس عقیدہ کو ثابت کرنے کے لئے ایک حکایت نقل کی ہے ایک بادشاہ نے
ایک ولی اللہ کے دربار میں حاضری دی ان کے پاس کچھ سیب تھے بادشاہ نے ایک خاص
سیب کا ارادہ کیا کہ مجھے دیں گے تو انہیں ولی سمجھوں گا اس پر انہوں نے ایک گدھے
والی حکایت بیان کی اعلیٰ حضرت یہ بات ان الفاظ میں پیش فرماتے ہیں :-

> ایک صاحب اولیائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم میں سے تھے آپ کی خدمت
> میں بادشاہ وقت قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا حضور کے پاس کچھ سیب نذر
> میں آئے تھے حضور نے ایک سیب دیا اور کہا کھاؤ۔ عرض کیا حضور بھی نوش
> فرمائیں آپ نے بھی کھائے اور بادشاہ نے بھی اس وقت بادشاہ کے دل
> میں خطرہ آیا کہ یہ جو سب میں بڑا اچھا خوش رنگ سیب ہے اگر اپنے ہاتھ

سے اٹھ کر مجھ کو دے دیں گے تو جانوں گا کہ یہ ولی ہیں آپ نے وہی سیب اٹھا کر فرمایا ہم سفر گئے تھے وہاں ایک جگہ جلسہ بڑا بھاری تھا دیکھا کہ ایک شخص ہے اس کے پاس ایک گدھا ہے اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہے ایک چیز ایک شخص کی دوسرے کے پاس رکھ دی جاتی ہے اس گدھے سے پوچھا جاتا ہے گدھا ساری مجلس میں دورہ کرتا ہے جس کے پاس ہوتی ہے سامنے جا کر سر ٹیک دیتا ہے یہ حکایت ہم نے اس لیے بیان کی کہ اگر یہ سیب نہ دیں تو ولی ہی نہیں اور اگر دے دیں تو اس گدھے سے بڑھ کر کیا کمال کیا۔ یہ فرما کر سیب بادشاہ کی طرف پھینک دیا[1]

غیب کی بات جاننا کوئی وجہ کمال نہیں

مولانا احمد رضا خاں مذکورہ بالا واقعہ پر لکھتے ہیں :۔

بس سمجھ لیجئے وہ صفت جو غیر انسان کے لیے ہو سکتی ہے انسان کے لیے کمال نہیں اور جو غیر مسلم کے لیے ہو سکتی ہے مسلم کے لیے کمال نہیں۔[2]

اس تفصیل سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ علم غیب اور حاضر ناظر جیسے دیگر مسائل جن کو بریلوی مذہب کے پیرو اپنے امتیازی عقائد سمجھتے ہیں ان کی اپنی حقیقت ان لوگوں کے نزدیک کیا ہے کچھ بھی نہیں۔ نہ اس میں ان کا کوئی کمال ہے۔ اولیاء اللہ کا غیب کی کسی بات کو جان لینا ان کے ہاں گدھے سے بڑھ کر نہیں اور ان کا کسی جگہ حاضر و ناظر ہو جانا ان کے ہاں کوئی شان نہیں۔ یہ لوگ کفار و مشرکین اور کرشن کنہیا میں بھی ان صفات کو تسلیم کرتے ہیں پھر تعظیم کہاں گئی اور تکریم کہاں رہی؟ کیا یہی عنوان ہیں جن کے ماننے اور نہ ماننے پر مسلمانوں میں کفر و اسلام کے فاصلے قائم کئے جاتے ہیں اور انہی کے محاذ پر برسوں سے جنگ لڑی جا رہی ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

---

[1] ملفوظات حصہ چہارم صـ۱۰۱ [2] ملفوظات حصہ چہارم صـ۱۰۱

شیطان بھی علم غیب رکھتا ہے

بریلوی حضرات ایک طرف تو بڑے شد و مد سے کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ علم غیب رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے یہ علم انہیں عطا کر رکھا ہے کہ جب چاہیں کسی غیب کو جان لیں مگر ہماری حیرت کی انتہا نہیں رہتی جب ان کا یہ عقیدہ ہماری نظر سے گزرتا ہے کہ شیطان بھی علم غیب رکھتا ہے مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں۔

شیطان کو بھی آئندہ غیب کی باتوں کا علم دیا گیا ہے [1]

اب آپ ہی اندازہ کریں کہ بریلوی اولیاء کے ساتھ شیطان کو کیوں ملا رہے ہیں۔ اولیائے کرام کی کیا کچھ بھی عزت ان کے دلوں میں ہے ؟ بالکل نہیں

اولیاء اللہ پہلوانوں کے اکھاڑے میں

اہل اسلام کا متفقہ عقیدہ چلا آتا تھا کہ اولیاء کرام میں روحانی طاقت ذکر و اذکار محنت و ریاضت کثرت نوافل اور اللہ کے تعلق اور بزرگوں کے فیض سے آتی ہے مگر مولانا احمد رضا خاں نے ایک نیا تصور پیش کیا ہے کہ پہلوانوں کا اکھاڑہ روحانی طاقت کی بنیاد ہے اور اولیاء اللہ میں روحانی طاقت بعض اوقات اکھاڑے کی کشتی سے بھی آتی ہے مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کہتے ہیں ۔

خواجہ نقشبند بخارا میں حضرت امیر کلال کا شہرہ سن کر خدمت میں حاضر ہوئے آپ کو دیکھا ایک مکان کے اندر خاص لوگوں کا مجمع ہے ۔ اکھاڑے میں کشتی ہو رہی ہے حضرت بھی تشریف فرما ہیں اور کشتی میں شریک ہیں ۔ حضرت خواجہ نقشبند عالم جلیل پابند شریعت ان کے قلب نے کچھ پسند نہیں کیا حالانکہ کوئی ناجائز بات نہ تھی یہ خطرہ آتے ہی غنودگی آگئی دیکھا کہ معرکہ حشر بپا ہے ان کے اور جنت کے درمیان ایک دلدل کا دریا حائل ہے یہ اس سے پار جانا چاہتے تھے دریا میں اترے جتنا زور کرتے دھنستے جاتے کہ بغلوں تک دھنس گئے اب نہایت پریشان کہ کیا کیا جائے

---

[1] نور العرفان ص ۲۲۱

اتنے میں دیکھا کہ حضرت امیر کلالؒ تشریف لائے اور ایک ہاتھ سے نکال کر دوڑ کے اس پہلوان کو دے مارا، آپ کی آنکھ کھل گئی قبل اس کے کہ کچھ عرض کریں حضرت امیر کلالؒ نے فرمایا ہم اگر کشتی نہ لڑیں تو یہ طاقت کہاں سے آسکے۔ | ملفوظات حصہ چہارم صفحہ ۱۲ |

اس میں تصریح کی گئی ہے کہ حضرت امیر کلال فیض طریقت پانے کے بعد بھی اکھاڑے کا شغل رکھتے تھے اور کشتی لڑتے تھے۔

مولانا احمد رضا خاں کی یہ بات درست نہیں حضرت امیر کلال (۷۷۲ھ) حضرت بابا سماسیؒ سے بیعت ہونے کے بعد پھر کبھی اکھاڑے کی کشتی میں نہیں گئے تھے۔ مولانا احمد رضا خاں ان اولیاء کبار کو استہزائی رنگ میں لاکر عوام میں ان کی عقیدت کم کرنا چاہتے ہیں تاکہ پھر انہیں اپنا نیا مذہب چلانے میں کوئی دقت نہ ہو لوگ سمجھیں اولیاء اللہ ایسے ہی ہوتے ہیں

حضرت امیر کلالؒ کا اصل واقعہ

اصل بات معلوم کرنی ہو تو شرقپور کے مشہور بزرگ حضرت میاں شیر محمد صاحب نقشبندی کی سوانح حیات خزینہ معرفت میں تذکرہ مشائخ نقشبندیہ کے ذیل میں ملاحظہ کیجئے۔

> حضرت امیر کلالؒ کو جوانی میں کشتی لڑنے کا نہایت شوق تھا ایک روز حضرت بابا سماسیؒ کا گذر ادھر کو کشتی پر ہوا اور آپ وہاں کھڑے ہو کر تماشہ دیکھنے لگے بعض مریدوں کے دل میں یہ خیال گذرا کہ حضرت باباؒ کا ایسے مجمع میں ٹھہرنا کیا موقعہ ہے آپ نے اشراق خاطر سے معلوم کر کے فرمایا اس معرکے میں ایک مرد ہے کہ اس کے فیض سے بہت سے آدمی درجۂ کمال کو پہنچیں گے اس کے شکار کے واسطے کھڑا ہوا ہوں اسی اثنا میں حضرت امیرؒ نے حضرت باباؒ کی طرف دیکھا اور دیکھتے ہی متاثر ہو گئے چنانچہ فی الفور سعد کشتی چھوڑ کر حضرت خواجہ بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ ہو لئے۔ جب حضرت خواجہ اپنے مکان پر پہنچے حضرت امیر کلالؒ کو خلوت میں طلب کیا اور تلقین کا طریقہ فرمایا

اور اپنی فرزندی میں قبول کیا اس کے بعد حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ پھر کبھی کشتی کے لیے بازار نہیں گئے اور بیس سال حضرت باباؒ کی خدمت میں حاضر باش رہے ہفتہ میں دو مرتبہ دوشنبہ و پنج شنبہ اپنے مسکن سوخار سے سماس کو جاتے اور واپس آجاتے تھے اور تمام راہ شغل طریقہ میں اس طرح مشغول رہتے کہ کسی کو خبر نہ ہوتی یہاں تک کہ دولت صحبت تکمیل و ارشاد کو پہنچے۔ (خزینہ معرفت ص [illegible])

حضرت امیر کلالؒ بلند پایہ بزرگ تھے۔ سلوک میں آنے سے پہلے اکھاڑے کے پہلوان تھے۔ مولانا احمد رضا خان نے یہ بات گھڑی کہ وہ اکھاڑے میں اتر کر ہی بزرگ ہوئے روحانی طاقت انہیں اکھاڑے سے ہی ملی تھی۔ حالانکہ یہ بات امیر کلالؒ نے ہرگز نہ کہی تھی۔

اولیاء اللہ خدا کے ساتھ اکھاڑے میں

بریلوی حضرات اکھاڑے کی کشتی میں یہاں تک کھو گئے کہ حضرت امیر کلالؒ تو ایک طرف رہے یہ خدا رب العزت کو بھی اکھاڑے میں لے آئے اور یہ گستاخی پھر اپنے نام پر نہیں حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کے نام پر کی۔ فوائد فریدیہ میں ہے۔

"حضرت ابوالحسن خرقانی نے فرمایا ہے کہ صبح سویرے اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ کشتی کی اور مجھے پچھاڑ دیا" اب اس کی دلیل بھی سنئے۔

اور یہ بھی فرمایا کہ میں اپنے رب سے دو سال چھوٹا ہوں	فوائد فریدیہ ص [illegible]

اس کا مطلب اس کے سوا کیا سمجھا جا سکتا ہے کہ رب تعالیٰ [illegible] پیدا ہوئے معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ خدا کی عمر متعین کرتے ہوئے پھر انہیں خدا تعالیٰ کے لیے وہ انسانی رشتے بھی تلاش کرنے پڑے جو مخلوق کے فطری رابطے ہوتے ہیں خدا کی روحانی بیوی ثابت کرنے کے لیے انہوں نے ایک بزرگ کو زنانہ لباس پہنانے سے بھی گریز نہ کیا

خدا کی سہاگن زنانہ لباس میں

احمد آباد (ہند) میں ایک بزرگ حضرت موسیٰ سہاگ نامی گزرے ہیں ان کا نام تو موسیٰ تھا مگر

شریعت کا مقابلہ کبھی نہ کرتے تھے مولانا احمد رضا خاں اس بزرگ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

حضرت سیدی موسیٰ سہاگ رحمۃ اللہ علیہ مشہور مجاذیب میں سے تھے۔ احمد آباد میں مزار شریف ہے میں زیارت سے مشرف ہوا ہوں زنانہ وضع رکھتے تھے ایک بار قحط شدید پڑا بادشاہ و اکابر جمع ہو کر حضرت کے پاس دعا کے لئے گئے انکار فرماتے رہے کہ میں کیا دعا کے قابل ہوں جب لوگوں کی التجا و زاری حد سے گزری ایک پتھر اٹھایا اور دوسرے ہاتھ کی چوڑیوں کی طرف لائے اور آسمان کی جانب منہ اٹھا کر فرمایا۔ مینہ بھیجئے یا اپنا سہاگ لیجئے یہ کہنا تھا کہ گھٹا ئیں پہاڑ کی طرح امڈیں اور جل تھل بھر دیئے [۱]

محبوبان خدا کو زنانہ وضع میں پیش کرنا اور پھر یہ دعوے کہ شریعت کا مقابلہ کبھی نہ کرتے تھے عجیب رضا خانی منطق ہے۔ شریعت تو یہ ہے۔

لعن اللہ المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال رواہ البخاری [۲]

ترجمہ: اللہ کی لعنت ہے ایسے مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت بنائیں اور ایسی عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت بنائیں۔

بریلوی تحریرات کے اس آئینے میں اولیاء اللہ کی عظمت و شان بُری طرح مجروح نظر آتی ہے کہیں وہ ان کے لیے شیطان کی سی وسعت ارضی ثابت کرتے ہیں اور کہیں انہیں وہ کرشن کنہیا کے روپ میں پیش کرتے ہیں کہیں خدا کا سہاگ ثابت کرنے کے لیے وہ انہیں زنانہ لباس پہناتے دکھائی دیتے ہیں اور ان کے غیبی اطلاعات پانے کو وہ گدھے سے تشبیہ دیتے ہیں۔ علم غیب اور حاضر و ناظر ہونا ان کے ہاں تعلق کی کوئی خوبی اور کمال نہیں بلکہ اولیائے کرام میں انہیں ثابت کرنے کے لیے وہ انہیں کافروں اور حیوانوں

---

[۱] ملفوظات حصہ دوم صفحہ ۹۳   [۲] مشکوٰۃ صفحہ ۳۸۰

بھی مانتے ہیں اور ان محبوبان خدا کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں
حق بات یہ ہے کہ بریلوی مذہب انبیاء و اولیاء کی اس قسم کی گستاخیوں اور بے ادبیوں پر
کسی حلقہ علم و دانش میں پسندیدہ نہیں سمجھا جاتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اولیاء کرام کا ظاہری
دم بھرنے والے درحقیقت ان کی عظمت و رفعت کو مٹانا چاہتے ہیں اور ان کی غرض
یہ ہوتی ہے کہ اس قسم کی لایعنی روایات کو عام کر کے وہ اپنی لایعنی زندگی کے لیے بزرگی
کا ایک نیا معیار پیش کر دیں جس پر ان کے سوا کوئی شریف انسان پورا نہ اتر سکے اور لوگ اپنے
پیروں میں اس قسم کی عجیب و غریب حرکات دیکھ کر بھی ان سے دور نہ ہوں بلکہ پہلے سے
ذہن بنا ہوا ہو کہ بزرگوں کی ایک یہ شان بھی ہوتی ہے کہ کسی ننگ دھڑنگ ملنگ کو
بھنگ پیتے بھی دیکھیں تو اس سے بدگمان نہ ہوں وہ یہ سمجھیں کہ ممکن ہے اس ملنگ کے
پیچھے کوئی پیر کامل ہو جو اس کے پیچھے اس کے منکروں کے لیے کہیں خنجر لیے کھڑا ہو۔

جاہل پیروں سے مرعوب کرنے کی تدبیر

بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ تمہیں کوئی پیر بے عمل اور اندھا
بالکل عاری بھی دکھائی دے تو بھی تم اس کی عقیدت مندی سے نہ نکلو اس سے ڈرتے رہو اور
نذرانے دیتے رہو یہ اندر سے خاص پیر فقیر بھی تمہارے تختے الٹ سکتے ہیں۔

جب قوم کو ذہنی طور پر اس طرح مرعوب کر دیا گیا ہو تو پھر جاہل لوگ مزارات اور پیروں
کے حجروں میں ہونے والی ایسی حرکات اور اس قسم کی تحریفات کے باوجود ان لوگوں کو
بڑے حضرت مانتے رہیں تو تعجب کی کون سی بات ہے

اس قسم کی خرافات سے معلوم نہیں کتنے گمراہ ہوئے ہوں گے کتنے جعلی پیروں
اور بدکردار فقیروں کا کام بنا ہوگا یہ اس وقت کا موضوع نہیں ہم یہاں اعلیٰ حضرت اپنے
حضرت کی ایک عبارت نقل کرتے ہیں جس میں بریلویوں کا مذکورہ بالا عقیدہ ملتا ہے مولانا
احمد رضا خاں لکھتے ہیں۔

ایک فقیر بھیک مانگنے والا ایک دکان پر کھڑا کہہ رہا تھا کہ ایک روپیہ دے وہ نہ دیتا تھا فقیر نے کہا روپیہ دیتا ہے تو دے ورنہ تیری ساری دکان الٹتا ہوں اس تھوڑی دیر میں بہت لوگ جمع ہو گئے اتفاقاً ایک صاحب دل کا گزر ہوا جن کے سب لوگ معتقد تھے انہوں نے دکاندار سے فرمایا جلد روپیہ دے دے ورنہ دکان الٹ جائے گی لوگوں نے عرض کی حضرت یہ بے شرع جاہل کیا کر سکتا ہے فرمایا میں نے اس فقیر کے باطن پر نظر ڈالی کہ کچھ ہے بھی معلوم ہوا بالکل خالی ہے پھر اس کے شیخ کو دیکھا اسے بھی خالی پایا اس کے شیخ کے شیخ کو دیکھا انہیں اہل اللہ سے پایا اور دیکھا کہ وہ منتظر کھڑے ہیں کہ کب اس کی زبان سے نکلے اور میں دکان الٹ دوں۔ تو بات کیا تھی شیخ کا دامن قوت سے پکڑے ہوئے تھا۔ ملفوظات حصہ دوم ص

اس عبارت سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ بریلوی مذہب کے پیرو مولانا احمد رضا خاں کی مذکورہ گستاخانہ عبارتوں کے باوجود انہیں بڑا حضرت کیوں مانتے ہیں وہ سمجھتے ہوں گے کہ شاید ان کا پیر کچھ ہو وہ ان کی طرح کا نہ ہو اور اگر وہ بھی خالی ہو تو ہو سکتا ہے کہ اس کا پیر خالی نہ ہو آخر کوئی تو ہو گا جو تختہ الٹ سکے۔

اہل اللہ کا کیا یہی کام ہے تختہ الٹنا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا احمد رضا کی اس عبارت سے یہ بھی پتہ چلا کہ بریلویوں کے ہاں شیخ کی خلافت خالی لوگوں کو بھی مل جاتی ہے جن کا باطن کچھ نہ ہو۔ ان کے ہاں یہ ضروری نہیں کہ مرید سلوک کی منزلیں طے کرے۔ باطنی نور سے آراستہ ہو پھر وہ روحانی خلافت کا مستحق ہے حکایت مذکورہ میں بے شرع جاہل کا پیر اندر سے بالکل خالی تھا مگر پھر بھی وہ اپنے کامل شیخ کا خلیفہ تھا اور وہ کامل شیخ بھی ایسا کامل تھا کہ اپنے خالی خلیفہ کے خالی مرید کو ایک روپیہ تو نہ دے سکتا تھا مگر ایک بے قصور دکاندار کا تختہ الٹنے کے لیے تیار کھڑا تھا۔

گدھی سے مصروف ہونے کا واقعہ | پیر خلاف شرع کہاں تک جا سکتے ہیں اسے بھی ملاحظہ کیجئے :۔

> ہمارے پیر و مرشد حضرت میر اعظم علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ قصبہ میرٹھ سے دہلی کو واپس آتے ہوئے اثنائے راہ میں ایک عجیب معاملہ پیش آیا، دوپہر کے وقت ایک درخت کے سایہ میں گاڑی ٹھہرا دی تاکہ ذرا آرام کر کے اور نماز ظہر پڑھ کر بعد فرو ہونے تمازت آفتاب کے آگے کو چلیں، تھوڑی دیر بعد ایک فقیر صاحب وارد ہوئے ہم نے روٹی پانی کی تواضع کی کھانا کھا کر وہ بھی سو گئے اور ہم بھی...... جب ہم سو کر اٹھے تو گاڑی اسی درخت کے تلے کھڑی ہے اور وہی وقت ہے فقیر صاحب بھی سوتے ہیں۔ ہم نماز پڑھ کر روانہ ہوئے فقیر صاحب بھی ہمارے ساتھ ہو لیے...... آخر بہادر گڑھ پہنچے، وہاں ایک مکان میں ٹھیرے، فقیر صاحب نے فرمایا کہ بعد نماز عشاء چار روٹی اس مسجد میں لے آنا۔ جب ہم روٹی لے کر مسجد میں پہنچے تو دیکھا کہ میاں صاحب ایک گدھی سے مصروف ہیں، میں نے منہ پھیر لیا، پھر جو دیکھا تو نماز پڑھتے ہیں، بعد فراغت کھانا کھایا[1]...... الخ

بہر حال پیر میاں صاحب نے بلا غسل نماز کی نیت کیسے کر لی، اور نماز کے فوراً بعد کھانا کھانے کیسے بیٹھ گئے۔ لیکن بریلوی حضرات کو یہاں قطعاً کوئی حیرت نہیں ہوتی، پیران عظام کی کسی حرکت پر انہیں لب کشائی کی اجازت نہیں۔ ذہن میں یہ بات بٹھا دی گئی ہے کہ تمہارا نفع نقصان سب انہی کے ہاتھ میں ہے۔ ورنہ بولے نہیں اور تم گئے نہیں۔ ان حالات میں مریدوں کے لیے اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ میاں صاحب نے گدھی سے فارغ ہو کر جو لنگوٹا اتارا ہے اسے دھونے میں ہی اپنی سعادت سمجھیں۔ اسی واقعہ میں آگے لکھا ہے :۔

"فرمایا کہ شہر کے دھوبی کپڑے دھو رہے ہیں جاؤ ہمارا لنگوٹ دھلوا لاؤ۔ میں نے کہا حضرت آدھی رات ادھر بھلا اس وقت کون کپڑے دھوتا ہوگا، فرمایا کہ تم لیجاؤ میں لنگوٹ لیا اور شہر کے دروازے سے باہر نکلا تو دیکھتا کیا ہوں کہ دھوبی کھڑے کپڑے دھو رہے ہیں۔"

---

[1] الانسان فی القرآن ص ۲۰۲ تا ۲۰۳ طبع اول، شائع کردہ صاحبزادہ سید باقر علی شاہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف ضلع گوجرانوالہ۔ دوسرے ایڈیشن میں بریلویوں نے گدھی سے مصروف ہونے کا عنوان نکال دیا ہے۔

ہر وقت مرید کے پاس ہونا

بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ پیر ہر وقت مرید کے پاس ہوتا ہے۔ یہ صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہر جگہ حاضر ناظر نہیں سمجھتے اپنے پیروں کو بھی ہزارہا جگہوں پر حاضر ناظر سمجھتے ہیں ظاہر ہے کہ ایک ایک پیر کے ہزاروں مرید ہوتے ہیں جب پیر ہر لحظہ اپنے ہر مرید کے پاس ہوتے ہیں تو وہ ہر وقت ہزارہا جگہ کیوں حاضر ناظر نہ ہوں گے یہ حضور و قطور صرف دنیوی زندگی تک محدود نہیں یہ اسے بعد وفات بھی اسی طرح تسلیم کرتے ہیں علشی محبوب بخش صاحب جناب میاں محمد خاں صاحب کے آخری لمحات کے ذکر میں لکھتے ہیں۔

آپ کے پاس صرف حضرت میاں علی محمد خاں صاحب علیہ الرحمتہ بیٹھے رہے اور آپ پر گریہ طاری تھا حضرت قبلہ قطب زماں نے حضرت میاں علی محمد خاں صاحب کی طرف اشارہ فرمایا کہ اپنا چہرہ جھکا دیں تو حضرت میاں صاحب علیہ الرحمتہ نے اپنا چہرہ اپنے مقدس شیخ اور مشفق نانا کے حضور جھکا دیا تو نانا نے اپنے پیارے نواسے کی پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا "گھبراؤ نہیں ہم ہر وقت ہر آن تمہارے ساتھ ہیں" اس کے بعد آخری سانس لیا اور اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ [۱]

پیر کا قبر میں آنا

"جان لو اپنا شیخ جس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا ہے مرنے کے بعد قبر میں آجاتا ہے اور اپنے مرید کی طرف سے فرشتوں کو حق کے مطابق جواب دیتا ہے اور اسے نجات دلاتا ہے" [۲]

بریلوی عوام کو اور کیا چاہیئے بس ضمانت مل گئی کہ انہیں قبر تک میں کسی سوال کا جواب دینا نہ پڑے گا پیر ہی سب کام کرے گا تمہارے ذمہ صرف یہی ہے کہ پیر بناؤ اور نذرانے دیتے جاؤ۔

مرید کی بیوی کے پاس سونا

اسلام کی پاکیزہ تعلیم یہ ہے کہ شیخ مریدوں کی بیویوں کے پاس خلوت اختیار نہ کریں پیر روحانی معالج ہونے

---

[۱] شہباز قدس صفحہ ۱۵ شائع کردہ جامعہ فریدیہ ساہیوال [۲] فیوضات ذیدیہ صفحہ ۹۲

کے باوجود غیر محرم ہے اور اس سے پردہ کرنا لازمی ہے[۱] جب خاوند بیوی خلوت میں ہوں تو اس وقت اللہ کے فرشتے بھی حیا کے باعث پاس نہیں ٹھہرتے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

ان معکم من لا یفارقکم الا عند الغائط وحین یفضی الرجل الی اھلہ[۲]

ترجمہ : بیشک تمہارے ساتھ وہ افراد بھی ہیں جو تم سے کبھی جدا نہیں ہوتے مگر قضائے حاجت کے وقت یا جب مرد اپنی بیوی کے پاس جائے ۔

مگر بریلوی مذہب میں پیر مرید کی بیوی کے پاس سوتے ہیں ان کے ہاں پیر کبھی مرید سے جدا نہیں ہوتا ہر آن ساتھ رہتا ہے اور پورا نظارہ کرتا ہے مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں

سیدی احمد سجلماسی کی دو بیویاں تھیں ۔ سیدی عبد العزیز دباغ رضی اللہ عنہ نے فرمایا رات کو تم نے ایک بیوی کے جاگتے ہوئے دوسری سے ہم بستری کی یہ نہیں چاہیئے عرض کی حضور وہ اس وقت سوتی تھی ۔ فرمایا سوتی نہ تھی سوتے میں جان ڈال لی تھی ۔ عرض کیا حضور کو کس طرح علم ہوا فرمایا جہاں وہ سو رہی تھی کوئی اور پلنگ بھی تھا ۔ عرض کیا ہاں ایک پلنگ خالی تھا ۔ فرمایا اس پر میں تھا تو کسی وقت شیخ مرید سے جدا نہیں ہر آن ساتھ ہے[۳] ۔

مولانا احمد رضا خاں نے جس مکروہ انداز میں اولیاء اللہ کا حاضر و ناظر ہونا بیان کیا ہے ہم اس پر کوئی تبصرہ کرنا نہیں چاہتے ۔ حقیقت حال آپ کے سامنے واضح ہے لیکن ہم یہ سوال کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اولیاء اللہ کے حاضر و ناظر ہونے میں کوئی عظمت اور کمال ہے یا نہیں ؟ بریلوی حلقوں میں کوئی شخص اولیاء اللہ کے اس طرح حاضر و ناظر ہونے کو نہ مانے تو اسے الزام

۱؎ پیر سے پردہ واجب ہے جب کہ محرم نہ ہو ۔ احکام شریعت حصہ ۱ ص ۱۸۱ ۲؎ جامع ترمذی جلد ۲ ص ۱۰۱ ۳؎ ملفوظات حصہ دوم ص ۱۹ [illegible]
[illegible]

مولوی صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا [illegible] کیا آج رات تم نے ہم بستری کی ہے؟ افسوس کہ مولوی صاحب کا ذہن اس طرف نہ گیا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اس پر مطلع کیا ہوگا، بریلوی صاحب اپنے ذہن کے مطابق یوں سمجھے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم وہاں موقع پر موجود ہوں گے اور سارا نظارہ کر رہے ہوں گے (معاذ اللہ) جہالت کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔

کیا یہ سب کچھ انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی تعظیم کے لیے نہیں کیا جاتا ہے؟ کیا ان لوگوں کے ہاں ان نفوس قدسیہ کی شان بیان کرنی مقصود ہوتی ہے؟ نہیں کیونکہ وہ بریلوی عقیدہ کفار ومشرکین میں بھی تسلیم کرتے ہیں اور صاف صاف کہتے ہیں کہ کرشن کنہیا بھی سیکڑوں جگہ موجود حاضر وناظر تھا اور یہ کہ وہ علم غیب جانتا ہے وغیرہ وغیرہ اور یہ کہ یہ امور ہرگز ہرگز وجہ کمال نہیں۔ ہم بریلویوں کے ضمیر سے؛ اگر وہ کسی درجے میں بھی زندہ ہے، پوچھتے ہیں کہ درحقیقت آپ کے اعلیٰ حضرت کفار ومشرکین تک میں تسلیم کرتے ہیں اگر کوئی شخص ان صفات کو بزرگوں میں تسلیم نہ کرے تو وہ ان بزرگوں کا منکر کیسے ہوگیا۔ ایسے امور اگر وجہ تعظیم کا موجب تھے تو آپ نے انہیں کرشن کنہیا اور گھنٹہ تک میں کیسے تسلیم کرلیا اور اگر ان میں تعظیم کا کوئی پہلو نکلتا ہے تو ان صفات کے سہارے کئی سے زیادہ مست بزرگوں کی شان میں گستاخیوں کا الزام آپ پر کیوں ہے۔

دل عارف کی اسی تیز نظر نے بریلویوں کو اس عقیدہ پر مجبور کیا کہ مریدوں کی مستورات پیروں کی باندیاں قرار پائیں اور یہ کہ پیر کی حیثیت کے لیے تعداد کی حاجت حدود کی نہ رہے۔

مریدوں کی مستورات کو باندیاں سمجھنا

مولانا احمد رضا خاں شریعت کا یہ مسئلہ تو نہ بدل سکے کہ پیر سے پردہ واجب ہے جب کہ محرم نہ ہو لیکن اسے غیر موثر کرنے کے لیے آپ نے ایک اور

۱؎ ملفوظات مولانا احمد رضا خاں صہ   ۲؎ ایضاً صہ   ۳؎ دیکھئے احکام شریعت حصہ اول

تو پیر اختیار کی کو مریدوں کی مستورات پیروں کے لیے لونڈیوں اور باندیوں کے حکم میں ہیں اور ظاہر ہے کہ لونڈیوں کے لیے آقا سے پردہ نہیں ہے۔ ایک سید صاحب مولانا احمد رضا خاں کے زنان خانے میں گھس گئے اور پھر معذرت کرنے لگے تو مولانا احمد رضا خاں نے کیا کہا المیزان کے احمد رضا نمبر میں ہے۔

پہلے تو سید صاحب ندامت کے مارے خاموش رہے پھر معذرت کی اور اپنی لاعلمی ظاہر کی کہ مجھے زنان خانہ ہونے کا کوئی علم نہ تھا اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ حضرت یہ سب تو آپ کی باندیاں ہیں آپ آقا اور آقا زادے ہیں معذرت کی کیا حاجت ہے میں خوب سمجھتا ہوں حضرت انھیں ان سے تشریف رکھیں۔[1]

خاوند کی اجازت ضروری نہیں

شیخ اور مریدوں کی بیویوں میں روحانی رابطے کے لیے خاوند کی اجازت ضروری نہیں مولانا احمد رضا خاں صاحب لکھتے ہیں :-

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت بغیر اجازت شوہر کے مرید ہو سکتی ہے یا نہیں ؟ اگر بغیر اجازت ہو گئی تو کیا حکم ہے۔

الجواب :- ہو سکتی ہے۔[2]

جب خاوند کی اجازت ضروری نہیں تو ظاہر ہے کہ پیر صاحب کے پاس آنے جانے کے لیے بھی خاوند کو بتلانے کی ضرورت نہ ہو گی باندیاں اپنے آقاؤں کے پاس بلا روک ٹوک جب چاہیں یا جب وہ چاہیں آتی جاتی رہیں گی۔ افسوس پیروں کے بارے میں اس قسم کی مکروہ خبریں روزانہ اخبارات میں آتی ہیں۔ مگر یہ لوگ نصیحت نہیں پکڑتے۔

پیروں کی بالادستی کا عقیدہ ان لوگوں کے ذہنوں میں اس طرح بٹھا دیا گیا ہے کہ یہ سمجھتے ہیں گویا خدا پر بھی انہی کا حکم چلتا ہے اور قضا وقدر سب انہی کے قبضے میں ہیں۔

---

[1] الميزان احمد رضا نمبر صفحہ ۳۳۵ [2] احکام شریعت حصہ دوم صفحہ ۱۲۳

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا خدا پر رعب

بریلوی مذہب میں خدا صرف حضور ہی کے ماتحت نہیں کہ حنفی بنا ساتھ ساتھ خود ان اشارے پر تا ہے اس ذات جل وعلا پر حضرت غوث پاک کا بھی رعب چلتا ہے سوانح حیات اعلیٰ حضرت بریلوی میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت غوث پاک اپنی مسجد میں وعظ فرما رہے تھے کہ :

> ابھی وعظ فرما ہی رہے تھے کہ پانی برسنے لگا۔ سننے والے کچھ پریشان ہونے لگے۔ آپ نے آسمان کی طرف دیکھا اور اپنے رب سے عرض کیا کہ اے رب العزت میں تو تیرا اور تیرے محبوب کا ذکر سنا رہا ہوں اور تو پانی برسا کر سننے والوں کو پریشان کر رہا ہے ، لکھا ہے کہ آپ کا اتنا فرمانا تھا کہ مسجد کے چاروں طرف شدت کی بارش ہوتی رہی مگر مسجد میں ایک قطرہ پانی کا نہیں آتا تھا [1]

یہ وہ باتیں ہیں جو مریدوں نے اپنے پیروں کے بارے میں تصنیف کر رکھی ہیں لیکن حقیقت کے طالب مریدوں کی عقیدت مندی سے نہیں بزرگوں کی اپنی حق پسندی سے حقیقت کا درس لیتے ہیں حق یہ ہے کہ بریلوی مذہب درست نہیں حضرت پیران پیر کا عقیدہ اور عمل تو بالکل درست تھا۔

بارش رکنے کے لیے ہی خدا تعالیٰ پر بزرگوں کا رعب نہیں چلتا بریلوی عقیدہ کی رو سے بارش لانے کے لیے بھی وہ اسی رعب سے بولتے ہیں کہ یا تو خدا بارش بھیج دے ورنہ ہم خدا سے روٹھے اور روٹھے۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب ایک بزرگ مجذوب کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ کس طرح انہوں نے ایک ہی دبدبے سے بارش کھینچ آتاری۔

حضرت سید موسیٰ سہاگ کا خدا پر رعب

احمد آباد میں مزار شریف ہے زیارت سے مشرف

---

[1] سوانح حیات اعلیٰ حضرت بریلوی صہ ۱۳۴

ہوا ہوں زمانہ وضع رکھتے تھے ایک بار قحط شدید پڑا بادشاہ و اکابر جمع ہوکر حضرت کے پاس دُعا کے لیے گئے۔ انکار فرماتے رہے کہ میں کیا دُعا کے قابل ہوں جب لوگوں کی التجا و زاری حد سے گزری ایک پتھر اٹھایا اور دوسرے ہاتھ کی چوٹیاں کی طرف لائے اور آسمان کی جانب سر اٹھا کر فرمایا مینہ بھیجئے یا اپنا سہاگ لیجئے یہ کہنا تھا کہ گھٹا ئیں پہاڑ کی طرح اُٹھیں اور جل تھل بھر دیئے" [۱]

حضرات بزرگانِ دین کا اعتقاد ایسا ہرگز نہ تھا وہ اللہ تعالےٰ کے علم و قدرت اور اسکی ساری صفات میں اس کے وحدہ لاشریک ہونے کے قائل تھے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا عقیدۂ توحید

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ:

اللہ والوں کو خوب معلوم ہے کہ مخلوق عاجز و کالعدم ہے ان کے ہاتھ میں ہلاکت ہے نہ سلطنت ان کے قبضے میں دولتمندی ہے نہ مفلسی نہ نفع ان کے نزدیک خدائے بزرگ و برتر کے سوا نہ کوئی بادشاہ ہے نہ صاحب اختیار اس کے سوا دینے لینے والا کوئی نہیں فائدہ نقصان بھی کوئی نہیں پہنچا سکتا اس کے سوا نہ کوئی زندہ کرتا ہے نہ مارتا ہے [۲]

جب بندہ کسی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو پہلے خود اس سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے اگر نہیں نکل سکتا تو مخلوقات سے مدد لیتا ہے بادشاہوں سے حاکموں سے دنیا داروں سے امیروں سے اور دکھ درد میں طبیبوں سے جب ان سے بھی کام نہیں نکلتا تو اپنے پروردگار کی طرف گریہ و زاری اور حمد و ثنا سے رجوع کرتا ہے اور ہمیشہ دعا اور حاجتمندی کا اظہار کرتا رہتا ہے پھر اللہ تعالےٰ اسے دُعا سے بھی تھکا دیتے ہیں اور اس کی دُعا قبول نہیں کرتے یہاں تک کہ کل اسباب کٹ جاتے ہیں اس وقت اس پر پوری تقدیر جاری

---

[۱] ملفوظات حصہ دوم صد [۲] الفتح الربانی مجلس ۱۹ ص ۲۹۵

ہوتی ہے اور وہ روح خالص بن جاتا ہے اور وہ صاحب یقین موحد بنتا ہے قطعی طور پر جان لیتا ہے کہ درحقیقت خدا کے سوا نہ کوئی کچھ کرنے والا ہے نہ حرکت اور سکون دینے والا نہ اس کے سوا کسی کے ہاتھ میں اچھائی اور برائی نفع اور نقصان بخشش اور محرومی کشائش اور بندش موت اور زندگی عزت اور ذلت دولتمندی اور غریبی ہے[1]

آپ یہ بھی لکھتے ہیں :-

جو شخص مخلوق سے خواہ وہ اللہ کے کیسے ہی پیارے ہوں نفع و نقصان کی امید رکھتا ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی شخص بادشاہ سے نہ ڈرے اور اس بندے سے ڈرے جو خود دوسروں کے ہاتھ میں ہے :[2]

پھر آپ یہ بھی لکھتے ہیں :-

زندگی اور موت خوشی اور غم سب کچھ نبیوں اور ولیوں کو بھی اسی کی طرف سے آتا ہے کسی کی مجال نہیں کہ دم مار سکے ۔[3]

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ تو اس طرح حق کی بات لکھتے رہے لیکن افسوس ہے کہ ان لوگوں نے انہیں اللہ تعالیٰ کے علم و قدرت میں اس طرح شریک کر لیا کہ نعوذ باللہ ان کا اولیاء کرام کی تعظیم کرنا محض اسی درجہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرا سکیں انہیں اس کے کارخانہ قدرت میں مختار کل سمجھیں لیکن جہاں تک ان کے اپنے احترام اور تکریم کا تعلق ہے یہ ان کی شان میں بھی بہت گستاخ واقع ہوئے ہیں اس گستاخی کی وجہ گو جہالت ہو لیکن یہ گستاخی ضرور ہے ۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی شان میں گستاخی

مولانا احمد رضا خاں صاحب حضرت پیران پیر کو کس ڈھٹائی سے اصیل مرغ کہتے ہیں اور اس میں ذرا نہیں جھجکتے ۔

[1] فتوح الغیب مقالہ ۱۷ ص ۲۱ [2] ایضاً مقالہ ۱۷ ص ۶ [3] ایضاً ص ۶

مرغ سب بولتے ہیں بول کے چپ رہتے ہیں　　ہاں اصیل ایک نوا سنج رہے گا تیرا

چمن ولایت میں سب مرغان چمن اپنے اپنے وقت میں بول کر چپ ہو گئے

لیکن آپ ایک ایسا اصیل مرغ ہیں جو گلستان ولایت میں ہمیشہ نغمہ پیرا ہوتا رہے گا۔ گاتا رہے گا تیرا اصیل میں اضافت الی النفس مراد ہے جیسے میری شخصیت۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو ایک جانور سے تشبیہ دینا معلوم نہیں اس میں آپ کی کونسی منقبت ہے۔ یہاں بریلویوں نے آپ کو اصیل مرغ کہا ہے اور کبھی یہ لوگ آپ کا نام سفید باز رکھتے ہیں خدا نہ کرے وہ اس گستاخی کی کیا تاویل کرتے ہوں گے پھر دیکھئے کس طرح وہ آپ کو ہندوانہ القابات سے نوازتے ہیں۔

رس کی دت بھول تن بھی من میں کیا کھو سے جاؤں سکھین میں
بیت رکھو سے میری مہاراج یا عبدالقادر جیلانی[1]

سرکار بغداد کبھی ہندوستان آئے نہ کبھی ہندو دھرم سے تعلق رہا۔ مولانا احمد رضا خاں نے کس ہوشیاری سے آپ کو مہاراج ٹھہرایا ہے۔ ہندوؤں کے ہاں برہمنوں سے رس کھانا اس طرح مقدس کہا جاتا تھا جس طرح عیسائی گرجاؤں میں پانی مسیح کے خون کے تصور میں پیتے ہیں حضرت پیران پیر کیا (معاذ اللہ) برہمن تھے کہ مولانا احمد رضا خاں ان سے "رس کی دت بھول" کی گزارش کر رہے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے درشن

مسلمان بزرگوں سے ملنے کو زیارت کہتے ہیں ہندو اپنے دیوتاؤں کے درشن کرتے ہیں۔ سری کرشن کے درشن ہوتے تھے اور دیوتاؤں اور دیویوں کی یاد میں برہا گیت گایا جاتا تھا۔ مولانا احمد رضا خاں معلوم نہیں ہندوانہ ادا میں حضرت شیخ کی یاد میں برہا گیت کیوں گاتے تھے۔

درشن کو ترست نینان ترست　　ہیں درج کی ناری کاہے کیوں
ہیں برہا کی ماری ہیں کیستا　　یا عبدالقادر جیلانی[2]

---

1. حدائق بخشش حصہ اول صفحہ ۵
2. حدائق بخشش حصہ سوم صفحہ ۲۵

ہندو محبوب کو پیتم کہتے تھے اور برہمن کتھا باچا کرتے تھے۔ مقدس کتابوں کا وعظ
یعنی ان کے ہاں کتھا کہلاتا تھا۔ دیکھیے مولانا احمد رضا خاں کس طرح ہندوؤں کے رنگ میں
کتھا باچتے ہیں۔ حدائق بخشش حصہ سوم میں ہے۔

نیناں ترستے ہیں درشن کو میرے دکھ کی کتھا پیتم سن لو
اب دور کرو میری بپتا یا عبد القادر جیلانی

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کی زیارت کو ان کے درشن کہنا اور اپنی مصیبت میں
ان کے نام کی دہائی دینا ہندو عقائد کی اندرونی کیفیت کا پتہ دیتا ہے۔ اس پر بریلویت
کی پوری تحریک کو قیاس کرلیں۔

حضرت خواجہ شیخ معین الدین اجمیری کی شان میں گستاخی

برصغیر پاک و ہند میں شعیرِ اسلام کا
باقاعدہ پھیلاؤ حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ کے وقت سے ہوا اس سے پہلے کہیں کہیں خال
خال اسلام کے آثار تھے پاک و ہند کے مسلمان ابھی تک حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین
اجمیریؒ کو اپنا پیش رو اور محسن عظیم سمجھتے ہیں۔ حضرت کی خدمات اسلام اور فیض روحانیت سے
مسلم حکمرانوں کے حملے کو کیا نسبت۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب سے سوال کیا گیا

> عرض:۔ حضور ہندوستان میں اسلام حضرت خواجہ غریب نواز کے وقت سے پھیلا۔
> ارشاد:۔ حضرت سے کئی سو برس پہلے اسلام آگیا تھا۔ مشہور ہے کہ سلطان محمود غزنوی
> نے سترہ حملے ہندوستان پر کئے۔ ملفوظات مولانا احمد رضا خاں حصہ اول صفحہ

جواب ملاحظہ فرمائیے مولانا احمد رضا خاں نے حضرت کے اتنے عظیم کردار کا کیسے
یہاں سائل اسلام کے آنے کا نہیں پھیلنے کا پوچھ رہا ہے مگر اعلیٰ حضرت سوال بڑی حکمت
سے کاٹ رہے ہیں اور حضرت اجمیریؒ کی خدمات عظیمہ کو سلطان محمود غزنوی نے حملوں کے
ساتھ ملا رہے ہیں روحانی دنیا کے سلطان الہند کے ساتھ اعلیٰ حضرت کا یہ رویہ بتاتا ہے

قابلِ افسوس ہے جتنا حضرت پیرانِ پیر کو اصیل مرغ سے تشبیہ دینا باعثِ افسوس تھا۔

حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ کی خدمات کا اعتراف نہ کرنا اور سلطان محمود غزنوی کو ان پر مقدم کرنا محض اس لیے ہے کہ حضرت اجمیریؒ خان نہ تھے اور سلطان محمود غزنوی افغان تھے مولانا احمد رضا خان بھی افغانوں کے قبیلہ بڑیچ سے تعلق رکھتے تھے افغان کنبہ کی عصبیت کارفرما تھی جو خان صاحب بریلوی حضرت اجمیریؒ کی اسلامی خدمات کو نظر انداز کر رہے ہیں اس تفصیل سے یہ بات واضح ہے کہ جہاں تک اولیاء کرام کی اپنی شان اور خدمات کا تعلق ہے اس سے بریلویوں کو کوئی دلچسپی نہیں یہ لوگ ان نفوسِ قدسیہ سے صرف اس حد تک دلچسپی رکھتے ہیں کہ وہ انہیں خدا کی صفات میں حصہ دار کر سکیں۔

اعلیٰ حضرت کا یہ کہنا کہ حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ سے کئی سو برس پہلے اسلام ہندوستان میں آگیا تھا غلط ہے مولانا احمد رضا خان کا تاریخی مغالطہ بہت کمزور تھا سلطان محمود غزنوی آپ سے کئی سو برس پہلے نہیں صرف دو سو برس پہلے آئے تھے۔

حضرت شیخ سرہندی کی شان میں گستاخی

مولانا احمد رضا خان قادری سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نقشبندی سلسلہ کے پیشوائے طریقت تھے مولانا احمد رضا خان ان کی عظمت شان کے معتقد نہ تھے اس لیے آپ انہیں جہاں بھی ذکر کرتے ہیں اس میں ان کی جبلی عصبیت کارفرما دکھائی دیتی ہے مولانا احمد رضا خان انہیں مسلمانوں کے عمومی پیشوا اور بزرگ کے طور پر نہیں صرف خاندانِ دہلی کے پیشوا کی حیثیت سے ذکر کرتے ہیں۔

خاندانِ دہلی کے آقائے نعمت

مولانا احمد رضا خان ان جیسے محقق اتفاقی طور پر بے ادب ذکر نہیں کرتے اس کا بار بار تکرار کرتے ہیں

مولانا احمد رضا اپنی کتاب الکوکبۃ الشہابیہ صـ۲۲ میں یوں ذکر کرتے ہیں۔ "تمام خاندانِ دہلی کے آقائے نعمت" پھر الیاقوتۃ الواسطہ صـ[illegible] پر لکھتے ہیں "تمام خاندان دہلی کے آقائے نعمت"

اور کہیں حضرت امام ربانی کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ بھی نہیں لکھتے۔ نقشبندی سلسلے سے مولانا احمد رضا کو یہ بغض کیوں ہے؟ اس لیے کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سنت کی حمایت اور بدعت کی مخالفت میں بہت کوشاں تھے سو مولانا احمد رضا انہیں اپنے بزرگوں میں جگہ ہی نہیں دیتے۔

حالتِ سکر میں غلطیاں

مولانا احمد رضا خان صاحب حضرت مجدد الف ثانی پر اعتراض کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں:

> کوئی مجددی ان کے قول سے استدلال کرے اس کو وہ جانے ہم تو ایسے شیخ کے غلام ہیں جس نے جو بتایا صحو سے بتایا خدا کے فرمانے سے کہا تمام جہان کے شیوخ سے جو زبانی دعوے کئے ہیں ظاہر کر دیا ہے کہ بحالتِ سکر ہے اور ایسی غلطیاں دو وجہوں سے ہوتی ہیں۔ ناواقفی یا سکر، سکر تو کوئی جرم نہیں۔ ملفوظات حصہ ۳ ص۔

سب مسلمانوں کے مسلم پیشوا اور نقشبندی حضرات کے پیر و مرشد حضرت امام ربانی کی غلطیاں نکالی گئیں اور ان پر طنز کئے گئے اعلیٰحضرت کے اپنے موقف آپ دیکھ چکے ہیں ان تصریحات سے جہاں یہ بات کھلتی ہے کہ بریلوی مذہب والے صحابہ کرام امہات المومنین اور حضرات اولیاء کرام کے خلاف بہت بے ادب اور گستاخ واقع ہوئے ہیں وہاں یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اس میں بریلوی عوام قصور وار نہیں ان کے سامنے حضرات صحابہ اہل بیت کا نام لیا جائے تو وہ ہرگز کسی بے ادبی کے مرتکب نہ ہوں گے۔ یہ قصور صرف ان کے علماء کا ہے کہ علمائے حق کے بغض کی خاطر وہ ان اکابر کے خلاف بھی ہر قسم کی گستاخیاں کرتے چلے جاتے ہیں اور بزرگوں کی شان میں گستاخی کا یہ زہر بالکل نہایت خوشنوری انداز میں اپنے مریدوں کے ذہن میں پیوست کر رہے ہیں۔

تصویر کا دوسرا رخ

ان تحریرات سے جہاں یہ بات واضح ہے کہ بریلوی مذہب کے لوگ اولیاء کرام کی شان میں سخت بے ادب اور گستاخ

واقع ہوئے ہیں وہاں ہم تصویر کے دوسرے رُخ کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتے کہ جہاں ان کا بس چلے پیرا اپنے پیروں کو خود اس مقام میں لانے سے بھی نہیں چوکتے جو انہوں نے خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے تجویز کر رکھا ہے مثلاً ان کا عقیدہ ہے کہ جب میت سے سوال ہوتا ماذا تقول فی ھذا الرجل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہر قبر میں تشریف لے جاتے ہیں[1] پھر یہی مقام وہ اپنے پیروں کے لیے اس ڈھٹائی سے ثابت کرتے ہیں۔

جان لو اپنا شیخ جس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا ہے مرنے کے بعد قبر میں آجاتا ہے اور اپنے مرید کی طرف سے فرشتوں کو حق کے مطابق جواب دیتا ہے اور اسے نجات دلاتا ہے۔[2]

اس قسم کی تصریحات میں ان کا مقصد بزرگوں کی مدح و تعریف نہیں ہوتا مقام رسالت جو انہوں نے پہلے سے لوگوں کے ذہنوں میں بٹھایا ہوا ہوتا ہے اس کی برابری بلکہ بسا اوقات تنقیص پیش نظر ہوتی ہے۔ وہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضورؐ ہی قبر میں نہیں آتے پیر صاحب بھی آتے ہیں۔ حضورؐ سوال کی مشکل میں ڈالتے ہیں اور پیر صاحب اس مشکل سے نکالتے ہیں (معاذ اللہ)

افسوس کہ حضرت توہین باری تعالیٰ میں یہ چال چلے کہ اسے بشری لباس میں اتارا۔ اور توہین رسالت میں یہاں تک گرے کہ اپنے پیروں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم رتبہ بنا کر آپ پر بڑھایا جو عقیدت ایک امتی کو اپنے پیغمبر سے ہونی چاہئے اس سے کہیں زیادہ یہ اپنے پیروں پر قربان ہوتے ہیں اور جو احساس بندہ صرف اپنے مولیٰ کے بارے میں محسوس کر سکتا ہے یہ لوگ اپنے پیروں پر منطبق کرتے ہیں۔

---

[1] مولانا احمد رضا خاں اس کے قائل تھے وہ فرماتے ہیں [illegible] تشریف لاتے ہیں [illegible] سے پردہ اٹھایا جاتا ہے [illegible] ملفوظات حصہ چہارم ص ۳۹ [illegible]

مقامِ حرمین

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ بریلوی عقائد کی زد میں

حرمین شریفین

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ ء اللہ خیر اما

یشرکون اما بعد

پیشتر اس کے کہ ہم بیت اللہ شریف اور حرم شریف نبوی کے بارے میں بریلوی تحریرات کا جائزہ لیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی اسلامی اہمیت پر کچھ مختصر گذارش کی جائے۔ واللہ ولی التوفیق

مکہ اور مدینہ مرکز اسلام ہیں

شخصیات میں جہاں انبیاء کرام اور صحابہ کرام شموع اسلام اور نجوم ظلام ہیں۔ مکانیات میں ارض حرم مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ مراکز اسلام ہیں ہدایت جس طرح ان شخصیات کریمہ اور نفوس قدسیہ کے گرد گھومتی ہے تجلیات ربانیہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر دن رات برستی ہیں ہر وقت ہزاروں انسان تجلی کعبہ کے گرد مصروف طواف پائے جاتے ہیں اور ہزاروں فرشتے اور انسان ہر آن روضہ منورہ پر صلوٰۃ وسلام عرض کرتے ہیں یہی خطہ زمین وہ ارض اسلام ہے جہاں دو دین جمع نہیں ہو سکتے اور وہاں اسلام کے سوا کسی اور دین کا داخلہ جائز نہیں۔

حقیقت کعبہ اور اس کا مقام

کعبہ اس چار دیواری اور اس کے پتھروں کا نام نہیں حقیقت کعبہ اس سے مختلف ہے اس پاکیزہ زمین اور مقدس چار دیواری پر اللہ تعالیٰ کی تجلی ہر وقت جلوہ ریز رہتی ہے اور کعبہ مشرفہ

اپنی سطح سے لے کر بیت المعمور تک کعبہ ہے کعبہ اس ظاہری عمارت کی چھت تک محدود نہیں مسلمان جہاں کہیں بھی ہوں اسی طرف رُخ کرتے ہیں تو نماز ادا ہوتی ہے وہ ان پتھروں اور عمارت کو سجدہ نہیں کر رہے ہوتے ان کی مسجود لہٗ خدا کی ذات ہوتی ہے ۔ یہ اللہ رب العزت کی تجلی ہے جس سے کعبہ ممتاز ہے اور دنیا کا قیام ہے ۔ تجلیات کعبہ کی لہریں دیکھنی ہوں تو حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی کتاب قبلہ نما کا مطالعہ فرمائیں اور پھر طواف کعبہ کی سعادت حاصل کریں حقیقت کعبہ انشاء اللہ خود منکشف العزیز ہوتی چلے گی ۔ رب العزت ہمیں حقیقت کعبہ کو سمجھنے اور اس کی تجلیات سے زیادہ سے زیادہ بہرہ ور ہونے کی توفیق عطا فرمائے ۔

ان دنوں کعبہ شریف کی اسی روحانی سطوت اور مدینہ شریف کی اسی مرکزی رفعت کے خلاف ایک اندھی آندھی چل رہی ہے ۔ ابلیسی روحیں حاجین حج اور زائرین روضہ کو اس پاک خطہ زمین میں داخل ہونے سے پہلے پکارتی ہیں کہ مکہ و مدینہ میں نماز کے امام سب کافر ہیں وہاں جا کر باجماعت نماز نہ پڑھو عقیدہ رکھو کہ مکہ و مدینہ پر کافروں کا قبضہ ہو چکا ہے اور یہ کہو آل سعود سب وہابی اور کافر ہیں جو لوگ ان کی باتوں میں آجاتے ہیں وہ ہزاروں روپیہ خرچ کرنے اور اتنی طویل مسافت طے کرنے کے بعد بھی وہاں کی باجماعت نمازوں اور مسجد حرام کی نماز جمعہ سے محروم واپس لوٹتے ہیں ان محرومان قسمت پر آنسو تو بہائے جا سکتے ہیں لیکن انہیں دوسرے مسلمانوں کی صف میں دیکھا نہیں جا سکتا صف اسلامی میں اتحاد اسلامی کا نقشہ انہی کو نصیب ہوتا ہے جو قضاء و قدر کے فیصلے میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی امت بننے کے لیے قبول ہو چکے ہوں ۔

اس مختصر تحریر میں انہی لوگوں کو راہ دکھانے کی ایک تدبیر اختیار کی گئی ہے ۔

واللہ ولی التوفیق (مؤلف)

مقامِ حرمین

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ الطیبین واصحابہ اجمعین اما بعد

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی اسلامی عظمت اور مرکزیت مسلمانوں میں ہمیشہ ہر شبہ سے بالاتر رہی ہے وہ کون سے مسلمان ہیں جو حرمین شریفین کے علماء پر طعن دھریں اور ان کے عقائد قرآن و حدیث کے خلاف تصور کریں؟ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا وہاں جب سے حق آیا اور باطل نکلا ہے حق کا ابدی غلبہ ہے وہاں باطل اب کبھی عود نہ کرے گا۔

قرآن کریم میں ہے۔

قل ان ربی یقذف بالحق علام الغیوب ۝ قل جاء الحق وما یبدئ الباطل وما یعید [1]

ترجمہ: آپ کہہ دیں بیشک میرا رب حق کو برسا رہا ہے وہ جانتا ہے چھپی چیزیں آپ کہہ دیں حق آیا اور نہ ظہور کرے گا باطل اور نہ کبھی عود کرے گا۔

مولانا احمد رضا خان کے پیروؤں نے حرمین کے چشمۂ زلال میں جس گستاخی سے پتھر پھینکے ہیں وہ مسلمانوں کی تاریخ کا سیاہ ترین باب ہے ایسی حماقت اور ایسا ظلم کبھی کسی نے دیکھا یا سنا نہ ہوگا کہ کوئی قوم اپنے ہی مرکز کے گرد اس دیدہ دلیری سے اپنے کانٹے بچھائے کہ اس راہ میں پھر چلنا ہی دوبھر ہو جائے۔ یہ برطانوی استبداد کا کڑوا پھل ہے جو قوم کو چکھنا پڑا اور دیکھتے دیکھتے بریلوی مذہب مکہ و مدینہ کی ان گستاخیوں سے ترتیب پا گیا

---

[1] پ ۲۲ سبا ع ۶

مکہ سے آئندہ کبھی ہجرت ہو سکے گی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان احادیث میں گویا یہ پیش گوئی بھی فرما دی تھی کہ سرزمین کعبہ اب قیامت تک کے لیے مسلمانوں کے قبضے میں ہے۔ یہاں کفار کا قبضہ کبھی نہ ہو سکے گا آئندہ کبھی ایسا ہونا ممکن ہوتا تو پھر اس کے جواب میں جہاد و قتال یا کم از کم وہاں سے ہجرت کی تو اجازت ہوتی یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ وہاں کفر کے قبضے کا امکان تو رہے لیکن اس کے ازالہ کے سارے سامان ہمیشہ کے لیے روک دیئے جائیں نہ وہاں قتال ہو سکے اور نہ وہاں سے ہجرت ہو سکے۔ کچھ تو غور کیجئے۔

حرمین شریفین دنیا کے آخری دنوں میں

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے کہ دنیا کے آخری دنوں میں بھی مدینہ منورہ ہی مرکز اسلام ہوگا۔ آپ نے فرمایا۔ ایمان ہر طرف سے سمٹ کر انجام کار اسی مرکز پر آ جائے گا۔ امام بخاریؒ، امام مسلمؒ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان الایمان لیأرز الی المدینۃ کما تأرز الحیۃ الی جحرھا [1]	بے شک (آخری دنوں میں) ایمان مدینہ کی طرف پناہ لے گا جیسے سانپ اپنے بل کی طرف لوٹتا ہے۔ (تقدیس الحرمین صلا)

مدینہ منورہ کا روحانی جذب

حرمین شریفین کی پاک سرزمین پر ہزاروں اولیاء کرام کھچے چلے آئے اور ایسے عاشقوں کی بھی کمی نہیں رہی جنہوں نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں مرنا اپنی بڑی سعادت جانا ہے۔

اکابر دیوبند میں بہت سے ایسے حضرات گزرے جنہوں نے زندگی کے آخری ایام مکہ مدینہ اور مدینہ منورہ میں محض اس لیے گزارے کہ یہاں کی پاک مٹی نہیں قبول کر لے۔ یہ حرمین شریفین کا وہ روحانی جذب ہے جو صادقین اور کاذبین میں امتیاز قائم کرتا ہے

[1] صحیح مسلم جلد ا صلکا ، صحیح بخاری ج ۱ صلہ (و مولانا احمد رضا خاں بھی من لسیر صلا)

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب قادری لاہوری نے سچا فرمایا تھا کہ جانے یہ ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلے کریں گے۔

اکابر دیوبند جنہیں زندگی کے آخری دنوں میں عشق خاک مدینہ حرمین شریفین کھینچ لائی اور انہوں نے یہاں کی سرزمین میں دفن ہونا اپنی بڑی سعادت جانا۔ ان کی ایک مختصر سی فہرست ملاحظہ کیجئے۔

(۱) حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ۔ (۲) حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی۔ (۳) حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری مہاجر مدنی۔ (۴) حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی۔ (۵) حضرت مولانا خیر محمد (شل حمزہ) مہاجر مدنی۔ (۶) حضرت مولانا مفتی محمد خلیل صاحب مہتمم اشرف العلوم گوجرانوالہ (۷) حضرت مولانا حبیب اللہ بن حضرت مولانا احمد علی لاہوری۔ (۸) حضرت مولانا محمد شریف صاحب مہتمم خیر المدارس ملتان۔ (۹) استاذ القراء حضرت قاری فتح محمد صاحب۔ (۱۰) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا سہارنپوری۔

ایک طرف ان عاشقوں کے روحانی جذب وکیف کا اندازہ کریں جو عشق رسالت میں ہجوم در ہجوم یہاں کھچے چلے آئے اور دوسری طرف ان مخالفوں کا بھی جائزہ لیں جو حرمین شریفین کی طرف ہجرت کرنا تو درکنار خود حرمین شریفین سے ہجرت کرنے کو جائز قرار دے رہے تھے اور یہاں آنے والوں کو خفیہ خفیہ نصیحتیں کرتے بارہا پکڑے گئے کہ مکہ مدینہ کے اماموں کے پیچھے ہماری نماز نہیں ہوتی۔ وہابی نجدی سب کافر ہیں اور مکہ مدینہ اس وقت کافروں کے قبضہ میں ہے۔ اعاذنا اللہ من ھذہ الخرافات۔

قاضی عیاضؒ (۵۴۴ھ) لکھتے ہیں۔

ان الایمان اولا واخرا بھذہ	ایمان اول و آخر اسی صفت سے پیدا رہا ہے۔
الصفة لانہ فی اول الاسلام	ابتدائے اسلام میں ہر شخص جس کا ایمان خالص اور

كان كل من خلص إيمانه وصح
إسلامه أتى المدينة إما مهاجرا
مستوطنا وإما متشوقا إلى رؤية
رسول الله صلى الله عليه وسلم
ومتعلما منه ومتقربا ثم بعده
وهكذا في زمن الخلفاء كذلك
ولأخذ سيرة العدل منهم
والاقتداء بجمهور الصحابة رضي
الله عنهم ثم من بعدهم من
العلماء الذين كانوا سرج
الوقت وأئمة الهدى لأخذ
السنن المنتشرة بها عنهم فكان
كل ثابت الإيمان منشرح
الصدر به يرحل إليها ثم بعد
ذلك في كل وقت إلى زماننا
لزيارة قبر النبي صلى الله عليه
وسلم والتبرك بمشاهدة آثاره وآثار
الصحابة الكرام فلا يأتيها إلا مؤمن[1]

اسلام صحیح ہوا تو وہ مدینہ ہجرت کرکے اسے وطن
بنانے کے لیے آتا یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کے شوق دیدار کیلئے اور آپ سے پڑھنے کے لیے
اور آپ کا قرب حاصل کرنے کیلئے یہاں چلا آتا آپ
کے بعد بھی وہاں خلفاء کے زمانے میں یہی طریقہ
چلا آیا اور تاکہ لوگ ان سے عدل کی سیرۃ پائیں اور
جمہور صحابہ کی انہیں وہاں اقتدا نصیب ہو صحابہ
کے بعد یہ وابستگی ان علماء کے حق سے ہوئی جو
وقت کے روشن چراغ اور ہدایت کے امام تھے
تاکہ ان سے وہاں پھیلی ہوئی سنتیں حاصل کریں
سو ہر پختہ ایمان اور شرح صدر والا شخص وہاں
جاتا رہا پھر اس کے بعد سے ہمارے زمانے
تک ہر دور میں ایسا ہی رہا۔ لوگ حضور اکرم صلی
اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کیلئے اور وہاں آپ
اور آپ کے صحابہ کرامؓ کے آثار سے
برکت حاصل کرنے کے لیے آتے رہے
ہیں سو وہاں مومن کے سوا کوئی نہیں جا سکتا۔

جب وہاں مومن کے سوا کوئی نہیں جا سکتا اور وہاں کی پاک زمین کا خمیر کو اپنی طرف کھینچتی ہے
تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کبھی مدینہ پر پھر سے کافروں کا قبضہ ہو جائے۔

---

[1] نووی شرح مسلم جلد ۱ ص [illegible]

اس روایت میں یہ بھی فرمایا۔

يأتي المسيح من قبل المشرق همته المدينة حتى ينزل دبر أحد ثم تصرف الملائكة وجهه قبل الشام وهنالك يهلك	مشرق سے دجال آئے گا اس کا قصد مدینہ کی طرف ہوگا احد کی پشت پر اترے گا پھر فرشتے اس کا رخ شام کی طرف پھیر دیں گے اور وہ وہیں ہلاک ہوگا۔

اس سے واضح ہوگیا کہ دجال مدینہ نہ جا سکے گا باوجود قصد کے اس کا وہاں داخلہ نہ ہوگا آسمانی قوتیں فرشتے ہاتھوں سے اسے روک دیں گے۔ اب آپ ہی سوچیے کہ وہاں آپ کی مسجدیں کس طرح کافر قبضہ پا سکتے ہیں اور مسلمانوں کے لیے یہ سننا کتنا دشوار ہے کہ مکہ اور مدینہ پر کافروں کا قبضہ ہے اور ان کے اماموں کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔

شیخوپورہ کے جناب فاروق رضوی نے ۲۸ فروری ۱۹۷۶ء کو اپنے علماء سے ایک استفتاء کیا تھا۔ لاہور کے مولانا ابو الخلیل صاحب نے دار الافتاء جامعہ رضویہ سے اس کا جواب تحریر کیا۔ ہمارے پاس اس فتویٰ کی فوٹو کاپی موجود ہے۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں :-

فرقہ وہابیہ نجدیہ کے لوگوں کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو حج یا عمرہ کی غرض سے جانے والا صحیح العقیدہ سنی مسلمان سرزمین عرب میں ان لوگوں کی اقتداء میں نماز پڑھے یا نہ پڑھے۔ کیونکہ وہاں سے آنے والوں کا کہنا یہ ہے کہ مسجد حرام اور مسجد نبوی میں جو امام ہیں وہ کٹر قسم کے وہابی ہیں۔ وہاں کیا صورت اختیار کی جائے ——— بینوا توجروا

السائل بکیے از عبداللطیف ان حسن رضویہ فاروق شیخوپورہ

الجواب

جو ان کے پیشواؤں پر فتویٰ ہے وہی ان کے ماننے والوں پر فتویٰ ہے۔ جب ان کے پاس ایمان ہی نہیں تو پھر امام کی اپنی خود نماز نہیں ہوتی تو ان کے پیچھے دوسروں کی نماز کیسے ہوگی۔ لہٰذا ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے فریضہ ادا نہ ہوگا۔ بلکہ مقتدی کے ذمہ فریضہ باقی رہتا ہے۔

حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد صاحب، مولانا محمد عمر صاحب اچھروی رحمۃ اللہ علیہما نجدیوں کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز فرماتے تھے۔ بلکہ حضرت سیدی محدث اعظم پاکستان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حرمین شریفین میں اپنی نماز علیحدہ پڑھتے رہے۔[1] نجدی امام کے پیچھے بالکل نہیں پڑھی جس واقعہ کا عوام کو علم ہے۔[2] اہلسنت حجاج کرام کسی اہل سنت کے پیچھے نماز پڑھیں ورنہ تنہا پڑھیں۔ اکثر اہل سنت مولوی صاحبان سے ملاقات ہوتی رہتی ہے۔ ان کے پیچھے نماز باجماعت ادا کر سکتے ہیں۔[3] واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

ابوالخلیل غفرلہ خادم الافتاء جامعہ رضویہ [illegible]

---

[1] معلوم ہوتا ہے کہ اور کوئی اہلسنت ان دونوں مولانا کے ساتھ رہتا تھا سب امام حرم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے صرف مولانا اپنی نماز علیحدہ پڑھتے تھے۔ [2] مولانا سردار احمد لائلپوری وہاں پکڑے گئے تھے اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ [3] نماز جمعہ تو اسی طرح تنہا نجدی کے پیچھے نہیں پڑھی جا سکتی کس قدر بدبختی ہے کہ انسان حرم شریف پہنچ کر بھی جمعہ کی نماز سے بے نصیب واپس لوٹے۔ [4] مولانا ابوالخلیل نے تحقیق فرماتے ہوئے لائلپور لکھا ہے فیصل آباد نہیں لکھا۔ شاہ فیصل وہابی کے نام سے ان کا شہر موسوم ہونا انہیں پسند نہیں ہے۔ سر لائل جن کے نام پر لائلپور آباد ہوا تھا وہ ان کے خیال میں شاید سنی ہوں گے اس لیے لائلپور لکھا فیصل آباد نہیں لکھا۔

حرمین کے بارے میں بریلوی مذہب

بریلوی مذہب کے لوگ حرمین شریفین کے آئمہ کرام اور وہاں کی حکومت کو مسلمان نہیں سمجھتے انہیں وہابی کہتے ہیں اور وہابیوں کو مرتد یقین کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بریلوی لوگ وہاں جاکر وہاں کے اماموں کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے حرمین شریفین جاکر بھی وہاں کی نماز باجماعت سے محروم رہتے ہیں مولانا احمد رضا خاں صاحب کی کتاب احکام شریعت میں ہے۔

مسئلہ:۔ اگر ہجرت میں یہ نیت کرے کہ جب تک بیت اللہ شریف اور مدینہ منورہ پر کفار کا قبضہ ہے اتنی مدت اپنے وطن میں نہ واپس آئیگا ایسی نیت اسکی درست ہوگی یا نہیں

جواب ۔ ... ۔ زید کے بالائی خیالات سب صحیح ہیں [۳]

یاد رہے اس وقت حرمین شریفین میں شریف مکہ کا اقتدار تھا جنہیں خاں صاحب بریلوی کافر کہتے تھے کیونکہ شریف ترکوں کے مخالف تھے مگر خاں صاحب اس امکان کو ضرور تسلیم کرتے ہیں کہ وہاں کفار کا قبضہ ہو سکتا ہے اب بریلوی وہاں جاکر وہاں کے اماموں کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے انہیں کافر سمجھتے ہیں مولانا احمد رضا خاں کا فتوے ہے کہ وہابی کافر اور مرتد ہیں اس فتوے کی رو سے یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ان دنوں مکہ اور مدینہ کفار کے قبضے میں ہیں (معاذ اللہ)۔ بریلویوں کے مولوی محمد عمر صاحب اچھروی لکھتے ہیں۔

میرے ہم خیال ساتھی پچیس کی تعداد میں تھے جنہوں نے ان کے پیچھے اقتدار نہیں کی۔ وہاں کے بریلوی حضرات کو میں نے اپنے اپنے گھروں میں نماز گزارتے دیکھا۔ سوال کرنے پر یہی جواب تھا کہ نجدیوں کی اقتدا ہمارے علماء کے فتوے سے اور رو سے احادیث صحیحہ کسی صورت میں بھی جائز نہیں بلکہ گناہ ہے۔

[illegible] ملفوظات [illegible] احکام شریعت [illegible] مولانا احمد رضا خاں [illegible]
[illegible] احکام شریعت حصہ ۲ ص۲۲ [illegible] احکام شریعت حصہ ۲ [illegible] مقیاس حنفیت حصہ اول [illegible]

مولانا احمد رضا خاں کی ایک پیشگوئی

حرمین شریفین پر کافروں کے قبضے کا اعلان تو ایک طرف رہا مولانا احمد رضا خاں اپنے پیروؤں کو تو یہ بھی بتا گئے کہ آئندہ ایک وقت آئے گا جب مسلمانوں کی دنیا میں کہیں حکومت نہ رہے گی مولانا احمد رضا خاں نے بتایا "شاید ۱۸۳۷ء میں کوئی سلطنت اسلامی باقی نہ رہے"[1]

خدا کرے مولانا احمد رضا خاں کی یہ تمنا اور آرزو کبھی پوری نہ ہو اور حرمین شریفین ہمیشہ اسلام کی حفاظت میں رہیں۔ اس پس منظر میں آپ کعبہ شریف اور حرم نبوی کے بارے میں بریلویوں سے کیا کسی ادب و احترام کی امید رکھ سکتے ہیں۔ آئیے اس بات کا جائزہ لیں کہ ان کے ہاں مکہ اور مدینہ کی عظمت و رفعت کا عقیدہ کس حد تک پایاں ہے۔

کعبہ حقیقی بیت اللہ نہیں

بریلوی کا عقیدہ ہے کہ کعبہ شریف حقیقی بیت اللہ نہیں مولوی محمد یار صاحب لکھتے ہیں۔

بیت اللہ شریف دو ہیں ایک مجازی اور دوسرا حقیقی بیت اللہ شریف مجازی تو کعبہ شریف ہے اور بیت اللہ حقیقی انسان کامل۔ اس لیے فرمایا کہ مجاز حقیقت سے رخصت ہو رہا ہے[2]

حقیقت کعبہ کے بارے میں بریلوی عقیدہ

بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جو تجلی کعبہ پر جلوہ ریز ہے اس کا درجہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے مرتبے سے کم ہے رب العزت کی تجلی اس کی صفت کی جلوہ ریزی ہے اسے مخلوق نہیں کہا جا سکتا نہ اس کے درجے کو گھٹایا جا سکتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تو بالاتفاق مخلوق ہیں ممکن اور حادث ہیں گو مرتبہ میں تمام مخلوقات سے افضل و اکمل اور ارفع و اعلیٰ ہیں۔

بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جو تجلی کعبہ پر ہر وقت جلوہ ریز ہے وہ کبھی کبھی حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے روضے کا بھی طواف کرتی ہے اس کی رُو سے بریلویوں کا عقیدہ ہے

---

[1] ملفوظات حصہ ۱ صفحہ ۱۱ [2] خرینہ دیوان حمد صفحہ

ایک شیخ نے حضرت بایزید بسطامی کو جو بیت اللہ کے طواف کے لیے
مکہ معظمہ جا رہے تھے۔ فرمایا کہ اگر بیت اللہ کا طواف کرنا ہو تو مکہ معظمہ جاؤ
اور اگر خدا کا طواف کرنا ہو تو میرا طواف کرلو (شرح دیوان فرید ص ۔۔)

کسی بزرگ یا شیخ کی عظمت بڑھاتے بڑھاتے کعبہ کی عظمت سے کھیلنے لگنا بریلویوں
کا دن رات کا کھیل ہے۔ کعبہ کی تجلی کو ذات باری سے جدا رکھنا یا کعبہ کو تجلی باری تعالیٰ
سے جدا کرنا یہ الحاد کی وہ راہیں ہیں جو ان لوگوں نے کعبہ کی تقدیس کو کم کرنے بلکہ اس کی
توہین کرنے کے لیے اختیار کر رکھی ہیں۔ یقین کیجئے کعبہ کی بے ادبی ہو جائے تو کسی بزرگ
کی تعظیم ہرگز قائم نہ رہ سکے گی۔

کعبہ کی گودی کو نالہ قرار دینے کی گستاخی

شہروں کے نشیبی علاقوں میں پانی جمع ہو کر گندے نالے بن جاتے ہیں۔ نالے کا لفظ اچھے معنوں میں بہت
کم بٹے گا۔ جہاں کعبہ شریف ہے اس کے اردگرد پہاڑ ہیں لیکن کعبہ کی اس گودی کو کسی نے نالہ کہا
قرآن پاک نے اس کے لیے وادی کا لفظ اختیار کیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا۔
ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم (پ ۱۳ سورہ ابراہیم ع ۶)

(ترجمہ مولانا تھانویؒ) اے میرے رب میں اپنی اولاد کو آپ کے معظم گھر کے
قریب ایک میدان میں جو زراعت کے قابل نہیں آباد کرتا ہوں۔
(ترجمہ مولانا احمد رضا خاں) اے میرے رب میں نے اپنی کچھ اولاد ایک نالے میں
بسائی جس میں کھیتی نہیں ہوتی۔

اس سے زیادہ کعبہ کی توہین اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کی گودی کو میدان اور وادی کی بجائے
نالہ ٹھہرا دیا جائے اور لوگوں کو وہاں نماز باجماعت پڑھنے سے اس بہانہ روکا جائے کہ وہابی کافر
ہیں ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ (استغفر اللہ)

کلمہ شریف کے بارے میں بریلوی تحریرات

پیش لفظ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

کسے معلوم نہیں کہ اسلام کا سب سے بڑا عنوان کلمہ طیبہ ہے اور اسی سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جملہ تعلیمات کی تصدیق ہوتی ہے۔ دنیا میں ایمان کا اظہار یہی ہے اور اسلام کے پانچ ارکان میں سے یہ پہلا رکن ہے اسی سے انسان خدا کی بادشاہی میں داخل ہوتا ہے مسلمان ضروریات دین میں سے کسی ایک کا انکار کرے تو وہ اسی کلمہ سے نکلتا ہے اور اہل قبلہ میں سے نہیں رہتا۔ گو وہ کتنے ہی ظاہری اسلامی اعمال بجا لائے۔

کلمہ شریف بنیاد اسلام ہے کافر بھی صدق دل سے پڑھ لے تو اس سے کفر کی تہ اتر جاتی ہے اور وہ مسلمان ہو جاتا ہے۔ کلمہ طیبہ میں بہترین ذکر اللہ کی توحید اور بہترین اقرار رسالت محمدی کی تصدیق ہے۔ کلمہ کے دو جزو ہیں جن میں توحید و رسالت کا اقرار ہے کلمہ کا کوئی تیسرا جزو نہیں سو کلمہ میں کسی جزو کا اضافہ کرنا یا کلمہ کے ساتھ کوئی اور جملہ ملا کر کلمہ میں ابہام پیدا کرنا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نہایت خطرناک سازش تصور ہوگی۔

مخالفین اسلام نے اسے باہر سے اپنے حملوں کا نشانہ بنایا تو ملحدین نے اسے اندر سے تشکیک کے کانٹوں میں کھینچا اور بعض بزرگوں کے سلسلے میں حضورؐ کا نام مبارک اپنے اوپر منطبق کرتے رہے۔

آئندہ صفحات میں ان چند گستاخیوں کی نشاندہی کی گئی ہے جو ان کے ہاں غلط عقیدت کے جاہل جوش یا مخفی عداوت کے سائے میں شد و مد سے پھیلائی جا رہی ہیں۔

کلمہ اسلام

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

بریلویوں نے جس طرح حرمین شریفین کی سخت بے ادبی کی ہے ان کی محمد تو زبان اور گستاخ قلم نے کلمہ شریف قرآن شریف اور درود شریف کے بارے میں بھی توہین اور بے ادبی کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دیا جہاں تک ان سے ہو سکا ہے انہوں نے پیر پرستانہ اسلام کو تشکیک کے کانٹوں سے زخمی کیا ہے۔ فالی اللہ المشتکی۔

کلمہ شریف کے دو جزو

کلمہ شریف کے دونوں جزو قرآن کریم میں مختلف مقامات پر دیئے گئے ہیں اس کا کوئی اور جزو ہوتا تو وہ بھی قرآن کریم میں مذکور ہوتا۔ کلمہ شریف پڑھتے ہوئے دل سے اس کی تصدیق ضروری ہے۔ اقرار باللسان و تصدیق بالقلب اگر کوئی شخص کلمہ پڑھے اور اللہ کے لفظ سے کچھ اور مراد لے یا محمد کے لفظ سے اپنے پیر کا تصور کرے تو یہ کلمہ اسلام نہ ہوگا کفر کی راہ ہوگی جس سے اس کا کلمہ پڑھنا تصور نہ کیا جائے گا بلکہ یہ کلمہ شریف کی سخت توہین اور بے ادبی ہوگی :

لا الٰہ الا اللہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کے خلیفہ خاص مولانا حافظ تحسین الدین حسن حضرت نقشبند الدین جو مدرسہ بریلی کے سالانہ اجلاس میں حاضر ہوتے مولانا کے سامنے اپنا کلام پیش کرتے اور ان سے داد پاتے تھے ایک مقام پر اپنے پیر کے ذکر میں لکھتے ہیں

ہم کہیں لا الٰہ الا اللہ دل کا نعرہ ہو یا محمد شبیر[1]

کلمہ پڑھتے ہوئے زبان اور دل کا یہ فرق کیوں ہو گیا۔ ساحر کی یہی تعلیم ہے اور یہی کلمہ

---

[1] تذکرہ شبیر ص ۲ مطبوعہ نعمانی پریس بدایوں

اسلام ہے یہ اقرار باللسان و تصدیق بالقلب کا کیا یہی مطلب تھا ؟ بریلویوں کو کچھ تو خیال کرنا چاہیئے تھا کس نادانی سے کفر کی دولت ہاتھ سے دے رہے ہیں۔ لفظ خدا سے خدا کے محبوب مراد لینا ایسی غلط لکیر ہے معلوم نہیں کتنے نادان اس پر چلے ہوں گے اور گمراہ ہوئے ہونگے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔ لقنوا موتاکم لا الہ الا اللہ کہ جس شخص پر موت حاضر ہو اسے کلمہ لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو۔

امام نووی (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں : ذکروا لا الہ الا اللہ لتکون آخر کلامہ کما فی الحدیث من کان آخر کلامہ لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ والامر بھذا التلقین امر ندب واجمع العلماء علی ھذا التلقین و کرھوا الاکثار علیہ[1]

ترجمہ:- حاضرین اسے لا الہ الا اللہ یاد کرائیں تاکہ یہی اس کا آخری کلام ہو جیسا کہ حدیث میں آیا ہے جس کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہوگا وہ جنت میں جائے گا تلقین کا یہ حکم مندوب ہے علماء کا اجماع اسی تلقین پر ہے اور وہ اس پر کسی اور بات کے پڑھانے کو مکروہ سمجھتے ہیں۔

زبان پر آخری وقت کلمہ لا الہ الا اللہ ہونا چاہیئے اور اسی کی حدیث میں تعلیم دی گئی ہے مگر مولانا احمد رضا خاں فرماتے ہیں۔

بندگی ہو تو چاہیے مرتے وقت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پڑھ کر جان نکل جائے پھر تو سب آسان ہے[2]

غور کیجئے مولانا احمد رضا خاں نے کس دیدہ دلیری سے کلمہ لا الہ الا اللہ کی تلقین کو جملہ محمد رسول اللہ سے بدل ڈالا ہے تبھی تو ان کے مرید یوں کہتے تھے۔

لب کہیں لا الہ الا اللہ دل کا نعرہ ہو یا محمد سشیر

---

[1] صحیح مسلم جلد ا صفحہ ۳۰۰ [2] ملفوظات حصہ سوم صفحہ ۶۱

کلمہ یا محمد معین خواجہ

مومن کی تو یہی تمنا ہونی چاہیئے کہ آخری وقت خدا کا نام اس کی زبان پر ہو مگر بریلویوں کی تمنا اور آرزو ملاحظہ کیجیے۔

جو وقت آخر میں ہو تیاری نظر میں صورت رہے تمہاری

زباں پہ کلمہ یہی ہو جاری کہ یا محمد معین خواجہ [1]

بریلویو! یہ کلمہ یا محمد معین خواجہ کہاں سے لگیا؟ کہو جاکہو

محمد رسول اللہ سے مراد

کلمہ طیبہ کا دوسرا جزو محمد رسول اللہ ہے اس اقرار اور تصدیق کے بغیر کسی کی بخشش نہیں ہو سکتی - بریلویوں نے اسے بھی اپنے مقام پر نہیں رہنے دیا - حدیث میں ہے کہ قبر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ تو آپ کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ مسلمان کے لیے کتنی بڑی سعادت ہوگی کہ جس وقت وہ اپنے آپ کو حضور کا امتی بتاتے بہت افسوس کی بات ہے کہ بریلوی اپنی نعتوں میں اس موقعہ پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کی بجائے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا نام تجویز کرتے ہیں۔

قبر میں قادری طریقے

لحد میں جب فرشتے مجھ سے پوچھیں گے تو کہہ دونگا

طریقہ قادری ہوں نام لیوا غوث اعظم کا [2]

بریلویوں نے اسے پھر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی تک بھی نہ رہنے دیا اور انکی بجائے مولانا احمد رضا خاں کو یہاں لا کھڑا کیا

محمد رسول اللہ کی بجائے یہاں اپنے پیروں کا نام لینا بریلویوں کی اسلام کے خلاف ایک نہایت خطرناک سازش ہے قادری لوگ اپنے پیروں کو چشتی لوگ اپنے پیروں کو اور نقشبندی حضرات اپنے پیروں کو یہاں ذکر کریں تو کلمہ اسلام کہاں باقی رہے گا۔ بریلویوں نے کلمہ شریعت بدلنے کے لیے کیسی بے تکی گاڑی چلائی ہے۔

---

[1] ہشت اقطاب صفحہ ۱۹۶   [2] نعت مقبول صفحہ ۱۵ مرتبہ شہزاد یوسف حمید

لا الٰہ الا اللہ چشتی رسول اللہ

بریلویوں نے اپنے خیالات واہیہ کو بزرگوں کے نام سے اس لیے چلا رکھا ہے کہ ان کے نام سے بیوقوف لوگوں کو وہ بآسانی اپنے مریدوں کے حلق سے اتار دیتے ہیں حالانکہ حق یہ ہے کہ ان بزرگوں نے ہرگز کبھی ایسی بات نہ کہی نہ کبھی کلمہ اسلام کو بدلنے کی کوشش کی دیکھئے ان لوگوں نے حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کے نام سے کیسا جھوٹ گھڑا ہے۔

ایک شخص خواجہ معین الدین چشتی کے پاس آیا اور عرض کیا کہ مجھے اپنا مرید بنائیں

فرمایا کہو "لا الٰہ الا اللہ چشتی رسول اللہ" اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں

چشتی اللہ کا رسول ہے [1]

دیکھو مسلمانو! بریلوی کس طرح ایک وار سے دو شکار کر رہے ہیں اور اسلام پر ہر دو طرف سے چھرا چلا رہے ہیں ایک کلمہ بدلنے کا جرم کیا دوسرا اس کفر کو حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ کے سر تھوپنا اس لئے کہ حضرت خواجہ اجمیریؒ اللہ تعالیٰ کے بڑے مقرب اور سنی العقیدہ صحیح مسلمان تھے وہ بریلوی ہرگز نہ تھے وہ کافروں کو مسلمان بنانے والے تھے مسلمانوں کو کافر بنانے کے لیے ہندوستان نہ آئے تھے۔

بریلویوں کی اس روایت میں دو باتیں زیادہ قابل غور ہیں۔

۱۔ حضرت شیخ نے لا الٰہ الا اللہ چشتی رسول اللہ کی تعلیم جاگتے ہوئے دی ہے یہ کوئی خواب کا واقعہ نہیں۔ خواب کا واقعہ ہوتا تو اسے نظر انداز کیا جا سکتا تھا کیونکہ خواب پر کوئی مواخذہ نہیں سوئے ہوئے سے گرفت کا قلم اٹھا ہوتا ہے۔

۲۔ آپ کی زبان سے یہ کلمہ کسی بے اختیاری یا جذب کی حالت میں نہیں نکلا بیداری میں بھی کوئی بات بے اختیاری سے زبان سے نکلے تو اس پر شرعاً مواخذہ نہیں آپ نے ایک شخص کو مرید کرتے ہوئے یہ کلمہ تلقین فرمایا ہے

---

[1] فیوضات فریدیہ صفحہ ۸۳

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ کے ایک مرید کے بارے میں بھی ایک ایسی بات کہی جاتی ہے لیکن تحقیق سے پتہ چلا کہ وہ محض ایک خواب کا واقعہ تھا اور جاگتے ہوئے وہ کلمات بے اختیاری سے زبان پر جاری تھے ان الفاظ پر گھبراہٹ خود ان سے بیزاری کا نشان ہے لیکن یہ لا الٰہ الا اللہ چشتی رسول اللہ کی تعلیم میں دونوں صورتیں یہاں منتفی ہیں نہ یہ خواب کی بات ہے نہ بے اختیاری کی۔ ان دو صورتوں میں سے کوئی صورت بھی واقع ہوتی تو ہم بریلویوں کے اس کلمہ میں کچھ تاویل کر لیتے اور حسن ظن سے کام لیتے لیکن کیا کریں بریلویوں کی اس ان گھڑت روایت کی رُو سے نہ حضرت اجمیری کا اسلام باقی رہتا ہے نہ ان کے غلط پیروؤں کا جو بزرگوں کے نام سے ایسے کفریات دنیا میں پھیلا رہے ہیں۔

لا الٰہ الا اللہ چشتی رسول اللہ

فوائد الفوائد جیسے مولانا دیدار علی شاہ صاحب مولانا نعیم الدین مراد آبادی اور دوسرے کئی بریلوی علماء کی پوری تائید حاصل ہے اس میں برملا لکھا ہے۔[1]

لا الٰہ الا اللہ شبلی رسول اللہ۔[2] خدا کے سوا کوئی معبود نہیں شبلی اللہ کے رسول ہیں۔

غور کیجئے: ہم کہاں تک بریلویوں کی اس قسم کی تحریرات کی تاویل کرتے جائیں کلمہ اسلام کے مقابلے میں یہ کیا کیا کلمے تجویز ہو رہے ہیں اور جو شخص انہیں نہ مانے صرف پہلے اسلام کا قائل رہے اسے بزرگوں کا نہ ماننے والا قرار دیا جاتا ہے اور معلوم نہیں کس کس فتوے سے نوازا جاتا ہے۔

مولوی غلام جہانیاں صاحب صدر پاک سنی تنظیم ڈیرہ غازی خاں اپنے پیر حضرت نازک کریم کے بارے میں لکھتے ہیں۔

طالب خدا گواہ کہ نازک بچشم من عین محمد است کہ عربی شنیدہ

(ترجمہ) اے طالب خدا گواہ ہے کہ میرا پیر میری آنکھوں میں عین محمد ہی ہے۔ جنہیں تو نے عربی دیکھا ہے۔

---

[1] فوائد الفوائد صفحہ ۲۵ [2] خزینہ انقلاب صفحہ ۱۵

قرآن کریم اللہ کا کلام نا آفریدہ ہے یہ مخلوق نہیں تاریخ گواہ ہے اہل سنت اس عقیدے پر بڑی جوانمردی سے ڈٹے ہیں امام احمد بن حنبل کی قربانیاں اہل سنت کی تاریخ کا نہایت روشن باب ہیں قرآن کریم کلام الٰہی ہے یہ انسانی کلام نہیں نہ پڑھتے ہوئے اسے اپنا کلام سمجھنا چاہیئے اس کا پڑھنا تلاوت ہے کوئی اپنی صدا نہیں دعا کی نیت سے پڑھیں تو اس کے احکام مختلف ہو جاتے ہیں نماز میں امام کے پیچھے رب اجعلنی مقیم الصلوٰۃ و من ذریتی پڑھنا دعا کی نیت سے ہے تلاوت اور قرأت کے طور پر نہیں.

بریلیوں نے عقیدہ بنا رکھا ہے کہ امام جعفر صادق اسے اپنا کلام سمجھ کر پڑھتے تھے استغفر اللہ شیعہ قرآن کریم کو مخلوق سمجھتے ہیں اور انہوں نے یہ بات امام جعفر صادق کے نام لگا رکھی ہے اہل السنۃ والجماعۃ اپنے عقیدہ پر قائم ہیں اور وہ اسے حضرت جعفر صادق کا کلام نہیں سمجھتے بریلوی اسے (قرآن کریم) حضور کی مملوک بھی سمجھتے ہیں حالانکہ جو مملوک ہو وہ مخلوق ہوتا ہے اور قرآن ہرگز ہرگز مخلوق نہیں ہے۔ اہل سنت کے ہاں یہ عقیدہ کفر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا مالک سمجھا جائے.

پھر اہل سنت کے نزدیک قرآن پر ایمان لانا ہر مسلمان کے لئے فرض عین ہے بریلیوں کے ہاں یہ فرض عین نہیں فرض کفایہ ہے شیعہ اس میں تحریف کے قائل ہوں تو بھی یہ انہیں بھائی سمجھتے ہیں اس مضمون میں بریلیوں کے اسی حال زار کو بیان کیا گیا ہے ـــــــ ادارہ

قرآن کریم انسانی کلام نہیں

قرآن کریم کلام الٰہی ہے اس کا جتنا ادب کیا جائے کم ہے قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اس کی مخلوق نہیں کُن اس کا کلام تھا جس سے اس نے کائنات کو تخلیق بخشی سو کلمہ کُن خود مخلوق نہ ہوا قرآن کریم انسانی کلام نہیں نہ اسے اپنا کلام سمجھنا چاہیئے مگر بریلویوں نے حضرت امام جعفر صادقؒ کے نام سے یہ غلط عقیدہ بھی گھڑ لیا کہ انسان جب قرآن پڑھے تو اس وقت وہ انسانی کلام ہے۔

کیا قرآن کلام امام جعفر صادق ہے؟

امام جعفر صادق نے فرمایا میں قرآن کو جتنا بار بار پڑھتا ہوں اپنا کلام سمجھتا ہوں[۱] استغفر اللہ ثم استغفر اللہ العظیم۔ کیا یہ قرآن کریم کی کھلی توہین نہیں کیا کفر و الحاد نہیں کہ قرآن کریم کو انسانی کلام سمجھا جائے۔ انسان مخلوق ہے اور قرآن مخلوق نہیں صفت خداوندی ہے مگر افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں اپنے مرشد شاہ احمد نوری کو قرآن کا درجہ دیتے تھے۔ مرشد مخلوق ہے صفت خداوندی نہیں لیکن قرآن اللہ کی صفت کلام ہے مخلوق نہیں خاں صاحب کہتے ہیں۔

میرا مرشد ہے مصحف ناطق — نوری آیت ہے احمد نوری

حسن اس کے پیر دا اعلیٰ پیر — بیت اقصےٰ ہے احمد نوری[۲]

قرآن اللہ کی صفت ہے کسی کی مملوک نہیں

قرآن کریم جب اللہ کی صفت ہے مخلوق نہیں تو یہ کسی مخلوق کی مملوک نہیں ہو سکتا مملوک وہی چیز ہو سکتی ہے جو مخلوق ہو صفت خداوندی کسی کی مملوک نہیں خدا جہالت کا بیڑہ غرق کرے مولوی محمد عمر صاحب حضورؐ کو قرآن کا مالک سمجھتے ہیں آپ لکھتے ہیں کہ

قرآن کریم حمایت آپ کو کیا ہے آپ اس کے مالک ہیں[۳] (استغفر اللہ)

قرآن پاک کے دو نہیں

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے امت کو جو قرآن دیا وہ ایک ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر یہ جس ترتیب سے نازل ہوا

۱؎ ملفوظات حصہ ... ۲؎ حدائق بخشش حصہ سوم ص... ۳؎ مقیاس حنفیت ص۲۹۰

وہ ترتیب اور تھی جس ترتیب سے یہ اب ہمارے سامنے موجود ہے یہ اس کی ترتیب رسولی ہے ترتیب نزولی نہیں حضورؐ نے قرآن کریم ترتیب نزولی سے نہیں لکھوایا یہ شیعہ کا عقیدہ ہے کہ حضور نے اسے ترتیب نزولی کے مطابق لکھوایا تھا ان کے عقیدہ کے موافق وہ قرآن امام مہدی کے پاس کسی غار میں موجود ہے۔

بریلویوں کا دوسرے قرآن کا تصور

بریلویوں نے بھی نہایت گستاخی اور نہایت مکروہ انداز میں ایک اور قرآن کا تصور پیش کیا ہے۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ پر تنقید کرتے ہوئے مولوی محمد عمر صاحب اچھروی لکھتے ہیں۔

میرے خیال میں مصنف مذکور کو جو قرآن شریف نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر اترا ہے اس کی اتباع کی کیا ضرورت ہے کسی لڑکے یا دیوانے یا کتے وغیرہ کے نازل شدہ قرآن پر ہی ایمان لے آئے اور آؤ آؤ کرتا پھرے [1]

غور کیجئے قرآن کریم کا نام کتے کے نام کے ساتھ ذکر کر کے مولوی محمد عمر صاحب اچھروی نے قرآن کی کتنی سخت بے ادبی کی حاشا وکلا کتے پر ہرگز کوئی کلام نہیں اتر چہ جائیکہ اس کا نام بھی قرآن ہی ہو۔ مولوی محمد عمر صاحب یہ بات کہتے ہوئے تمام جلسوں میں یہ نقل بھی کرتے تھے آپ جب آؤ آؤ کرتے ہیں معلوم ہوتا کہ - - - - بول رہا ہے۔ بریلویوں نے توہین قرآن کی اسی پر بس نہیں کی انہوں نے اس پر سوار ہونے کی بھی صورت نکال لی ہے۔

قرآن پر سواری کرنا

خورجی جو گھوڑے کی زین میں لٹکی رہتی ہے اس میں قرآن شریف رکھا ہو تو ظاہر بات ہے کہ جو بھی اس زین پر سوار ہوگا قرآن اس کے نیچے ہوگا۔ قرآن کریم اس صورت میں ساتھ رکھنا بھی تو ضروری نہیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ خواہ مخواہ اس کی بے ادبی کا مرتکب ہو مگر مولانا احمد رضا خاں فرماتے ہیں۔

اگر گلے میں نہیں لٹکا سکتا ہے اور خورجی میں رکھنے پر مجبور محض ہے تو جائز ہے [2]

---

[1] مقیاس حنفیت ص ۲۰۱ [2] ملفوظات حصہ سوم ص ۹

معلوم نہیں مولانا نے قرآن کریم کی اس کھلی بے دلیل کا فتوے کیسے دماغ دیا اور کچھ خیال نہ کیا۔

قرآن نازل ہونے سے حضور کو کچھ علم نہیں ملا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں:۔
ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان[1]

آپ نہ جانتے تھے کیا ہے قرآن اور کیا ہیں ایمان کی تفاصیل لیکن ہم نے بنایا ہے اسے روشنی۔

یہ تفاصیل جو بذریعہ وحی آپ معلوم ہوئیں پہلے سے کہاں معلوم تھیں گو آپ نفس ایمان کے ساتھ ہمیشہ سے متصف تھے[2] پھر یہ بھی فرمایا۔ ووجدک ضالاً فھدیٰ[3] (اور پایا آپ کو متلاشی پھر راہ بتا دی) وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس[4] (اور اتارا ہم نے آپ کی طرف قرآن تاکہ آپ لوگوں کو بتائیں ان کے لیے کیا چیز اتاری گئی ہے

مگر بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو قرآن سے کچھ علم نہیں ملا آپ قرآن کے نازل ہونے سے پہلے ہی سب کچھ جانتے تھے ان کے مفتی احمد یار خان فرماتے ہیں:۔

معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم نزول قرآن پر موقوف نہ تھا وہ قرآن سیکھے ہوئے ہی پیدا ہوئے تھے۔[5]

اور یہ بھی لکھا ہے:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا واسطہ رب نے ہدایت دی تمام انسان ہر قسم کی عقیدہ اول سے ہدایت پر تھے[6]

گویا بذریعہ وحی آپ کو کچھ نہیں ملا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے واسطے سے آپ پر علم کی کوئی راہ نہیں کھولی مفتی احمد یار یہ بھی فرماتے ہیں:

انبیاء پیدائش کے وقت ہی عارف باللہ ہوتے ہیں اور علم غیب رکھتے ہیں[7]

اس کا حاصل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ بذریعہ وحی کچھ نہیں ملا بلکہ اگر کوئی یہ استدلال کرے کہ آپ پر وحی کبھی آئی ہی نہیں کہ یہ تحصیل حاصل تھا تو آپ اسے روک نہ سکیں گے وہ کہے گا کہ وحی سے افادہ علم ہوتا ہے جب آپکو کسی علم کا نہ احتیاج تھا نہ انتظار تو پھر وحی کا آنا چہ معنی دارد۔ حضور کو پیدائشی طور پر ہر چیز کا جاننے والا بتلانا پورے اسلام اور قرآن کے نظام وحی سے ایک کھلی بغاوت ہے

---

[1] پ ۲۵ الشوریٰ ع ۵ [2] تفسیر عثمانی ص ۶۳۳ [3] پ ۳۰ والضحیٰ [4] پ ۱۴ النحل ع ۱ [5] [illegible] [6] نور العرفان ص ۴۳۳ [7] مراۃ شرح مشکوٰۃ [illegible]

قرآن کریم میں ہے اللہ تعالیٰ اپنی رضا کے طالبوں کو اس کتاب سے سلامتی کی راہوں پر چلاتا ہے
یہدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبل السلام (پ۶ المائدہ ع۳ آیت ۱۶)
ترجمہ: (اللہ قرآن سے ہدایت دیتا ہے اسے جو اللہ کی مرضی پر چلے سلامتی کے رستوں کی اور
نکالتا ہے انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف) اس آیت کے ہوتے ہوئے اس سے
انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہدایت قرآن سے پھیلی ہے اور حضور بھی قرآن سے نیز روشنی
حاصل کرنے والے تھے وحی خفی سے بھی فیضیاب تھے کیا کوئی قرآن کے کتاب ہدایت
ہدایت ہونے سے انکار کر سکتا ہے!

بریلوی دوستوں کو اس جسارت سے کون روکے کہ دنیا میں ہدایت صرف حدیث
سے پھیلی ہے قرآن سے نہیں اور اس عقیدہ فاسدہ سے کہ حضور کا علم اور عمل (معاذ اللہ)
نزول قرآن پر موقوف نہ تھا ___ استغفر اللہ العظیم

پیر صاحب دیول شریف کا بریلویوں کے خلاف فیصلہ

پیر صاحب دیول شریف بریلویوں کی اس گستاخی پر خاموش نہ رہ سکے انہوں
نے یک لخت بریلوی بساط الٹ دی اور فرمایا:۔

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر جتنے احوال و افعال مرتب ہوئے وہ سارے کے
سارے بالوحی مرتب ہوئے[۱]

اس میں آپ نے تصریح کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن سے فیض پہنچا
ہے اور آپ نے وحی سے فائدہ پایا ہے۔ دیکھئے بریلویوں کا دن کا کاتا ہوا سارا سوت
شام کو ان کے پیر صاحب نے تار تار کر دیا۔

اب یہ فیصلہ تو بریلوی حضرات کریں گے کہ مفتی احمد یار صاحب کی بات درست
ہے یا پیر صاحب دیول شریف کی۔ لیکن یہ بات مخفی نہ رہے کہ بریلویت کے اصل ترجمان
جناب احمد رضا خاں کے خلفاء اور شاگرد ہیں ان کے ہوتے ہوئے پیر صاحب دیول
یا مولانا عبد الستار خاں نیازی کی کون سنتا ہے یا سنے گا۔ بریلوی علماء نے مولانا عبد الستار خاں

---

[۱] عقائد و لطیف حقائق ص۲۱ شائع کردہ مجلس توحید لائل پور۔

کے چار نکاتی سب لحتی فارمولے کا جو حشر کیا تھا وہ کسی سے مخفی نہ ہوگا

قرآن سراپا حقیقت نہیں کچھ ہیر پھیر بھی ہے (استغفراللہ)

قرآن پورے کا پورا ذکر ہے صداقت ہے حقیقت ہے اس میں کوئی ہیر پھیر اور چکر کی بات نہیں خود اللہ رب العزت نے اس کا نام الذکر رکھا ہے ناپاک لوگ اسے چھو نہیں سکتے اس کے ایک ایک لفظ اور ایک ایک آیت میں شان اعجاز ہے مگر بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ اس میں کچھ باتیں ہیر پھیر کی بھی ہیں جو حق اور صداقت نہیں جس طرح سی آئی ڈی کا افسر کسی مجرم کو پکڑنے کے لئے پہلے کچھ ہیر پھیر سے بات کرتا ہے اور پھر جب وہ اس سے جرم کی بات نکلوالیتا ہے تو پھر سے سیدھے ہاتھوں لیتا ہے بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ قرآن پاک میں معاذ اللہ کچھ اس قسم کی باتیں بھی ہیں جو حقیقت پر مبنی نہیں وہ محض مجرموں کو پکڑنے کا ہیر پھیر ہیں۔ ان کے مولانا محمد عمر اچھروی لکھتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی حقیقت کو انی خالق بشرا من صلصال من حما مسنون کہہ کر ذکر فرمایا جیسا کہ سی آئی ڈی والا مخالف کو گرفتار کرنے سے پہلے اس کے رخ سے مخالفت کے اظہار کے لئے چند کلمات اس کی مرضی کے کہہ دیتا ہے تو مخالف نبی اللہ جب ان کلمات کو منہ پر لاتا ہے سی آئی ڈی والا اس کو فوراً مجرم قرار دے کر گرفتار کرا دیتا ہے۔ ایسے ہی رب العزت نے مخالف نبی اللہ کو جب معلوم کر لیا کہ یہ نبی اللہ کے قدر و شان کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں بلکہ یہ تو اس کے ظاہر کی طرف دیکھنے لگ گیا ہے تو رب العزت نے مخالف نبی اللہ کو ظاہر کرنے کے لئے اس کے خیال کے الفاظ انی خالق بشرا پیش کر کے پھر سجدے کا حکم صادر فرمایا[1]

قرآن کریم کے الفاظ انی خالق بشرا من صلصال من حما مسنون کو شیطان کے بیان کے الفاظ کہنا اور قرآن کریم کی بعض آیات کو سی آئی ڈی افسر کی پہلی ہیر پھیر کی باتوں کا درجہ دینا قرآن کی کس قدر کھلی توہین ہے۔ اس کا مطلب اس کے سوا کیا سمجھا جا سکتا ہے کہ معاذ اللہ قرآن میں کچھ شیطانی آیات بھی ہیں (استغفر اللہ العظیم)

---

[1] مقیاس نور، المنور صـ ۱۱

یہاں (انگلینڈ) میں سُنا ہے کہ ایک شخص شیطانی آیات پر ریسرچ کر رہا ہے اس نے یہ تصور کہاں سے لیا۔ ان بریلوی حضرات سے جو عقیدہ رکھتے ہیں کہ قرآن کریم کا لفظ لفظ حقیقت نہیں کچھ سی آئی ڈی کے انداز میں کہی (معاذ اللہ) شیطانی آیات (Satanic verses) بھی ہیں۔

<u>بعض آیات کو ہیر پھیر کے طور پر جانوروں کی بولی قرار دینا۔</u>

مفتی احمد یار صاحب گجراتی "قل انما انا بشر مثلکم" میں کم ضمیر سے مراد کفار لیتے ہیں یعنی حضور علیہ السلام عام بنی نوع انسان کو نہیں کہہ رہے ہیں کہ میں بھی انسان ہوں جیسے تم بلکہ صرف کافروں کو کہہ رہے ہیں کہ میں تمہاری جنس سے ہوں" لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

پھر سوال اٹھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں کو کیسے کہہ دیا کہ میں تمہاری جنس سے ہوں اس کا جواب مفتی صاحب نے یہ دیا ہے کہ شکاری جانوروں کی سی آواز نکال کر ہی تو شکار کرتا ہے ۔۔۔۔ اس میں آپ نے تین گستاخیاں کیں (۱) حضور کو شکاری کہا (۲) قرآن جو اللہ کا قول ہے اسے جانوروں کی بولی کہا اور کن جانوروں کی کافروں کی (۳)۔ قرآن کی بعض آیات کو خلاف حقیقت محض شکار کرنے کے حیلے قرار دیا ۔۔۔ مسلمانوں کے کسی طبقے یا فرد نے اب تک نہ کہا تھا کہ قرآن میں بعض شیطانی آیات بھی ہیں جن میں بعض ہیر پھیر کے طور پر بعض باتیں کہی گئی ہیں جو حقیقت نہیں ہیں ۔۔۔۔ اور سارا قرآن حقیقت نہیں ہے استغفر اللہ العظیم۔

مفتی احمد یار صاحب "قل انما انا بشر مثلکم" کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں کفار سے خطاب ہے ..... فرمایا گیا اے کفار تم مجھ سے گھبراؤ نہیں اے کفار تم مجھ سے گھبراؤ نہیں میں تمہاری جنس سے ہوں یعنی بشر ہوں۔ شکاری جانوروں کی سی آواز نکال کر شکار کرتا ہے اس سے کفار کو اپنی طرف مائل کرنا مقصود ہے دیکھئے بریلوی علماء نے کس بے دردی سے <u>قرآن کی عظمت مجروح کی ہے</u> درس

لہ جاء الحق صفحہ ۱۴۷

طرح اسے جانوروں کی بولی سے تشبیہ دی ہے۔

قرآن کی دعاؤں کو کارتوس قرار دینا

کارتوس کا رُخ ہمیشہ دشمن کی طرف ہوتا ہے اور دُعا کا رُخ خدا کی طرف ہوتا ہے قرآن کریم نے ہمیں جو دعائیں سکھائی ہیں۔ وہ اس لئے ہیں کہ ہم ان الفاظ میں خدا کو پکاریں اس کی رحمت کا دروازہ کھٹکھٹائیں نہ یہ کہ ان الفاظ کو کارتوس کی طرح خدا پر پھینکیں مفتی احمد یار صاحب اس آیت پر لکھتے ہیں:

وقل رب اعوذ بک من همزات الشیاطین پ۱۸ المؤمنون آیت ۹۷

رب اعوذ بک دُعا ہے قل میں حضور کی زبان مبارک کی طرف اشارہ ہے یعنی اے محبوب دعا ہماری بنائی ہوئی ہو اور زبان تمہاری ہو کارتوس رائفل سے پوری مار کرتا ہے ہم کس کے سامنے یہ شکایت لے جائیں کہ اس گستاخ نے کس ڈھٹائی سے حضور کے دہن مبارک کو رائفل سے تشبیہ دی ہے۔ اور قرآن کریم کی اس عظیم دعا کو کارتوس کہا ہے — مسلمانو! جب تم دعائیں کرتے ہو تو کیا کارتوس چلاتے ہو۔

قرآن میں گمراہی بھی ہے۔ (استغفراللہ)

خدا کے بارے میں تو کہتے آئے ہیں کہ خیر و شر سب اس کی طرف سے ہے اور ہدایت دینا اور نہ دینا اس کے ہاتھوں میں ہے جسے چاہے دے اور جسے چاہے نہ دے گمراہ کر دے — لیکن قرآن کریم صرف چشمہ ہدایت ہے ایک دریائے نور ہے جس سے ہدایت ہی ملتی ہے گمراہی نہیں۔ ہاں جو لوگ اسے سمجھتے نہیں یا جان بوجھ کر اس کے معنی بگاڑتے ہیں اور اس میں تحریف کرتے ہیں تو ان کی گمراہی ان کی کج فہمی کم علمی یا ضد کی وجہ سے واقع ہوتی ہے یہ نہیں کہ قرآن میں گمراہی ہے (معاذ اللہ) بہر حال اب تک کسی مسلمان نے نہ کہی تھی کہ قرآن میں گمراہی بھی ہے — البتہ مولانا احمد رضا خان کے خلیفہ خاص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم میں مقابلہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

(۱) نور العرفان ص ۵۵۵

"خیال رہے کہ قرآن سے ہدایت بھی ملتی ہے اور گمراہی بھی یہدی
بہ کثیرا و یضل بہ کثیرا مگر حضورؐ سے صرف ہدایت ملتی ہے"

حضورؐ اور قرآن کا مقابلہ کرنا یہ کوئی کم گستاخی نہ تھی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ
تو کان خلقہ القرآن کہہ کر دونوں کو جوڑیں حضورؐ اور قرآن کریم
جان دو قالب نہیں اور یہ بیوی ایک کو دوسرے کے مقابلے میں لائیں۔ افسوس
صد افسوس ہائے ہم یہ زخم کس کے سامنے کھولیں جو بریلویوں نے عظمت قرآن مجروح
کرتے ہوئے ملت اسلامیہ کے نازک بدن پر لگائے ہیں۔ یہدی بہ کثیرا میں ہدایت
دینے اور گمراہ کرنے کی نسبت اللہ کی طرف ہے قرآن کی طرف نہیں۔ قرآن کسی
کو گمراہ نہیں کرتا اور قرآن کریم میں گمراہی ہرگز نہیں ہے اس میں ہدایت ہی ہدایت ہے۔
ان ھذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم پ۱۵ بنی اسرائیل آیت ۹
شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدی للناس و بینت
من الھدی پ۲ البقرۃ آیت ۱۸۵

ہم تمام امت بریلویہ کو چیلنج دیتے ہیں کہ قرآن کریم سے ایک آیت ایسی دکھا
دیں جس میں یہ ہو کہ قرآن کریم میں گمراہی بھی ہے

بھائیو! یہ تو سراپا ہدایت کتاب ہے ہاں اس سے فائدہ لینا یہ خدا کی دین ہے
جسے چاہے دے اور جسے نہ چاہے اسے کوئی نہیں دے سکتا انک لا تھدی
من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء۔ قرآن پاک کا اعلان ہے سو
حق یہی ہے کہ قرآن سے گمراہی ہرگز نہیں ملتی بریلوی مفتی نے قرآن کی توہین کی ہے
جو یہ لکھا ہے کہ قرآن سے گمراہی بھی ملتی ہے۔

مفتی صاحب نے اپنی اس غلط بات کو ثابت کرنے کے لئے قرآن کریم کو بری
بیچی دی ہے قرآن کریم میں یضل بہ کثیرا پہلے ہے اور یہدی بہ کثیرا بعد میں ۔۔۔
مفتی صاحب نے محض اپنے مسئلے کی ضد میں قرآن کریم کو الٹ دیا ہے نعوذ باللہ من ذالک التحریف

۱؎ نور العرفان صفحہ ۸۲۱ ۔ ۲؎ پ۱ البقرہ آیت ۲۶

مولانا احمد رضا خاں نے بھی قرآن کریم کی بہت سی آیات تبدیل کی ہیں مفتی احمد یار اتنی جرأت نہ کرتے اگر بڑے حضرت اتنی جسارت نہ کر چکے ہوتے بریلوی مولویوں نے قرآن کریم سے کیا برتاؤ کیا ہے اس کی ایک جھلک آپ کے سامنے آچکی اب یہ بھی معلوم فرمائیں کہ بریلویوں نے ایمان بالقرآن کے بارے میں کتنی دلآزار روش اختیار کر رکھی ہے۔

قرآن پر تفصیلاً ایمان لانا فرض کفایہ ہے فرض عین نہیں

مسلمانوں کے ہاں یہ کہہ دینا کافی نہیں کہ قرآن اللہ کی کتاب ہے یہ ماننا بھی ضروری ہے کہ (۱) یہ قرآن اوّل سے آخر تک ایک ایک لفظ اور آیت کلام الٰہی ہے۔ (۲) اس کی یہ ترتیب خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے صحابہؓ کی اپنی اختیار کردہ نہیں اور اسی کے مطابق حضورؐ نے اسے پڑھوایا لکھوایا اور سنایا ہے (۳) اوّل سے آخر تک یہ محفوظ کتاب ہے کہیں اس میں تحریف نہیں ہوئی (۴) جو اس میں تحریف کا قائل ہو وہ مسلمان نہیں ہے (۵) اس کے احکام ابدی ہیں اور قانون الٰہی ہیں جو انسان کے لئے ہمیشہ کے لئے ہدایت ہیں۔

قرآن پر ان تفصیلات کے ساتھ ایمان لانا ہر ایک مسلمان پر فرض ہے یہ نہیں کہ کچھ مسلمان اسے مان لیں تو اب کسی کے ذمہ اس کا ماننا نہ رہے جس طرح نماز جنازہ فرض کفایہ ہے کچھ مسلمان پڑھ لیں تو یہ کسی کے ذمہ فرض نہیں رہتی۔ قرآن پر ایمان لانا ہر ایک مسلمان پر فرض عین ہے یہ فرض کفایہ نہیں کہ سنی مان لیں تو شیعہ بغیر مانے بھی مسلمان رہیں ــــ مگر بریلوں کا عقیدہ ہے کہ جب ہم نے مان لیا تو فرض کفایہ ادا ہوگیا شیعہ اُنہیں ان تفصیلات کے ساتھ نہ بھی مانیں تو ہمارے بھائی ہیں مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ خاص مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں :۔

"قرآن پر تفصیلاً ایمان لانا فرض کفایہ ہے اجمالاً ایمان لانا فرض عین ہے"۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ـــ قرآن پر ایمان لانے کو آج تک کس نے فرض کفایہ کہا ہے دیکھئے بریلوی قرآن کے بارے میں اپنی گمراہی کہاں تک جا پہنچے ہیں۔

ل دیکھئے جاء الحق فی الاستحسان قبلہ الاجلال صـ۲ حسنی پریس بریلی میں ایک آیت اس طرح لکھی ہے ومن یعظم حرمات اللہ فذلک خیر لہ عند ربہ ـ ایضاً الحج استغفر اللہ . ۲ نور العرفان صـ۲

قدر زر زرگر بداند قدر جوہر جوہری
قدر گل بلبل بداند قدر یاران شاہ علیؓ

درود شریف اور بریلوی مکتب فکر

اَلحَمدُ لِلّٰہِ وَسَلامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِینَ اصطَفٰی اما بعد۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا اعلیٰ قربات اور اللہ کی عبادات میں سے ہے اللہ کا حکم ہے اور حضورؐ نے مختلف اور متعدد پیرایوں میں اس کی ترغیب دی اور امت کو جو سکون ہمیں ملتا ہے شاید ہی کسی اور ذکر میں ملتا ہو۔

= پچھلے انبیاء میں سے کسی کا نام لیں تو علیہ السلام کہیں جیسے موسیٰ علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضورؐ کا نام لیں تو علیہ الصلوٰۃ والسلام کہیں یا صلی اللہ علیہ وسلم پڑھیں۔ اور پیغمبروں کے سوا کسی کے نام کے ساتھ علیہ السلام نہ کہیں یہ حق نبوت و رسالت ہے صحابہ کرام کے لئے رضی اللہ عنہ کی بشارت جی ہے اور خیر بھی دیگر بزرگان دین کو رحمۃ اللہ علیہ کہہ کر ذکر کریں۔

پیغمبروں کے سوا کسی پر اصالۃً درود نہیں پڑھا جا سکتا ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں آپ کے تبع آل و اصحاب کو ذکر کر سکتے ہیں۔ صلی اللہ علی حبیبہ محمد و آلہ و اصحابہ وسلم اور یہ بھی علی العموم بہتر ہے نام لے لے کر نہیں آل و اصحاب میں سب آ گئے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے درود شریف کے الفاظ بھی تعلیم فرمائے اور اس کی ہیئت ادا بھی عملاً بتائی الفاظ ایسے بتائے جن میں پہلے خدا کا نام آئے

[illegible]

اور پڑھنے والے کو پتہ چلے کہ وہ خدا کو پکار رہا ہے اور اس کی عبادت کر رہا ہے اور بیئت اولیہ اختیار فرمائی کہ درود شریف بحالت قعدہ پڑھا جائے اس کی شان یہ ہے موس اسے بیٹھ کر پڑھے اور یہی بہترین نمونہ ہے کھڑے ہو کر بھی پڑھا جا سکتا ہے لیکن نماز جنازہ میں ــــــ جب تک درود شریف بیٹھ کر پڑھا جاتا رہے گا دنیا میں امن و سکون کے حالات رہیں گے جب لوگ کھڑے ہو کر پڑھنا زیادہ کر دیں گے تو جنازوں کے حالات پیدا ہوں اموات کثرت سے ہوں گی اور درود شریف زیادہ تر کھڑے ہو کر پڑھا جائے گا ایسے لوگ صلوٰۃ و سلام کہیں گے لیکن حق یہ ہے کہ یہ لوگ مسلمان قوم کے لئے زیادہ موت کے حالات پیدا کرنے والے ہوں گے بیٹھ کر درود و سلام پڑھنے میں جو سکون ہے وہ جنازوں میں نہیں صحابہ جنازوں میں تو بے شک کھڑے ہو کر درود پڑھتے تھے لیکن دوسرے مواقع پر کھڑے ہو کر پڑھنا ان سے نہیں ملتا قبر پر حاضری بھی جنازے کا ہی ایک انداز ہے وہاں کھڑے ہو کر پڑھ سکتا ہے۔

بریلوی علماء نے اس بات کو توڑنے کے لئے کہ درود شریف کھڑے ہو کر جنازوں میں ہی پڑھا جاتا ہے صلوٰۃ و سلام کو اذانوں کے ساتھ شامل کیا اذان تو کھڑے ہو کر ہی دی جاتی ہے۔ یہ لیجئے درود شریف کھڑے ہو کر پڑھنا ثابت ہو گیا۔

ہم عرض کریں گے کہ اذان میں صلوٰۃ و سلام داخل کرنا یہ تو خود ایک متنازعہ فیہ موضوع ہے خیر القرون میں صلوٰۃ و سلام اذان کے ساتھ ہرگز نہ ہوتی تھی ایک متنازعہ فیہ بات کو کسی مجمع علیہ بات سے توصل کیا جا سکتا ہے۔ دوسری متنازعہ فیہ بات سے نہیں اس کے لئے کوئی مجمع علیہ بات چاہیئے اذان کے ساتھ صلوٰۃ و سلام بہ حیثیت گذائی خود ایک بدعت ہے

مشرکین جس طرح خدا کی صفات مخلوق میں ثابت کرتے ہیں مبتدعین نبوت و رسالت کی شان اپنے پیروں میں لا دکھاتے ہیں اور ان کا نام لے لے کر اس طرح درود پڑھتے ہیں کہ ان کے الفاظ سے توہین رسالت کی نمایاں جھلک سامنے آجاتی ہے اب آیئے آپ کو بریلوی حلقوں میں لے چلیں اور آپ خود ان سے درود کی مختلف

آدازیں سُنّی لیں یہ تو سب کو معلوم ہے کہ ضمیر مستقل نہیں اس کا مرجع ہوتا ہے اور وہ اصل ہوتا ہے ضمیر اور اشارہ اس کے تابع ہوتے ہیں۔

درود شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہ لینا صرف ضمیر پر اکتفا کرنا اور احمد رضا خاں کا مکمل کر نام لینا عجیب گستاخانہ ذوق ہے حضورؐ کے نام میں جو برکت ہے وہ ضمیر میں کیسے ملے گی دیکھئے بریلوی مولانا احمد رضا خاں کی عقیدت میں کس طرح شان رسالت میں گستاخ کھڑے ہوتے ہیں۔

مولوی احمد رضا خاں پر درود

اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلیھم وعلی ...... احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالرضا السرمدی[1]

مولوی حامد رضا خاں پر درود

اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلیھم جمیعًا وعلی الشیخ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

مولوی مصطفےٰ رضا خاں پر درود

اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلیھم جمیعًا وعلی الشیخ ...... مولانا مصطفےٰ رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مولوی حشمت علی بریلوی کا اپنے اوپر درود پڑھنا

اللھم صل علیہ وعلیھم وعلی عبدک الفقیر الی عبید الرضا محمد حشمت علی لکھنوی

مولوی عارف اللہ قادری کا اپنے اوپر درود پڑھنا

اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلیھم جمیعًا وعلی عبدک الضعیف محمد عارف اللہ قادری۔

---

[1] شجرہ طیبہ رضویہ ص۱۲۔

مولوی ابراہیم خوشتر کا اپنے اوپر درود پڑھنا

اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلیھم وعلی عبدک الفقیر الاحقر
محمد ابراھیم خوشتر الصدیقی القادری[1]

پیر جماعت علی شاہ علی پوری کے مرید بھی بریلوی ہوگئے۔

پیر جماعت علی شاہ علی پوری مولانا احمد رضا خاں کے خلاف تھے پیر جماعت علی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے بڑے معتقد تھے اور خان حضرت شیخ سرہندی کو پسند نہ کرتے تھے مگر افسوس کہ پیر جماعت علی شاہ کے کئی مرید بھی اب بریلویوں کی طرح پیر صاحب پر درود پڑھنے لگے ہیں اور ان کے پیر پر بھی درود بھیجتے ہیں۔

اللھم صل علی محمد وعلی بابا فتح محمد صاحب۔ اللھم صل علی محمد وعلی بابا نور محمد صاحب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام کس سادگی سے لیا جا رہا ہے اور پیر صاحب پر کس طرح القاب کے لشکر چڑھائے جا رہے ہیں کیا یہ حضور کی بے ادبی اور گستاخی نہیں، اگر یہ لوگ مولانا احمد رضا خاں کے حلقہ عقیدت میں نہ آتے تو کبھی اس طرح حضور کی بے ادبی اور گستاخی نہ کرتے بہر حال پیر صاحب پر پڑھا جانے والا درود ملاحظہ کیجئے۔

اللھم صل وسلم علی محمد سیدنا وھادینا ومرشدنا محمد ومنا حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب[2]

افسوس جن لوگوں کے ہاں درود کی یہ بے قدری ہو اور حضور جن کی شفاعت کے سہارے ہم یہاں جی رہے ہیں ان کے بارے میں اس قدر بے پرواہی ہو اپنے پیروں اور مشائخ کو اس طرح القابات سے نوازا جائے اور انہیں حضور کے مقابلے میں یہ اعزاز دیئے جائیں وہ لوگ اہل حق پر برسیں کہ درود وسلام نہیں پڑھتے۔

؎ غیر کی آنکھوں کا تجھ کو تنکا آتا ہے نظر ۔ دیکھ غافل آنکھ اپنی کا ذرا شہتیر بھی

---

[1] شجرہ شائع کردہ سنی رضوی سوسائٹی ماریشس۔ [2] فیضان علی پور ص۶

بریلوی مولوی درود ابراہیمی سے بہت تنگ ہیں

بریلوی مولوی درود ابراہیمی سے بہت تنگ ہیں کیونکہ اس میں اللہ کا نام آتا ہے۔ اللھم صل علیٰ محمد ...... الخ اور بریلوی علماء درود شریف کو اللہ کے نام سے فارغ کرانا چاہتے ہیں۔ یہ حضرات اس طرح اللہ سے اپوزیشن قائم کئے ہوتے ہیں گویا انبیاء و اولیاء کے کمالات اب ان کے اپنے قبضے میں ہیں معجزات و کرامات کا صادر ہونا ان کے اپنے اختیار سے ہے ___ خدا کا نام آیا نہیں اور ان علماء پر اوس پڑی نہیں پھر اس طرح ہو جاتے ہیں کہ گویا روح نکل گئی ہے۔

انہوں نے خدا کو نداء کئے بغیر درود کی یہ صورت تجویز کر رکھی ہے الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ اور درود ابراہیمی کو وہ اپنے عقیدے سے میں ناقص اور ناکامل سمجھتے ہیں کہتے ہیں درود شریف (صلوٰۃ) مکمل وہ ہے جس میں درود اور سلام دونوں ہوں۔ یہ جملہ خود کتنا مہمل ہے جب سلام درود کے علاوہ ہے تو اس کے بغیر درود کیسے نامکمل ہوا درود اپنی جگہ ایک حکم ہے اور سلام اپنی جگہ ایک حکم۔ دونوں کا ایک جگہ جمع کرنا یہ مسئلہ کہاں سے نکل آیا فقہ حنفی کی رو سے اکیلا درود شریف پڑھنا یا اکیلا سلام پڑھنا یا دونوں کو ملا کر پڑھنا ہر طرح جائز ہے نہ درود بلا سلام نامکمل ہے نہ سلام بلا درود نامکمل ہے دونوں کو ایک جگہ جمع کرنا ضروری ہے۔ مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ خاص مفتی احمد یار گجراتی فقہ حنفی کی مخالفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"درود شریف مکمل وہ ہے جس میں درود سلام دونوں ہوں نماز میں درود ابراہیمی میں سلام نہیں ہے کیونکہ سلام التحیات میں ہو چکا اور نماز ساری ایک ہی مجلس کے حکم میں ہے مگر نماز سے باہر وہ درود پڑھو جس میں یہ دونوں ہوں حضور نے درود کی جو تعلیم درود ابراہیمی سے فرمائی وہاں نماز کی حالت میں درود مراد ہے غرضیکہ درود ابراہیمی نماز میں کامل ہے لیکن نماز سے باہر غیر کامل کہ اس میں سلام نہیں ہے"

اس سے اگلے نمبر پر مفتی صاحب لکھتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ جس کام سے

لے نور العرفان صفحہ ۶۷۹

حضورؐ کو ایذا دینے سے بچے حرام ہے اگرچہ بظاہر وہ عبادت ہو۔

محقق صاحب کو علم نہیں کہ درود و سلام کو جمع کرنا ضروری سمجھا یہ کن کا مسلک ہے فقہ حنفی میں تو درود و سلام میں افراد جائز ہے کاش مفتی صاحب ہدایہ کا مقدمہ ہی پڑھ لیتے تو ان کا ذہن صاف ہو جاتا۔

یہاں انگلینڈ میں راولپنڈی سے ایک پیر نادان آئے اور انہوں نے علی الاعلان کہا کہ نماز سے باہر درود ابراہیمی پڑھنا مکروہ ہے جو لوگ بطور وظیفہ درود ابراہیمی پڑھتے ہیں اور اس کی تسبیح کرتے ہیں وہ عمل مکروہ کے مرتکب ہیں۔ انہیں چاہیئے کہ اس سے توبہ کریں تاکہ اللہ ان کا یہ گناہ بخشے۔

شیفیلڈ کے مناظرہ میں مولوی عنایت اللہ سانگلوی جو موضوع طے ہوئے تھے ان میں ایک یہ موضوع بھی تھا اس سے پتہ چلتا ہے کہ سب بریلوی مولوی درود ابراہیمی پڑھنے کو مکروہ سمجھتے ہیں اور درود و سلام میں وہ افراد کے قائل نہیں ہیں۔

درود اور سلام میں افراد جائز ہے

قرآن کریم میں اقیموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ کا حکم ہے مگر نماز اور زکوٰۃ کو بیک وقت اور بیک مجلس عمل میں لانا ضروری نہیں اسی طرح درود و سلام کا حکم ہے درود بھی پڑھو اور سلام بھی بھیجو لیکن بیک وقت صلوٰۃ و سلام کو اکٹھا کرنا ضروری نہیں واؤ مطلق جمع کے لئے ہے ایک وقت میں جمع کرنے کیلئے نہیں بالخصوص جبکہ وسلموا تسلیما میں دونوں احتمال ہیں کہ تسلیم انقیاد مراد ہے یا سلام تحیۃ

شافعی مذہب میں بے شک بعض علماء صلوٰۃ والسلام کے جمع کرنے کے قائل تھے لیکن حنفیہ میں سے کسی نے افراد کو کہ اکیلے درود پڑھا جائے مکروہ نہیں کہا تھا اور شافعی مسلک کے علماء سے بھی حق کی طرف رجوع منقول ہے ہمیں اس پیر نادان پر بہت افسوس ہوا کہ کس بے دردی سے اپنے حنفیوں کیخلاف یہ قدم اٹھایا اور درود ابراہیمی نماز سے باہر پڑھنے کو برملا مکروہ کہا اور دوسرے

لہ دیکھئے مناظرہ شیفیلڈ

بریلوی علماء پوچھتی اس کی ہاں میں ہاں ملاتے رہے ہے۔ حالانکہ مولوی احمد رضا خاں اس مسئلے میں حنفی المذہب تھے افراد کے قائل تھے اور اس پر عمل بھی کرتے تھے کبھی صرف درود پڑھ لیا اور کبھی سلام اور کبھی دونوں کو جمع کر لیا۔

وفد درود و سلام افراد کی روشنی میں۔

۱ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے آپ کہتے ہیں میں نے حضورؐ کو فرماتے سُنا: اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول ثم صلوا علیّ فانہ من صلی علیّ صلوٰۃ صلی اللہ بہا عشرا ثم سلوا اللہ لی الوسیلۃ فانہا منزلۃ فی الجنۃ [۱]

ترجمہ: جب تم مؤذن کو اذان دیتے سنو تو وہی کلمات کہتے جاؤ جو وہ کہہ رہا ہے پھر تم مجھ پر درود بھیجو (جہاں سلام کا ذکر نہیں) جو مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ رحمت بھیجتے ہیں پھر تم میرے لئے خدا سے وسیلہ مانگو جو جنت کا ایک مقام ہے اس میں صرف درود شریف کا ذکر ہے اور اس سے متصل بعد دعائے وسیلہ ہے بتائیے سلام یہاں کہاں گیا اگر افراد ناجائز ہوتا تو یہاں سلام پڑھنے کا حکم بھی ہوتا۔

(۲) حضرت حسن بن علیؓ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ دعا سکھائی:

اللھم اھدنی فیمن ھدیت وبارك لی فیما اعطیت ...... تبارکت ربنا وتعالیت وصلی اللہ علی النبی محمد [۲]

اس دعا کے آخر میں حضورؐ پر صرف درود کا حکم ہے یہاں سلام ساتھ نہیں معلوم ہوا افراد جائز ہے امام نسائیؒ نے اپنی سنن کے اختتام پر یہ الفاظ لکھے ہیں وصلی اللہ علی سیدنا محمد خاتم النبیین وعلی آلہ الطیبین الطاھرین ورضی عن کل الصحابۃ اجمعین [۳] اس میں صرف صلوٰۃ ہے سلام نہیں کیا یہ محدثین سب عمل مکروہ کے مرتکب تھے؟ کچھ تو بیرنا وان نے سوچا ہوتا۔

---

[۱] صحیح مسلم جلد ا صفحہ ۱۶۶ دہلی جامع ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۰۵ الطحاوی جلد صفحہ ۸۵۔

[۲] سنن نسائی جلد ا صفحہ ۲۵۲۔ [۳] ایضاً جلد ۲ صفحہ ۳۳۶

ومن قال لیس عن النبی علیہ وکفی بہ حجۃ لنا علیہ اذا رحمہ

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درود پڑھنے کی کیفیات جو آپ نے تعلیم فرمائیں صحیح روایات سے ثابت ہیں۔ اور وہ سب سلام کی پابندی سے خالی ہیں اور اس میں ثبوت ہے کہ افراد ہرگز مکروہ نہیں۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

وممن رد القول بالکراہۃ افرادا العلامۃ ملا علی القاری فی شرح الجزریۃ[1]

ترجمہ: اور ان علماء میں سے جنہوں نے افراد کو مکروہ کہنے والوں کا رد کیا ہے ایک ملا علی قاری بھی ہیں جنہوں نے شرح جزریہ میں اسے تفصیل سے لکھا ہے۔

ان دلائل کی روشنی میں یہ واضح ہے کہ افراد پسندی کا یہ پیرایہ ان قارئ نماز درود ابراہیمی پڑھنے کو جو مکروہ کہہ رہا ہے یہ حنفی مسلک سے سراسر جہالت اور بغاوت ہے مفتی احمد یار گجراتی بھی اس مسئلے میں غلط ہے اور پیرزادہ بھی ان کی پیروی میں حنفی مذہب کے خلاف میدان میں اترا ہوا ہے۔ نامناسب نہ ہوگا کہ ہم وہ مختصر مقالہ بھی اس بحث میں شامل کر دیں جو ان دنوں پیرزادہ کو حق بجی سے کے لئے لکھا گیا تو ہو سکتا ہے کسی اور کو حق سمجھنے میں وہ مدد دے۔ وما علینا الا البلاغ

درود و سلام

درود و سلام کو یکجا پڑھنا ضروری نہیں
احناف کے ہاں افراد جائز ہے

---

[1] ہراس حاشیہ علی رد المحتار جلد ۱ صفحہ ۱۲

ان الفاظ میں قیامت میں سے سمجھا گیا کہ لوگ جاہلوں کو دینی پیشوا بنا لیں گے۔ علماء سو خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہی کی دلدل میں لے ڈوبیں گے۔ اعاذنا اللہ وایانا منہم اجمعین

آیت احزاب میں درود و سلام کیا برابر کے دو حکم ہیں؟

قرآن کریم سورۃ الاحزاب میں ارشاد الٰہی ہے:

ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما (پ ۲۲)

ترجمہ: بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں رسول پر۔ اے ایمان والو تم بھی آپ پر درود بھیجو اور سلام کہہ کر یا تسلیم سے اس کے تابع رہو۔

یہاں لفظ صلوٰۃ سے درود شریف پڑھنا مراد ہے اس پر سب کا اتفاق ہے لیکن تسلیم سے سلام پڑھنا ہی مراد ہے اس میں کچھ اختلاف ہے کہ یہاں تسلیم انقیاد مراد ہے یا تسلیم تحیہ؟ یہاں دونوں احتمال موجود ہیں دوسرا احتمال ہوتے ہوئے اس سے سلام پڑھنے پر استدلال کرنا ایک راجح معنی تو ہو سکتا ہے لیکن اسے اس معنی میں قطعی الدلالت قرار دینا درست نہیں صلوٰۃ کی دلالت درود شریف پر قطعی اور متفق علیہ ہے لیکن تسلیم کی دلالت سلام تحیہ پر احتمالی اور مختلف فیہ ہے سو اس آیت میں درود و سلام دونوں برابر کے حکم نہیں ہیں۔ انبیاء علیہم السلام پر سلام پڑھنا اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجنا قرآن و حدیث کے دوسرے دلائل کی روشنی میں بیشک ایک قطعی اور واضح عمل ہے لیکن اس آیت الاحزاب میں سلموا تسلیما کی دلالت سلام پڑھنے پر صریح اور اتفاقی نہیں۔ دوسرا احتمال پیدا ہونے سے پہلے استدلال میں قوت نہیں سلام کے ساتھ ظنی کا عارضہ در آتا ہے

تسلیم کے دوسرے معنی

تسلیم کے معنی سپرداری کے ہیں اپنے آپ کو کسی فیصلے کے آگے جھکا دینا تسلیم انقیاد ایک عزم طاعت ہے ایمان کامل یہ ہے کہ مومن اپنے ہر معاملہ اور اختلاف میں اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو فیصلہ بھی دیں اسے بصدق دل قبول کرے اور اپنے آپ کو ان کے سپرد کر دے۔ تسلیم کا لفظ سپرداری کے ان معنوں میں قرآن کریم میں ایک دوسرے مقام پر یوں وارد ہے:

فلا و ربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینہم ثم لا یجدوا فی انفسہم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما (پ النساء)

اس آیت کے آخر میں الفاظ ویسلموا تسلیما میں تسلیم انقیاد کامل سپردگی مراد ہے۔ سلام پڑھنا مراد نہیں۔ سلموا تسلیما سے ملتے جلتے الفاظ وسلموا تسلیما سورۃ احزاب میں ہیں وہاں بھی تسلیم کے ساتھ صیغہ یا بعد علی کا صلہ موجود نہیں جو عام طور پر سلام تحیہ کے لئے ہم بولتے ہیں جیسے السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ السلام علیکم میں بھی علی کا صلہ موجود ہے۔ قرآن کریم میں سلام علی المرسلین میں پیغمبروں پر سلام علی کے ساتھ آیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ما من مسلم یسلم علی . . . . الا رد اللہ الی روحی حتی ارد علیہ السلام اس میں دو جگہ سلام کا بیان ہے اور دونوں جگہ علی کا لفظ ساتھ ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ تسلیم کا لفظ جب سلام تحیہ کے معنی میں ہو تو عام طور پر صلہ علی ساتھ ہوتا ہے اور جب تسلیم انقیاد مراد ہو تو علی ساتھ نہیں ہوتا۔

اس بات کے پیش نظر جب ہم سورۃ احزاب کے اس لفظ پر غور کرتے ہیں اور صلوا علیہ کے ساتھ سلموا تسلیما بغیر علی کے دیکھتے ہیں تو گو سلام تحیہ کا انکار نہیں ہو سکتا کہ یہاں دوسرے معنی تسلیم انقیاد کے بھی موجود ہیں اس احتمال سے انکار نہیں ہو سکتا اور ایک احتمال کے ہوتے ہوئے اس کی دلالت دوسرے معنی پر قطعی اور واضح نہیں رہتی۔ یہاں تسلیم انقیاد بھی مراد ہو سکتا ہے۔ محدث جلیل حضرت ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:-

اما التسلیم المامور بہ فیحتمل ان یکون بمعنی الانقیاد کما فی قولہ تعالیٰ فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینہم ثم لا یجدوا فی انفسہم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما۔

ترجمہ: اس آیت میں جو سلام کہنے کا حکم ہے اس میں احتمال ہے کہ یہ انقیاد (تابعداری کرنے) کے معنوں میں ہو جیسا کہ اس دوسری آیت میں تسلیم کا یہ معنی مراد ہے "تیرے پروردگار کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ تجھے ہر بات میں حکم نہ مان لیں جس میں بھی ان میں اختلاف ہوا اور پھر تیرے فیصلے کے بارے میں اپنے دل میں بھی کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور سلام کریں

انقیاد (تابعداری) کے طور پر اپنے آپ کو اس حکم کے آگے سپرد کر دیں۔

شرح عقائد نسفی کی مشہور شرح نبراس میں ہے:

الثانیۃ کرھوا افراد الصلوٰۃ بدون التسلیم بقولہ تعالیٰ یاایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما...... والتسلیم فی الآیۃ یحتمل الانقیاد ولو سلم فلا دلالۃ علی الجمع مع نحو اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ۔ وقد صح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم احادیث فی تعلیم کیفیۃ الصلوٰۃ وھی خالیۃ عن التسلیم وکفی بہ حجۃ علی عدم الکراھۃ نعم التسلیم فی نفسہ عبادۃ شریفۃ[1]

ترجمہ: دوسری بات یہ کہ درود بغیر سلام کے مکروہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے درود وسلام دونوں کا حکم دیا ہے...... سلام کا لفظ اس آیت میں انقیاد (تابعداری) کے معنیٰ کا بھی احتمال رکھتا ہے (سو ضروری نہیں کہ اس کا معنیٰ سلام پڑھنا ہی ہو) اور اگر سلام کا معنیٰ مان بھی لیا جائے تو بھی اس میں اس بات کی کہیں دلیل نہیں کہ درود وسلام دونوں اکٹھے پڑھے جائیں جیسے اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ میں نماز کا ایک وقت میں ادا کیا جانا ضروری نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درود شریف کی کیفیت میں جو احادیث صحیح طریقے سے ثابت ہو چکی ہیں وہ سب سلام کے لفظ سے خالی ہیں اور یہ کافی دلیل ہے کہ درود بغیر سلام کے ہر گز مکروہ نہیں ہاں سلام اپنی جگہ بڑی ترقی کی بات ہے۔

راجح معنیٰ سلام پڑھنے کے ہیں حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ کے ترجمہ قرآن میں اسی کو اختیار کیا ہے لیکن اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ اس میں دوسرا احتمال بھی ضرور رہتا ہے۔ قاضی بیضاویؒ نے یہ قول بھی اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے:

وقیل وانقادوا لاوامرہ[2] ترجمہ: اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سلموا تسلیما کا معنیٰ ہے کہ اس پیغمبر کے احکام کے تابع ہو جاؤ۔

قرآن کریم نے اس آیۂ احزاب میں جس سیاق سے درود وسلام پڑھنے کا حکم

---

[1] نبراس فی شرح العقائد ص [2] تفسیر بیضاوی ج ۲ ص ۲۶۱ مصری

[illegible] شرح الشفاء جلد ص

دیا ہے وہ یہ کہ "اللہ اور اس کے فرشتے اس نبی پر درود پڑھتے ہیں" یہاں سلام کا لفظ
موجود نہیں اور پھر یہ مضمون وابستہ کیا ہے کہ "اے ایمان والو تم بھی اس نبی پر درود بھیجو اور
سلام بھیجو" تمہید مضمون میں یہ بتلایا ہے کہ اللہ اور اس کے فرشتے درود و سلام بھیجتے ہیں صرف
درود پڑھنے کا بتلایا ہے۔ اس کے ساتھ یہ حکم زیادہ قرین تمہید ہے کہ تم مسلمانوں کو بھی اس
برگزیدہ نبی پر درود پڑھو اور اپنے آپ کو اس کے حکم کے آگے بالکل جھکا دو۔ اپنے آپ کو
اس کے سپرد کر دو کہ کوئی قول و عمل نبی کے خلاف سرزد ہونے نہ پائے

یہ صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام پیغمبروں پر سلام اترا ہے "وسلام
علی المرسلین" قرآن کریم میں شہادت ہے "الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ"
تب خدا کے تمام برگزیدہ بندوں پیغمبروں پر خود سلام دیتا ہے۔ سلام کی فضیلت اور اس کے عبادت
شرعیہ ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
پر خدا کی طرف سے سلام آپ کی پیغمبری شان کے مطابق اترتا ہے اور یہ بات بھی مسلّم ہے
کہ امت کا سلام بھی آپ کی خدمت میں پیش ہوتا ہے اور اس کی بڑی فضیلت ہے لیکن یہ بات اپنی
جگہ صحیح ہے کہ سورۂ احزاب کی مذکورہ آیت میں لفظ "سلموا تسلیما" کی دلالت سلام تحیہ پر ہو، اس
معنی سے بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ دونوں احتمال اپنی جگہ موجود ہیں

احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ جب یہ آیت اتری تو صحابہؓ نے آپ کی خدمت میں عرض کی
ہمیں سلام پڑھنا تو معلوم ہے یہ بتلا دیجئے کہ ہم آپ پر درود کیسے پڑھیں؟ اس سے معلوم
ہوتا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد صرف درود شریف پڑھنے کا سلسلہ چلا حضور
پر سلام بھیجنا صحابہؓ میں پہلے سے قائم تھا اس آیت کے نازل ہونے پر صحابہؓ نے صرف درود
شریف پڑھنا سیکھا۔ سلام وہ پہلے سے پڑھتے چلے آتے تھے اس سلموا میں اسی کی تاکید
ہے کوئی نیا حکم نہیں۔

درود پڑھنا اور سلام پڑھنا دو مستقل عمل ہیں

درود شریف پڑھنا اور آپ پر سلام پڑھنا شریعت میں دو مستقل اور علیحدہ علیحدہ عمل
ہیں ایک دوسرے کے تابع نہیں۔ سلام پڑھنا پہلے سے صحابہؓ میں جاری تھا درود پڑھنے

کا حکم بعد میں آیا۔ اس سے نہ سمجھئے کہ درود ہمیشہ سلام کے بعد ہے گو یہ صحیح ہے کہ ہم نماز میں سلام پہلے اور درود شریف بعد میں پڑھتے ہیں لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ جب ہم حضورؐ کے اسم مبارک کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں تو صلوٰۃ پہلے آتا ہے اور سلام بعد میں۔ یہ بات بھی اپنی جگہ صحیح ہے کہ سورۂ احزاب کی اس آیت میں سلموا تسلیما سے اگر سلام تحیہ مراد نہیں تو بھی صلوٰۃ پہلے اور سلام بعد میں آئے گا۔

جب یہ ضروری نہیں کہ درود پہلے ہو یا سلام تو معلوم ہوا کہ اسلام میں درود اور سلام پڑھنا دو مستقل عمل ہیں کوئی ایک دوسرے کے تابع نہیں دونوں کی جزا بھی علیحدہ ہے۔ اگر یہ دونوں عمل ایک دوسرے کے لازم و ملزوم ہوتے اور ان میں افراد (دونوں کا علیحدہ علیحدہ پڑھنا) ناجائز ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں عملوں کی جزا علیحدہ علیحدہ بیان نہ فرماتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں عمل اپنی اپنی جگہ مستقل ہیں۔

اندیشہ تھا کہ کوئی شخص جو بات کی تہہ کو نہ پہنچے اس آیت احزاب میں درود و سلام کا حکم ایک جگہ دیکھ کر دونوں کو ایک دوسرے سے لازم کر لے اور افراد کو ناجائز سمجھے۔ اللہ تعالیٰ عالم الغیب اور علیم بذات الصدور ہیں۔ انہوں نے اس کے ازالہ کے لئے حضرت جبرئیل کو حضورؐ کی خدمت میں بھیجا انہوں نے آکر دونوں عملوں کی جزا علیحدہ علیحدہ بیان کی۔ یہ گویا اس بات کا اعلان تھا کہ یہ دونوں عمل اپنی اپنی جگہ مستقل ہیں اور دونوں کی بڑی فضیلت ہے اور دونوں اپنی اپنی جگہ اجر ثواب کا باعث ہیں۔

<u>احادیث جن میں دونوں عملوں کی جزا علیحدہ علیحدہ مذکور ہے۔</u>

عن ابی طلحۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاء ذات یوم والبشریٰ تری فی وجہہ فقال انہ جاءنی جبرئیل فقال (قال ربک) اما یرضیک یا محمد ان لا یصلی علیک احد من امتک الا صلیت علیہ عشرا ولا یسلم علیک احد الا سلمت علیہ عشرا[1]

ترجمہ حضرت ابو طلحہؓ سے روایت ہے ایک دن حضورؐ تشریف لائے کہ آپ کے چہرے

[1] سنن نسائی جلد ۱ ص ۱۹۱، ۱۸۹۔

پر کچھ خوشی دکھائی دے رہی تھی آپ نے فرمایا میرے پاس جبرئیل آئے تھے اور انہوں نے کہا ہے کہ آپ کے رب نے کہا ہے کیا آپ اس سے راضی نہیں کہ آپ کی اُمت میں سے جب کوئی آپ پر درود پڑھتا ہے تو میں اُس پر دس رحمتیں بھیجتا ہوں اور کوئی آپ پر سلام نہیں بھیجتا مگر یہ کہ میں اس پر دس مرتبہ سلام بھیجتا ہوں۔

مسند دارمی میں حضرت جبرئیل کی بجائے مطلق فرشتے کی آمد مذکور ہے باقی مضمون تقریباً وہی ہے:

ان ملكاً اتانی فقال یا محمد ان ربك یقول لك اما یرضیك ... عشراً [1]

امام احمد کی روایت میں ہے

ان جبریل علیہ السلام قال لی الا ابشرك ان الله عزوجل یقول لك من صلی علیك صلوٰۃ صلیت علیہ ومن سلم علیك سلمت علیہ [2]

ترجمہ: بیشک جبریل علیہ السلام نے مجھے کہا کہ کیا میں آپ کو بشارت نہ دوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کیلئے فرماتا ہے جو آپ پر درود بھیجتا ہے میں اُس پر درود بھیجتا ہوں اور جو آپ پر سلام پڑھتا ہے میں اُس پر سلام بھیجتا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دونوں عملوں کی جزا کو علیحدہ علیحدہ بیان کرنا بتا رہا ہے کہ دونوں عمل اپنی جگہ مستقل تھے ان کا اکٹھے ادا ہونا ضروری نہیں تھا جو شخص جس پر بھی چاہے عمل کرے اسے اس کی جزا ملے گی۔ اس وقت یہ نہیں سمجھا جاتا تھا کہ درود و سلام کے بغیر مکروہ ہے یا سلام درود کے بغیر مکروہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض دفعہ صحابہؓ کو کسی ایک عمل کی تعلیم دی اور اسی کو کافی سمجھا۔ حضرت حسنؓ بن علیؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دعائے قنوت سکھلائی:

اللّٰھم اھدنی فیمن ھدیت وبارك لی فیما اعطیت وتولنی فیمن تولیت وقنی شر ما قضیت فانك تقضی ولا یقضی

[1] سنن دارمی جلد ۲ صفحہ ۳ [2] مشکوٰۃ صفحہ ۸۶

عليك وانه لا يذل من واليت تباركت ربنا وتعاليت وصلى الله على النبي محمد سنه

اس دعا کے آخر میں "صلی اللہ علی النبی محمد" کے الفاظ بدون سلام مذکور ہیں۔ تو اگر درود بغیر سلام کے پڑھنا مکروہ ہوتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امام حسن کو فقط درود کی تلقین کیوں فرماتے سنداً یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔ امام نسائی (۳۰۳ھ) نے اس کے مطابق افراد صلوٰۃ پر ہی سنن نسائی کو ختم کیا ہے لکھتے ہیں،

وهو آخر كتاب المجتبى من النسائي والحمد لله رب العالمين و صلى الله على سيدنا محمد خاتم النبيين وعلى آله الطيبين الطاهرين ورضي الله عن كل الصحابة اجمعين وعن التابعين لهم باحسان الى يوم الدين[1]

علامہ ابن عابدین الشامی نے بھی ایک جگہ شرح منیۃ المصلی کے حوالے سے سنن نسائی کی یہ حدیث نقل کی ہے اور اس سے استدلال کیا ہے کہ افراد صلوٰۃ جائز ہے اس موضوع پر یہ حدیث بڑی صریح ہے۔

اقول وجزم العلامة ابن امير حاج في شرحه على التحرير بعدم صحة القول بكراهة الافراد واستدل عليه في شرحه المسمى بحلية المحلي في شرح منية المصلي بما في سنن النسائي بسند صحيح في حديث القنوت وصلى الله على النبي ثم قال مع ان في قوله تعالى وسلام على المرسلين، وسلام على عباده الذين اصطفى، الى غير ذلك اسوة حسنة وممن رد القول بالكراهة العلامة ملا على القارى في شرح الجزرية فراجعه[2]

ترجمہ: میں کہتا ہوں اور علامہ ابن امیر الحاج نے تحریر الاصول کی شرح میں اکیلا درود پڑھنے کو مکروہ سمجھنا غلط ٹھہرایا ہے اور اپنی کتاب حلیۃ المحلی میں سنن نسائی کی اس حدیث سے

---

[1] سنن نسائی جلد ۱ صفحہ ۲۵۲ ۔ تحفہ جلد ۲
[2] الحرابر جلد ۱ صفحہ ۱۲

استدلال کیا ہے جو درست نہیں. نماز کی بحث میں جو سند صحیح سے منقول ہے اس میں صلی اللہ علی النبی کے الفاظ ہیں اس کے ساتھ سلام کے الفاظ نہیں. قرآن کریم میں سلام کئی جگہ اکیلا منقول ہے جیسے وسلام علی المرسلین، سلام علی عبادہ الذین اصطفی. ان تمام میں (ہمارے لئے) اسوۂ حسنہ موجود ہے اور جن علماء نے اکیلا درود پڑھنے کو مکروہ کہنے کا رد کیا ہے ان میں ملا علی قاری بھی ہیں جنہوں نے شرح جزریہ میں اسے مکروہ کہنے کی سخت تردید کی ہے سو اسے دیکھنا چاہیئے

صحابہ کا افراد صلوٰۃ پر عمل اور حضورؐ کی بشارت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین کریمین کی موجودگی میں درود شریف پڑھ رہے تھے آپ نے اپنے عمل کو جو ترتیب دی اسے آپ کی روایت میں دیکھئے اور پھر یہ بھی دیکھئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے اسے منظوری کا پروانہ عطا کیا. اور آپ کو رب العزت سے اس کی جزا پانے کی بشارت دی. آپ (حضرت عبداللہ بن مسعودؓ) فرماتے ہیں:

فلما جلست بدأت بالثناء ثم الصلاة على النبي ثم دعوت لنفسي فقال النبي صلى الله عليه وسلم سل تعطه[1]

ترجمہ: پھر جب میں بیٹھا میں نے ثنا سے ابتداء کی پھر حضور پر درود پڑھا پھر اپنے لئے دعا کی اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مانگ لے تجھے دیا جائے گا، مانگ لے تجھے دیا جائیگا.

اب دیکھئے اس میں صرف درود شریف پڑھنے کا ذکر ہے اور پھر دعا کا اور اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی بھی صراحت سے مذکور ہے. حضرت زید بن خارجہ خزرجیؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

صلوا علي واجتهدوا في الدعاء وقولوا اللهم صل على محمد وعلى آل محمد[2]

ترجمہ: مجھ پر درود بھیجو اور دعا میں خوب محنت کرو اور کہو اللھم صل علی محمد و علی آل محمد.

---

[1] جامع ترمذی جلد ۱ ص [2] ایضاً جلد ۱ ص

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اولی الناس بی یوم القیٰمۃ اکثرھم علی صلوٰۃ۔ [1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن وہ شخص میرے زیادہ قریب ہوگا جو مجھ پر درود کثرت سے بھیجتا ہوگا۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: ویروی عن بعض اھل العلم قال اذا صلی الرجل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرۃ فی المجلس اجزأ عنہ ما کان فی ذالک المجلس۔ [2]

اس میں تصریح ہے کہ ایک مجلس میں ایک ہی دفعہ درود پڑھنا اس وقت کافی ہے جب تک وہ اس مجلس میں رہے۔ اگر سلام بھی لازمی ہوتا تو ایک دفعہ پڑھنا کافی نہ سمجھا جاتا۔ مولانا احمد رضا خاں نے کشف الغمہ عن جمیع الامۃ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قال صلی اللہ علی محمد فقد فتح علی نفسہ سبعین بابا من الرحمۃ

اس کا ترجمہ مولانا احمد رضا خاں نے ان الفاظ میں کیا ہے:

"حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو کہے صلی اللہ علی محمد اس نے ستر دروازے رحمت کے اپنے لئے کھول لئے۔"

اس میں صرف صلوٰۃ کا ذکر ہے سلام کا نہیں۔ سوچئے کیا یہ شان اور فضیلت کسی فعل مکروہ پر مرتب ہو سکتی ہے؟ بیرکادوں نے مجھ کو بھول کی ہوئی!

علامہ عبدالحئی لکھنوی ان احادیث سے جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے درود پڑھنے کا طریقہ بیان فرمایا استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قد صح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم احادیث فی تعلیم کیفیۃ الصلوٰۃ وھی خالیۃ عن التسلیم وکفی بہ حجۃ علی عدم الکراھۃ۔

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح احادیث سے درود شریف پڑھنے کی ...

[1] رواہ الترمذی کما فی المشکوٰۃ ص۸۶ [illegible]

[2] [illegible]

منقول ہے اور وہ سلام سے خالی ہیں سو یہ کافی دلیل ہے کہ اکیلا درود پڑھنا جائز ہے۔

کیا ان احادیث میں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے درود پڑھنے کی کیفیت بیان فرمائی درود ابراہیمی کا ذکر نہیں ؟ اور کیا یہ اس کے بارے میں تصریح نہیں کہ اس طرح بغیر سلام کے درود پڑھنا ہرگز مکروہ نہیں ہے ؟

افرادِ سلام پر بشارتِ نبوی

جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف درود پڑھنے پر بڑی بڑی فضیلتیں بیان فرمائیں اور ان پر قبولیت اور اجر کی بشارتیں دیں اس طرح آپ نے صرف سلام پڑھنے کی بھی پوری پوری قبولیت بیان فرمائی اور کبھی درود و سلام کو ایک دوسرے سے لازم و ملزوم قرار نہیں دیا۔ آپ کی نظر میں درود و سلام دو مستقل اور علیحدہ علیحدہ عمل تھے جس پر بھی کوئی عمل کرے گا اپنے اخلاص و محبت کے مطابق اس پر اجر پائے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

ان للہ ملئکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام۔[1]

ترجمہ : بے شک اللہ کے کچھ فرشتے زمین میں سیاحت میں رہتے ہیں اور مجھے میری اُمت کا سلام پہنچاتے ہیں۔

کیا اس میں صرف سلام کا ذکر نہیں ؟ کیا افراد سلام مکروہ ہے ؟ روضہ مبارکہ پر حاضری دیتے ہوئے بعض اوقات کیا صرف سلام نہیں کہتے ؟ مولانا احمد رضا خاں نے بھی مجرد سلام عرض کرنے کی تلقین کی ہے :

" مجرد تسلیم بجالاؤ" دو تین بار عرض کرو السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا خیر خلق اللہ السلام علیک یا شفیع المذنبین السلام علیک وعلی آلک واصحابک وامتک اجمعین۔[2]

ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے سامنے ایک شخص کو چھینک آئی اس نے کہا " الحمد للہ

---

[1] سنن نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۸۹ [2] فتاویٰ رضویہ جلد ۴ صفحہ ۲۲۲

والسلام علی رسول اللہ" اس پر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا میں بھی مانتا ہوں الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ" یعنی اس کے حقیقت اور صحیح ہونے میں کلام نہیں لیکن حضورؐ نے ہمیں ایسا نہیں فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا کہ چھینک آئے تو ہم کہیں" الحمد للہ علی کل حال۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ یہ سمجھا رہے تھے کہ حضور پر سلام بھیجنے سے ہمیں انکار نہیں لیکن سلام کا محل بھی حضورؐ سے منقول ہونا چاہیئے اور آپ پر سلام بھیجنے کا یہ محل نہیں ہے اس روایت میں صریح طور پر افراد سلام ہے اور اس پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ خود بھی اکیلا سلام پڑھا پس ایک جگہ حکم ہونے سے معیت لازم نہیں آتی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کتنے مقامات پر اقیموا الصلوٰۃ و آتوا الزکوٰۃ کو اکٹھا بیان فرمایا ہے اس سے یہ مطلب تو سمجھا جا سکتا ہے کہ نماز اور زکوٰۃ دونوں کل مومن کی زندگی میں جمع ہونے چاہئیں اور دونوں حکموں کے درمیان واو مطلق جمع کے لئے ہے معیت کے لئے نہیں جمع کرنے سے معیت مراد لے لینا اس طرح کی ایک نادانی ہے جیسے ایک شخص نے کسی کو پان کھاتے دیکھ کر کہا تھا کہ اس کے ساتھ کچھ نہ کچھ پینے بھی جاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کلوا واشربوا کا حکم اکٹھے دیا ہے جب کچھ کھاؤ تو اس کے ساتھ اسی وقت پیتے بھی جاؤ۔

سورۃ احزاب کی آیت یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما میں تسلیم سے مراد تسلیم تحیہ لے لیا جائے تو بھی ضروری نہیں کہ درود اور سلام کو یکجا جمع کیا جائے اور معیت سے پڑھا جائے۔ اگر کسی وقت درود پڑھ لے اور کسی وقت سلام اور کسی وقت دونوں اکٹھے بھی پڑھ لے تو ہر صورت میں حکم آیت پر عمل ہو سکے گا ان میں سے کوئی سے کوئی شکل بھی مکروہ نہ ہوگا۔

امام نووی شافعی المذہب تھے اور شافعیہ اور حنفیہ کا اس مسئلہ میں کچھ اختلاف رہا ہے۔ امام نوویؒ نے افراد کو مکروہ کہا تو محدثین نے ان پر سخت تنقید کی۔ حافظ ابن حجر

۱؎ مواہب علی محمد ھ ۱۲۵ ام ملتان۔

عسقلانی کے شاگرد علامہ سخاویؒ لکھتے ہیں:

قال شیخنا وفیہ ای فی قول النووی نظر، نعم یکرہ ان یفرد الصلوٰۃ ولا یسلم اصلاً اما لو صلی فی وقت وسلم فی وقت آخر فانہ یکون ممتثلاً[1]

پھر لطف یہ کہ امام نوویؒ نے بھی اپنے فتوے سے رجوع کر لیا تھا، نبراس میں ہے:

نص الامام المحقق النووی فیخطئ القول بالکراہیۃ[2]

ترجمہ: محقق نوویؒ نے اس افراد کو مکروہ قرار دینے کا قول غلط قرار دیا ہے۔

سوچئے! جن حضرات نے اس مسئلہ میں امام نوویؒ کی تائید کی ہے وہ ان کے قول سابق کی تائید تھی اور سچ یہ ہے کہ مسئلہ صرف درود پڑھنے کے مکروہ ہونے کا قول اتنا کمزور ہے کہ خود امام نوویؒ نے اس سے رجوع کر لیا تھا۔

محدث جلیل ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ صلوا علیہ وسلموا تسلیما میں واؤ مطلق جمع کے لئے ہے معیت کے لئے نہیں۔

الواو لمطلق الجمع لا المعیۃ کما علیہ الاصولیۃ فلا دلالۃ فی الآیۃ علی کراھیۃ افراد الصلوٰۃ عن السلام وعکسہ کما ذھب الیہ النووی واتباعہ من الشافعیۃ وقد اوضحت ذلک فی رسالۃ مستقلۃ

اور ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: ولا دلالۃ للجمع بینھما علی وجہ المعیۃ واما قول من قال یکرہ ولو بخط فغلط۔ مقدمہ جزریہ ابو الخیر محمد جزری شافعی کی مشہور کتاب ہے مصنف نے اس کا آغاز ان الفاظ سے کیا ہے: "الحمد للہ وصلی علی نبیہ ومصطفاہ" ایک شافعی عالم کا اس طرح درود بغیر سلام کے پڑھنا شافعیہ کے اپنے معروف مسلک کے خلاف تھا سو اس پر شیخ الاسلام ابو یحییٰ زکریا انصاریؒ نے لکھا: کان ینبغی لہ ذکر السلام لان افراد الصلوٰۃ عنہ مکروہ کعکسہ لاقترانھما فی قولہ تعالیٰ صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔

---

۱ نبراس صفحہ ۹ ۲ شرح الشفاء

لیکن صحیح یہ ہے کہ محمد جزری باوجود شافعی ہونے کے افراد ہونے کے قائل نہ تھے انہوں نے مفتاح الحصن میں اس کی تصریح کی ہے۔ اما الجمع بین الصلوٰۃ والسلام فہو متفق علیہ ... ذکرہ فہو الاولیٰ والافضل والاکمل ولو اقتصر علی احدھما جاز من غیر کراھۃ فقد جری علیہ جماعۃ من السلف[1]

ترجمہ: درود اور سلام کو اکٹھا پڑھنا یوں کہا جائے صلی اللہ علیہ وسلم سو یہ بہتر اور افضل ہے اور اگر کسی نے درود پڑھ دیا یا اکیلا سلام پڑھے تو بھی بلا کراہت جائز ہے سلف صالحین کی ایک جماعت اس پر متفق ہے۔

حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری لکھتے ہیں:

لیس ذالک بمتأکد فانی لا اعلم احدا نص علی ذلک من العلماء ولا من غیرھم

ترجمہ: یہ کوئی پختہ بات نہیں ہے میں علماء میں سے کسی کو نہیں جانتا جس نے اس بات کی صراحت کی ہو اور نہ کسی اور کو (یعنی درود و سلام کے جمع کرنے کو افضل و اکمل قرار دینا یہ کسی معتبر عالم سے منقول نہیں ہے)

نماز میں درود اور سلام کا علیحدہ علیحدہ حکم

حنفیہ کرام کے ہاں نماز میں تشہد واجب ہے۔ السلام علیک ایھا النبی اسی میں آجاتا ہے لیکن درود شریف پڑھنا سنت ہے واجب نہیں درود و سلام اگر ایک ہی حکم میں ہوتے اور دونوں پر عمل یکساں اور ایک ساتھ ہوتا تو دونوں کا حکم جدا جدا نہ ہوتا فقہ حنفی کی مرکزی کتاب ہدایہ میں ہے

والتشھد وھو واجب عندنا وصلی علی النبی علیہ السلام وھی لیست بفریضۃ عندنا خلافا للشافعی فیھما لقولہ علیہ السلام اذا قلت ھذا فقد تمت صلاتک[2]

---

[1] المنح الفکریہ شرح المقدمۃ الجزریہ ص [2] ہدایہ اولین ص

ترجمہ: اور تشہد پڑھے اور وہ واجب ہے ہمارے ہاں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے یہ فرض نہیں بخلاف امام شافعیؒ کے حضورؐ نے فرمایا جب تم نے التحیات پڑھ لیا تو تمہاری نماز ہو گئی۔

ابتدائی درجے کا طالب علم بھی صرف درود پڑھنے کو مکروہ نہیں کہہ سکتا

برصغیر پاک و ہند میں کسی معمولی طالب علم سے بھی اُمید نہیں کی جا سکتی کہ وہ تشہد پر درود پڑھنے کو ناجائز بتلائے اور درود ابراہیمی پڑھنے کو مکروہ کہے حنفی مسلک کے طلبہ جو ھدایۃ النحو اور شرح مأتہ عامل پڑھتے ہیں وہ بھی اس ورطۂ جہالت میں مبتلا نہیں ہوتے کہ پیر نادان کی طرح ایک وقت میں صرف درود پڑھنے کو ناجائز سمجھنے لگیں۔ شرح مأتہ عامل کے خطبہ میں صرف درود ہے بغیر سلام کے یہاں سلام مذکور نہیں جس نے شرح مأتہ عامل بھی پڑھی ہو وہ یہاں درود شریف کا افراد دیکھ کر کبھی اسے مکروہ کہنے کی جسارت نہ کرے گا اس کا خطبہ یہ ہے:

اَلحمد للہ علی نعمائہ السابغۃ والآئہ الکاملۃ والصلوۃ علی سید الانبیاء محمد المصطفیٰ وعلی آلہ المجتبیٰ۔ اس کے حاشیہ پر جامع الرموز کے حوالے سے یہ تصریح کر دی گئی ہے:

در ترک سلام کہ اسم تسلیم است اشارت بعدم کراہت آنست

ترجمہ: سلام جو تسلیم کا اسم ہے نہ کہنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ صرف درود پڑھنا جس میں سلام نہ ہو مکروہ نہیں ہے۔

ھدایۃ النحو کا پہلا سبق پڑھنے والا طالب علم ھدایۃ النحو کے اس خطبہ سے بے خبر نہیں یہ پیر نادان کو اس کی خبر نہیں۔

اَلحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوۃ علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

اب آپ ہی سوچیں کیا اس پیر نادان نے ھدایۃ النحو بھی پڑھی ہوگی۔ کاش کہ یہ لوگ جو زمانے بھر میں درود ابراہیمی پڑھنے کو مکروہ بتلا رہے ہیں صرف کی کتاب [illegible]

کا پہلا صفحہ پڑھنے کے لائق ہی ہوتے تو کبھی درود پڑھنے کو مکروہ نہ کہتے۔ شافیہ کے خطبہ میں درود شریف کے بغیر سلام ان لفظوں میں مرقوم ہے: الحمد للّٰہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ صلا۔

مختصر المعانی کا طالب علم جب اس کا خطبہ پڑھتا ہے اور درود بغیر سلام کے دیکھتا ہے تو کیا وہ ایک مکروہ عمل کر کے آگے گزرتا ہے۔ کچھ تو سوچئے اور اس پیرزادان کی جہالت پر غور کیجئے کس بے دردی سے درود ابراہیمی پڑھنے کو مکروہ بتلاتا ہے۔ یہ رسائل مختصر المعانی کا خطبہ یہ ہے:

نحمدک یا من شرح صدورنا لتلخیص البیان فی ایضاح المعانی ونور قلوبنا بلوامع التبیان من مطالع المثانی ونصلی علیٰ نبیک محمد المؤید دلائل اعجازہ باسرار البلاغۃ وعلیٰ الہ واصحابہ المحرزین قصبات السبق فی مضمار الفصاحۃ والبراعۃ وبعد مث۔

معلوم ہوتا ہے پیرزادان نے مختصر المعانی کبھی دیکھی نہ ہوگی اسے پڑھنے کا موقع ملتا تو ایسی بات نہ کہتا

ہم نے ایک حلقہ فکر میں یہ چند حوالے دکھائے تو ایک صاحب ان کے دفاع میں کہنے لگے کہ ہمارے علماء صرف ونحو میں کچھ دلچسپی نہیں رکھتے ان فنون میں کمزور ہوتے ہیں ان کی ساری محنت عقائد پر ہوتی ہے۔ تو ہم نے عقائد اہلسنت کی درسی کتاب شرح عقائد نسفی ان کے سامنے رکھدی اور اس کا یہ خطبہ سنایا تو وہ دائیں بائیں جھانکنے لگ گئے:

الحمد للّٰہ المتوحد بجلال ذاتہ وکمال صفاتہ المتقدس فی نعوت الجبروت عن شوائب النقص وسماتہ والصلوٰۃ علیٰ نبینا محمد المؤید بساطع حججہ وواضح بیناتہ وعلیٰ الہ واصحابہ ھداۃ طریق الحق وحماتہ وبعد فان مبنی علم الشرائع والاحکام واساس قواعد عقائد الاسلام ھو علم التوحید والصفات مث۔

ترجمہ: اور درود ہو ہمارے نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جو روشن دلائل اور واضح

معجزات کے ساتھ تائید یافتہ ہیں اور ان کے آل اور اصحاب پر جو سچائی کی راہ کے راہنما ہیں (معیار حق ہیں)

کیا یہاں علامہ نسفی صاحب متن اور علامہ تفتازانی الشارح (۷۹۱ھ) دونوں عمل مکروہ کا ارتکاب کر رہے ہیں کہ صلوٰۃ بغیر سلام کے لکھ رہے ہیں۔ کچھ تو سوچیے جہالت بھی عجب بلا ہے جو درود ابراہیمی پڑھنے کو مکروہ بتلا رہی ہے اور پیر ناداں کے قالب میں سامنے آ رہی ہے۔

صاحب اس قول مکروہ کا دفاع کر رہے تھے کہنے لگے کہ عقائد اہل السنۃ والجماعت کی کتاب شرح عقائد نسفی کو ہم نے اب تک نہیں سنی۔ ہم نے پوچھا آپ نے عقائد اہل السنۃ کی کونسی کتاب کا نام سنا ہے؟ تو کہنے لگے "ھدایہ شریف" ہم نے کہا وہ تو فقہ کی کتاب ہے عقائد کی نہیں۔ (وہ بیچارے عقائد اور فقہ تک میں فرق نہ جانتے تھے) اس پر ہم نے انہیں ھدایہ شریف کا خطبہ سنایا تو وہ اپنا سا منہ لے کے رہ گئے۔ بہر حال ہدایہ کا وہ خطبہ یہ ہے اس میں بھی درود بغیر سلام کے مذکور ہے:

الحمد للہ الذی اعلیٰ معالم العلم واعلامہ واظہر شعائر الشرع واحکامہ وبعث رسلا وانبیاء صلوات اللہ علیہم اجمعین الی سبیل الحق ھادین الخ

کیا اس میں درود بغیر سلام کے لکھا ہوا نہیں۔ درود ابراہیمی کو مکروہ بتلانے والا اگر صرف و نحو کی کتابوں سے ناواقف تھا عقائد کی درسی کتابیں بھی نہ پڑھی تھیں کیا اسے ہدایہ تک دیکھنی بھی نصیب نہ ہوئی تھی کچھ تو اس نے پڑھا ہوتا۔ اب آپ ہی بتلائیں کہ اس قسم کے جاہلوں کا دینی پیشوا بن جانا کیا قیامت کی نشانی نہیں ہے!

مولانا احمد رضا خاں کے فتاوے کی دوسری جلد اس وقت سامنے رکھی ہے خیال آیا کہ خانصاحب کی رائے بھی اس مسئلہ میں دیکھ لیں معلوم ہوا کہ خاں صاحب نے یہاں حنفی مذہب کی مخالفت نہیں کی اور بغیر سلام درود پڑھنے کو بالکل جائز سمجھا ہے وہ افراد کے مکروہ ہونے کے قائل نہ تھے یہ ان جو جہلاء درود ابراہیمی پڑھنے کو مکروہ بتلا

یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کی کتابیں بھی پڑھتے ہوئے نہیں، وہ فتاویٰ رضویہ کو ہی دیکھ لیتے تو ایسی غلط بات نہ کہتے۔ یہ فتاویٰ رضویہ ڈیکوریٹ رد ڈ فیصل آباد کی شائع کردہ ہے کتاب صلا سے میرٹھ محلہ نگر کے ایک سوال سے شروع ہوتی ہے سر عنوان پر درود لکھا ہے:

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔[1] اس میں صرف درود ہے سلام اس کے ساتھ نہیں ہے۔

پھر ایک سوال کے جواب کے آخر میں مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں:

واللہ سبحانہ الموفق والمعین وبہ نستعین فی کل حین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سید المرسلین وخاتم النبیین محمد والہ وصحبہ اجمعین وعلینا معہم برحمتک یا ارحم الراحمین[2]

ایک جگہ کفر کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اگرچہ کفر تکذیب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ[3] فی بعض ماجاء بہ من عند ربہ جل وعلا کا نام ہے۔۔۔۔ الخ[3]

کیا یہاں مولانا احمد رضا خاں نے صرف درود بغیر سلام کے نہیں لکھا؟ پھر کیا وجہ کہ ان کے یہ ولایتی پیروان کے اس درود پڑھنے کو مکروہ نہیں کہتے اور درود ابراہیمی کے مکروہ ہونے کا شور سارے ملک میں پھیلا رکھا ہے۔

پھر مولانا احمد رضا خاں نے رسالہ منیر العین کے خطبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صرف درود بھیجا ہے سلام کا وہاں ذکر نہیں پھر کیوں آپ پر مکروہ فعل کے ارتکاب کا فتویٰ نہیں دیا؟ منیر العین کے خطبہ میں ہے:

ان محمدا عبدہ ورسولہ بالہدی ودین الحق ارسلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ اجمعین۔[4] پھر کتاب کے آخر میں ہے: سید البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ واولیاء اجمعین۔[5]

---

[1] فتاویٰ رضویہ جلد ۲ صلا [2] ایضاً ص۱۲۶ [3] فتاویٰ رضویہ جلد ۲ ص۱۸۱ [4] ایضاً ص۲۲۵
[5] ایضاً ص۲۳۰

بتلا ہے مولانا احمد رضا خاں کا یہ صرف درود لکھنا اکمل کمرعہ تھا یا نہیں ؟ اگر نہیں تو پھر آپ ہی فیصلہ کریں کہ یہ پیر زادہ کس درجہ جہالت میں مبتلا ہے پھر اس جلد کے ناشر اصغر علی صاحب نے اس پر جو مقدمہ لکھا ہے اس کا سر عنوان بھی ہے :

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

ہمیں حیرت ہوئی کہ مولانا احمد رضا خاں کے ان حوالوں کو دیکھ کر بھی بعض بریلویوں نے کہا کہ یہاں یہ شک درود بغیر سلام کے ہے اور یہ صحیح ہے کہ مولانا احمد رضا خاں اکیلا درود پڑھنے کو مکروہ نہ سمجھتے تھے لیکن ان حوالوں میں درود ابراہیمی پڑھنے کا تو کہیں ذکر نہیں وہ پڑھنا ضرور مکروہ ہے۔ جہالت پیر صاحب نے بڑے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ نماز سے باہر درود ابراہیمی پڑھنا مکروہ ہے۔ اور جو لوگ اس کی درود ابراہیمی تسبیحات کرتے ہیں وہ اپنے اس فعل سے توبہ کریں استغفر اللہ العظیم

اس پر ہم نے انہیں فتاویٰ رضویہ سے مولانا احمد رضا خاں کا فتویٰ دکھایا جا نصاً لکھتے ہیں :

"سب درودوں سے افضل درود وہ ہے جو سب اعمال سے افضل
عمل میں یعنی نماز میں مقرر کیا گیا ہے درود شریف راہ چلتے بھی پڑھنے
کی اجازت ہے جہاں نجاست پڑی ہو وہاں نہ کر جائے اور بہتر یہ
ہے کہ ایک وقت متعین کر کے ایک عدد مقرر کرے کہ اس قدر
باوضو دو زانوں ادب کے ساتھ مدینہ طیبہ کی طرف منہ کر کے
روزانہ عرض کیا کرے جس کی مقدار سو بار سے کم نہ ہو" [۱]

کیا یہ درود ابراہیمی پڑھنے کی ترغیب نہیں ؟ کیا یہ سب نماز میں پڑھنے کا بیان ہے ؟ کیا راہ چلتے بھی نماز پڑھی جا سکتی ہے ؟ کیا اس میں درود شریف کی تسبیح کی ترغیب نہیں ؟ کیا سو بار پڑھنے کا ذکر نہیں ؟ نماز سے باہر درود ابراہیمی پڑھنے کو مکروہ کہنا بہت بری حرکت ہے اور بڑا مکروہ فتنہ ہے جس کے قائل پر سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے جس جس نے یہ ناپاک بات کہی ہے اسے اس سے توبہ کرنی چاہیے۔

---

[۱] ایضاً ص۵ ۔ [۲] ایضاً ص۴۹ جلد ۴

حمداً لک یا عظیم صلی علی نبیک الکریم وآلہ وصحبہ اولی التکریم وعجتہدی دینہ القویم۔ آمین۔

لوگوں نے جاہلوں کو اپنا پیشوا بنالیا ہے علامات قیامت اپنا پرتو ڈال رہی ہے علماء اٹھتے جا رہے ہیں ایک جاہل ایک جلسہ میں بڑے طمطراق سے کہہ رہا تھا کہ درود وسلام ایک جملے میں ادا ہونا ضروری ہیں جس طرح آیت احزاب میں صلوا علیہ وسلموا تسلیما کا حکم یکجا ہے اسی طرح درود وسلام ایک جملہ میں ادا ہونے چاہئیں اور اس پر تفسیر بیضاوی کا حوالہ دیا سامعین میں سے ایک شخص نے ہمیں یہ بات بتائی اور پوچھا کہ تفسیر بیضاوی میں کیا ایسا ہی لکھا ہے کہ درود وسلام ایک جملے میں ادا ہونے چاہئیں ہم نے تفسیر بیضاوی کو کھولا تو اس میں یہ عبارت ملی:

والآیۃ تدل علی وجوب الصلوٰۃ والسلام فی الجملۃ

ترجمہ، اور آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ صلوٰۃ وسلام فی الجملہ واجب ہے۔

فی الجملہ سے مراد درود اور سلام کا مطلقاً واجب ہونا ہے۔ اجمال اور تفصیل کے الفاظ تو آپ نے عام سنے ہوں گے مختصر بات مجمل ہوتی ہے اور اسے فی الجملہ کہہ کر ذکر کر دیتے ہیں۔ سو مختصر بات یہ کہ درود اور سلام دونوں واجب ہیں لیکن تفصیل اس کی کیا ہے: دونوں اکٹھے پڑھے جائیں یا دو علیحدہ علیحدہ موقعوں پر ہیں انہیں پڑھا جا سکتا ہے یہاں اس کی تفصیل نہیں دونوں کا پڑھنا فی الجملہ واجب ہے یہی آیت کا اجمال ہے تفصیل دوسری راہ سے معلوم کی جا سکتی ہے۔ سو بیضاوی کی اس عبارت کا حاصل اس کے سوا کچھ نہیں کہ درود اور سلام دونوں اپنی اپنی جگہ واجب ہیں دونوں کا یکجا پڑھنا انہوں نے نہیں لکھا ہے بیضاوی کی اس عبارت سے یہ نتیجہ نکالنا کہ دونوں ایک جملہ میں ادا ہونے چاہئیں کسی پڑھے لکھے آدمی کا کام نہیں ہو سکتا۔ قاضی بیضاوی نے خود دونوں جگہوں پر درود پڑھنے اور سلام بھیجنے کے لئے دو علیحدہ علیحدہ جملے۔۔۔ انہوں نے درود وسلام کو ایک جملے میں ادا نہیں کیا تو ان کی یہ مراد کیسے ہو سکتی ہے کہ درود وسلام ایک جملے میں ادا کئے جائیں۔ اگر یہ کہنا ہوتا کہ دونوں ایک فقرے میں ادا ہونے چاہئیں تو عبارت اس طرح ہوتی:

والآیۃ تدل علی وجوب الصلوٰۃ والسلام فی جملۃ واحدۃ

افراد جو مکروہ ہے وہ یہ کہ کوئی شخص درود شریف پڑھے اور سلام کبھی بھی نہ پڑھے یا سلام پڑھے اور درود شریف کبھی بھی نہ پڑھے۔ اگر کسی وقت درود شریف پڑھ لیا اور کسی وقت درود و سلام پڑھ لیا اور کسی وقت سلام تو بھی آیت احزاب کے حکم پر عمل ہو جاتا ہے اور اس ارشاد الٰہی کی تعمیل ہو جاتی ہے کہ "اے ایمان والو! تم نبی پاک پر درود پڑھو اور سلام بھیجو" اور معاً بھیجنا ضروری نہیں اور اکٹھے پڑھے جائیں تو کوئی حرج نہیں۔ علامہ سخاوی اپنے شیخ سے نقل کرتے ہیں:

یکرہ ان یفرد الصلوٰۃ ولا یسلم اصلا اما لو صلی فی وقت وسلم فی وقت آخر فانہ یکون ممتثلا۔[۱]

ترجمہ: مکروہ یہ ہے کہ صرف درود بھیجا جائے اور سلام بالکل نہ ــــ لیکن اگر کسی وقت درود پڑھا اور کسی دوسرے وقت میں سلام تو اس سے حکم خداوندی پر عمل ہو جائیگا

مؤلف کہنا چاہتے ہیں کہ ضروری نہیں صلوٰۃ وسلام ایک وقت میں جمع ہوں مطلق منع ہو کافی مولانا احمد رضا خان کے فتاوی جلد چہارم کو دیکھئے ایک جگہ نہیں بیسیوں مقامات پر درود بغیر سلام کے مذکور ملیگا۔[۲]

خدا کی بخشش اٹھا کر دیکھئے بیسیوں جگہ سلام بغیر درود کے ملے گا اگر افراد مکروہ ہوتا تو کسی جگہ تو احمد رضا خان کو سمجھ آگئی ہوتی کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ کیا میں ہی اس صدی میں مکروہات کا بادشاہ ہوں۔ اعاذنا اللہ منہ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی سیدنا محمد خاتم النبیین وعلی آلہ الطیبین الطاہرین ورضی اللہ عن کل الصحابۃ اجمعین۔

دوسری جلد تمام ہوئی تیسری جلد آگے آرہی ہے۔ (ان شاء اللہ العزیز)

---

۱ حاشیہ سوانح محرکۃ الابراء کی ۲ فتاوی رضویہ جلد ۴ ص ۲۹۳، ۲۳۰، ۲۴۴، ۶۹۸، ۸، ۶۴
۱۵۹، ۲۲۴